حضرت شیخ ابوبکر جابر الجزائری حفظہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف

"کتاب المسجد وبیت المسلم"

کی اُردو ترجمانی

دینی نصاب

(تعلیم وتربیت کا اسلامی نظام)

رجب، شعبان، رمضان، شوال، ذوالقعدہ، ذوالحجہ

حصہ دوم

از

حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس رومی صاحب دامت برکاتہم (مفتی شہر آگرہ)

ناشر

مکتبہ دار المعارف الٰہ آباد

بی/۶۳۹ - وصی آباد - الٰہ آباد (یوپی) الہند ۲۱۱۰۰۳

کتاب سے متعلق ضروری معلومات

نام کتاب: دینی نصاب (تعلیم وتربیت کا اسلامی نظام) حصّہ دوم
از رجب تا ذی الحجہ مکمل ۶ ماہ

مترجم: حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس رومی صاحب دامت برکاتہم

صفحات: ۵۱۲ تعداد اشاعت: گیارہ سو (۱۱۰۰)

سن اشاعت: ذوالقعدہ ۱۴۲۸ھ نومبر ۲۰۰۷ء

کتابت: مولوی شمیم احمد قاسمی الہ آبادی

طباعت: ایم، ایس پرنٹرس، ہمدرد مارگ، لال دروازہ۔ دہلی۔

ناشر: مکتبہ دار المعارف الہ آباد

قیمت

اجمالی فہرست

دینی نصاب حصہ دوم

نمبر	عنوان		صفحہ نمبر	تا صفحہ
۳۔	تمہید حصہ دوم	از مترجم	۱۲	
۴۔	خاتمہ ترجمانیٔ کتاب	〃	۱۵	
۵۔	دروس یومیہ ماہ رجب المرجب	از علامہ ابوبکر الجزائری	۱۸	۱۰۵
۶۔	دروس یومیہ ماہ شعبان المعظم	〃	۱۰۶	۱۹۳
۷۔	دروس یومیہ ماہ رمضان المبارک	〃	۱۹۴	۲۷۳
۸۔	دروس یومیہ ماہ شوال المکرم	〃	۲۷۴	۳۵۰
۹۔	دروس یومیہ ماہ ذوالقعدہ	〃	۳۵۱	۴۳۴
۱۰۔	دروس یومیہ ماہ ذوالحجہ	〃	۴۳۵	۵۰۹
۱۱۔	خاتمہ کتاب المسجد وبیت المسلم	〃	۵۱۰	

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمہید حصہ دوم

دینی نصاب (طبع اوّل)

نحمدہٗ و نصلّی علٰی رسولہ الکریم

شکر نعمتہائے تو چندانکہ نعمتہائے تو عذر تقصیرات ما چندانکہ تقصیرات ما

قمری و ہجری تقویم کے لحاظ سے اندازہ یہ ہے کہ ۱۴۱۵ھ سے ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۹۹۴ء سے ۱۹۹۵ء کا زمانہ رہا ہوگا جب احقر کو حضرت فضیلۃ الشیخ ابوبکر جابر الجزائری کی مشہور تالیف "نداآت الرحمٰن لاہل الایمان" کو عربی سے اردو میں منتقل کرتے وقت حضرت شیخ دامت برکاتہم سے غائبانہ تعارف اور ان کے علمی افادات کا وقوف حاصل ہوا۔ کسی عربی تصنیف کو اردو میں منتقل کرنے کا یہ پہلا تجربہ تھا جسے اللہ تعالےٰ نے احقر کیلئے بہت ہی آسان کر دیا۔ اس ترجمانی میں احقر کی کوشش یہی رہی کہ شیخ کا پُر تاثیر انداز تحریر میری ناقص ترجمانی کی نذر نہ ہو جائے۔ اس لئے طریقہ یہ رکھا کہ ان کی تحریر کا ایک صفحہ، دو صفحہ یا آدھا صفحہ پڑھ لیتا اور اس کے مفہوم کو اپنی اردو میں بطور تصنیف منتقل کر دیتا مقصد یہی تھا کہ کتاب میں وہ اسلوب تحریر رکھا جائے جس سے اردو خواں طبقہ مانوس ہے، اسے تحریر میں کوئی اجنبیت و بعد کا احساس ہی نہونے پائے۔

اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ "ندائے رحمٰن" کے نام سے کی گئی وہ ترجمانی عام طور پر پسند کی گئی، جس کی وجہ سے حوصلہ پیدا ہوا کہ کچھ اور کام بھی

اسی انداز پر کر لیا جائے۔ اس سلسلہ میں حضرت شیخ جزائری کی اور کتابیں بھی دیکھیں جن میں سب سے زیادہ مفید و عام پسند کتاب "کتاب المسجد و بیت المسلم" نظر آئی تو "ندائے رحمٰن" کے بعد ہی "دینی نصاب" کے عنوان سے اس کا بھی ترجمہ شروع کر دیا گیا۔ کتاب ضخیم تھی اس لئے اس کی اشاعت دو حصوں میں طے کی گئی۔

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ حصہ اوّل کی اشاعت موجودہ سن ہجری کی پہلی ہی سہ ماہی میں ہو گئی۔ پہلے حصہ کی اشاعت کے وقت تک دوسرے حصہ کی ترجمانی کا کام صرف دو مہینوں کا ہو سکا تھا۔ چار ماہ کے ایک سو بیس اسباق کی ترجمانی باقی تھی کہ احقر اپنے پرانے مرض ذیابطیس کی پوری طرح گرفت میں آ گیا۔ گراں گوشی میں تو پہلے سے مبتلا تھا۔ اس بار آنکھوں کی بصارت بھی متاثر ہو گئی تھی۔ اور ایسا لگ رہا تھا کہ شاید بقیہ کام احقر نہ کر سکے گا۔ مگر دینی نصاب کے قارئین و قدر دانوں کی دعائیں مستجاب ہوئیں اور تقریباً تین چار ماہ کے تعطل کے بعد ترجمانی کا کام آہستہ آہستہ پھر شروع کر دیا گیا۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اسے کمال و انجام تک پہنچا دیں گے۔

اس موقع پر "دینی نصاب" سے متعلق دو حقیقتوں کو زیر قلم لانا اور ناظرین کو اس کی طرف متوجہ کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔

پہلی بات تو یہ کہ حضرت شیخ جزائری مسجد نبوی (زادہ اللہ شرفاً وافادۃً) کے واعظ و خطیب ہیں۔ اور مسجد نبوی وہی مبارک و مقدس مسجد ہے جو دعوت اسلام اور احکام اسلام کی اشاعت کا پہلا مرکز رہی ہے۔ اس لئے یہ دروس ایک مبارک و مقدس مرکز اسلام سے جاری ہوئے ہیں جو اس قابل ہیں کہ ہر مسلمان انھیں چشم عقیدت سے لگائے اور دل نشین کر کے

اس پر عمل پیرا بھی ہو۔

دوسری بات یہ کہ ماضی قریب میں دعوت وتبلیغ کے نام سے جو تحریک حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے برپا کی، جس کیلئے علمی مواد پر مشتمل کتاب "فضائل اعمال" نامی کتاب احقر کے استاذ حدیث حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی علیہ الرحمۃ نے جمع فرمادیا، اللہ کی توفیق سے ان کے ایک ادنیٰ وکمترین خادم نے حضرات مبلغین کیلئے اس مقصد کے لئے دوسری کتاب "دینی نصاب" کے نام سے پیش کردی ہے جس کی ضرورت عرصہ سے محسوس کی جارہی تھی کہ "تبلیغی نصاب اور فضائل اعمال" کے بعد کوئی ایسی کتاب بھی ہونی چاہئے جس میں مسلمانوں کو دینی اعمال کی تعلیم دی گئی ہو، کہ فضائل اعمال معلوم ہوجانے کے بعد اعمال کو زیر عمل لانا آسان ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مفید سلسلہ کو قبول فرمائے اور احقر کیلئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین!

آخر میں اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری اس کرم واحسان پر بھی ضروری ہے کہ اس نے "دینی نصاب" کی ترتیب کے دوران احقر کو دوبار سخت قسم کی مایوس کن بیماریوں سے گزار کر اسکی تکمیل کیلئے گویا ازسر نو حیات تازہ بخشی۔ یہ احقر کی دلی خواہش تھی کہ اللہ تعالیٰ اس کام کی تکمیل تک زندگی کی مہلت میں توسیع فرماتے رہیں۔ اس وقت بفضلہ تعالیٰ عمر فانی کی مدت تقریباً چوراسی سال تک ممتد ہوچکی ہے مگر افسوس کہ اس طویل مدت کا بیشتر بلکہ تمام تر حصہ غفلت و ناشکری ہی میں گزرا۔ اللہ تعالیٰ میری تمام تقصیرات کو دامان عفو ومغفرت سے ڈھانپ لیں۔

عبد القدوس رومی مچھلی شہری الہ آبادی
خطیب عیدگاہ ومفتی شہر آگرہ
۴؍شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ ۲۰؍ستمبر ۲۰۰۴ء یوم دوشنبہ مبارکہ

خاتمہ ترجمانی کتاب

بنام "دینی نصاب"

ازمترجم احقر النفوس عبدالقدوس رومی (حق نہ دکھلائے چہرۂ شومی)

مگر خاتمۂ ترجمانی سے پہلے یہ "ضروری انتساب" پڑھئے :-

احقر نے شیخ جزائری کی کتاب "نداآت الرحمٰن" کی ترجمانی (جو دوسروں کی فرمائش پر کی گئی تھی) کے بعد موصوف ہی کی دوسری کتاب "کتاب المسجد وبیت المسلم" کی ترجمانی کا کام اگرچہ از خود اپنی پسند و ترجیح کے تحت شروع کیا تھا لیکن اس انتخاب و ترجیح میں دل کا وہ جذبہ بھی شامل تھا جو مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کے کچھ دیندار تبلیغ و دعوت سے دلچسپی رکھنے والے پروفیسر صاحبان کی ایک گفتگو نے میرے دل میں پیدا کر دیا تھا۔

آگرہ میں ایک مدت تک احقر کا قیام مرکز تبلیغ مسجد ٹال جبیب اللہ شومارکٹ ہینگ کی منڈی میں بھی رہا ہے، جہاں جماعتوں کی آمد ورفت ہوتی رہتی تھی اور غائبانہ تعارف رکھنے والوں کو احقر سے ملاقات کا موقع بھی مل جاتا تھا۔

ایک مرتبہ مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کے کچھ پروفیسر صاحبان تشریف لائے تھے جو غائبانہ تعارف کی وجہ سے احقر سے ملے تھے، ان حضرات سے باقاعدہ ربط و تعلق یا تعارف نہ تھا اس لئے کسی ایک کا نام بھی مجھے مطلق یاد نہیں پڑ رہا ہے، ملاقات کے وقت ان صاحبان نے خدا جانے کیسے خلوص اور صدق دل سے بطور شکایت یہ بات کہی کہ مفتی صاحب! تبلیغی نصاب (فضائل اعمال) مسجدوں میں پڑھی جاتی ہے

اور بار بار پڑھی جاتی ہے حالانکہ تعلیم یافتہ طبقہ دین کی مزید معلومات بھی چاہتا ہے یہ صرف آموختہ ہی دہرایا جاتا ہے اگلا سبق پڑھنے کو نہیں ملتا۔"

ان حضرات کی شکایت نما فرمائش شاید اس شعر کا مصداق بن گئی ؎

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں، طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

اللہ تعالٰے نے ان حضرات کی وہ بات جو وہ مجھ سے مسجد ٹال حبیب اللہ کے حجرہ میں کہہ رہے تھے عرش پر سن لی اور احقر کے دل میں شیخ جزائری کی کتاب "کتاب المسجد وبیت المسلم" کی ترجمانی ان حضرات کی فرمائش پوری کرنے کیلئے مناسب نظر آئی اور یہ کام ایسا تھا کہ اہل دعوت و تبلیغ کے لئے ایمانی و روحانی غذاؤں پر مشتمل کھانا تو حضرت شیخ جزائری حفظہ اللہ و متع المسلمین بافاداتہم نے تیار فرما ہی دیا تھا جسے اردو زبان کی پلیٹوں میں لگا کر تبلیغی دسترخوان پر رکھ دینا تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی یہ مبارک دعا احقر کی پسندیدہ دعاؤں میں سے ایک ہے۔ اَللّٰھُمَّ لَا سَھْلَ اِلَّا مَا جَعَلْتَہٗ سَھْلًا وَاَنْتَ تَجْعَلُ الْحُزْنَ سَھْلًا اِذَا شِئْتَ۔ (اے اللہ! کوئی بھی کام اسی وقت آسان ہوتا ہے جب آپ اسے آسان بنا دیتے ہیں۔ اور آپ کی ذات تو ایسی ہے جو مشکل و دشوار کام کو بھی آسان بنا دیتی ہے جب آپ اس کا ارادہ فرما لیں)۔

احقر نے اپنے دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی اس دعائے نبوی کو اپنے گنہگار دل کا ترجمان بنا کر اسے یہاں نقل بھی کر دیا ہے۔

دینی نصاب کی ترجمانی تو جیسے تیسے احقر نے کر لی لیکن کمپیوٹرائز دور میں

اس کی اشاعت مجھ جیسے دقیانوسی کے بس کی بات نہ تھی (کہ احقر کمپیوٹر کے متعلق یہ گمان رکھتا ہے کہ "کمپیوٹر" اندھا بھی ہوتا ہے اور بے عقل و پاگل بھی۔)

"دینی نصاب" جلد اول کی اشاعت کے وقت انتساب کا خیال نہ آیا تھا اس لئے آغاز کتاب میں اپنے محل پر نہ لکھا جا سکا تھا۔ قلم ابھی اپنی جگہ رکھا نہیں گیا ہے، ہاتھ ہی میں ہے اس لئے آخر کتاب میں ہی سہی انتساب بھی پیش خدمت کیا جا رہا ہے۔

اوپر لکھی ہوئی تفصیل کی روشنی میں آپ حضرات کو شاید اس بات سے مطلق اختلاف نہ ہوگا کہ حق و انصاف کا تقاضا و فیصلہ یہی ہے کہ "دینی نصاب" نامی اس کتاب کا انتساب مسلم یونیورسٹی کے ان مخلص و دیندار اساتذہ ہی کی طرف کیا جائے جنکی پرخلوص فرمائش دل مجسم و متشکل ہوکر "دینی نصاب" کے نام سے موسوم ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو جن کے اسمائے گرامی سے احقر واقف بھی نہیں کہ یہاں لکھ سکے، اور یہ بھی فال نیک ہی ہے کہ ان کی پرخلوص فرمائش پر ریا کا دور سے بھی سایہ نہ پڑ سکے گا۔

اللہ تعالیٰ ان اصحاب تحریک کو اور "دینی نصاب" کی اشاعت میں جن جن مخلصین کی شرکت و نصرت شامل رہی ہے سب کو مخلصین لہ الدین کے زمرہ میں شامل فرمائے

دعا کو بھی اہل کرم کم نہ سمجھیں بہت کچھ دیا جس نے دل سے دعا دی

عبد القدوس رومی، مفتی شہر آگرہ

مقیم: غریب خانہ، تلسی پور (وصی آباد) الٰہ آباد

دوشنبہ مبارک ۱۰ رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ ۲۵ اکتوبر ۲۰۰۴ء

شعر: انتساب و خاتمہ یکجا ہو جائے اول، آخر ذات آخر ایک ہے۔

پہلا درس

یکم رجب	قولُ اللهِ تَعَالیٰ عَزَّوَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ○ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ○ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ○ فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ○ وَجَزٰهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ○ (الدہر ۸ تا ۱۲)

ترجمہ آیت: وہ لوگ (محض) اللہ تعالٰے کی محبت سے غریب و یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (اور دل ہی دل میں یہ کہتے ہیں کہ) ہم تو تم کو محض خدا تعالٰے کی رضامندی کے لئے کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم تم سے نہ اس کا بدلہ چاہتے ہیں، نہ اس کا شکریہ، ہم اپنے رب کی طرف سے ایک سخت اور کڑوے دن کا اندیشہ رکھتے ہیں۔ سو اللہ تعالٰے ان کو اس دن کی سختی سے محفوظ رکھے گا۔ اور ان کو تازگی اور خوشی عطا فرمائے گا۔ اور اُن کی پختگی (و استقامت) کے بدلہ میں ان کو جنت اور ریشمی پوشاک دے گا۔

تشریح: اس آیت کا یہ کچھ حصہ جمادی الثانیہ کے درس ۲۹ میں گزر چکا ہے کہ یہ آیت اللہ تعالٰے کے صالح اور نیک بندوں کی تعریف و توصیف اور ان کی نشانیوں پر مشتمل ہے۔ جن کے بارے میں اللہ تعالٰے اوپر کی آیت میں یہ فرما چکے ہیں: "اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا

کَافُوۡرًا (بیشک وہ نیک لوگ ایسے پیالوں سے مشروب جنت پلائے جائیں گے جن کی آمیزش کافور سے ہوگی (گویا ٹھنڈا مشروب ہوگا) اب ان آیات میں انکی پہچان بتائی جارہی ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی محبت میں مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور یہ کہتے جاتے ہیں کہ ہم تو تم کو کھانا صرف لوجہ اللہ کھلاتے ہیں۔ اس کا نہ بدلہ تم سے چاہتے ہیں نہ شکریہ۔

اس موقع پر "علیٰ حُبّہٖ" کا فقرہ خاص طور پر قابل توجہ ہے مصنف کتاب علامہ جزائری نے اس کا مطلب یہ بتایا ہے کہ وہ لوگ کھانے کی حاجت خود رکھتے ہوئے ایثار کرتے ہیں اور مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھلاتے ہیں (حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے یہ مطلب بتایا ہے کہ وہ لوگ دوسرے کو کھانا صرف اللہ تعالیٰ کی محبت میں کھلاتے ہیں۔)

آگے ان لوگوں کی یہ بات نقل کی گئی ہے کہ وہ لوگ یہ کار خیر روز قیامت کی شدت کے خوف واندیشے سے کرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر رحم فرمادیا اور انھیں اس دن کے شر سے بچا کر جنت میں پہنچا دیا اور انتہائی مسرت وخوشی کی وجہ سے تازگی بخش دی۔ اور ان کے صبر کے بدلہ میں جنت اور جنت کی قیمتی پوشاک عنایت فرمادی۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱ و ۲۔ حسب دستور سابق آیات زیر درس کو صحت و تجوید کے ساتھ چند بار دہرائیے سامعین بھی دہرائیں اور اسکی تشریح کو سمجھا سمجھا کر لوگوں کو سنائیے۔

۳۔ سامعین کو محتاج و یتیم اور قیدی وغیرہ کو کھانا کھلانے کی فضیلت بتائیے کہ خود کھانے کی حاجت رکھتے ہوئے محتاجوں کو کھلانا کس درجہ ثواب کا کام ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں اہل شہر اور اہل بستی کے درمیان کیسی دوستی و محبت پیدا ہو سکتی ہے۔

۴۔ سامعین کو بتائیے کہ کار خیر میں اخلاص اور ارادہ وجہ اللہ یا اللہ تعالیٰ کی محبت کا لحاظ رکھنا کس درجہ ضروری ہے جس کی وجہ سے دنیا و آخرت کی سعادت حاصل ہو سکتی ہے۔

۵۔ اپنے سامعین کو جنت کی نعمتیں بتائیے اور ان کے دلوں میں جنت کی نعمتوں کا شوق پیدا کیجئے، تاکہ وہ نیک کام کرکے جنت حاصل کرنے اور اس کیلئے باہم ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کریں۔

دوسرا درس

۲؍رجب	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	درس حدیث شریف

حدیث شریف: قَالَ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ سَلَامٍ قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَۃَ فَانْجَفَلَ النَّاسُ قِبَلَہٗ وَقِیْلَ: قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا فَجِئْتُ فِی النَّاسِ لِاَنْظُرَ فَلَمَّا تَبَیَّنْتُ وَجْہَہٗ عَرَفْتُ اَنَّ وَجْہَہٗ لَیْسَ بِوَجْہِ کَذَّابٍ. فَکَانَ اَوَّلُ شَیْءٍ سَمِعْتُہٗ تَکَلَّمَ بِہٖ اِذْ قَالَ: یَااَیُّھَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصِلُوا الْاَرْحَامَ وَصَلُّوْا بِالَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّۃَ بِسَلَامٍ (ابن ماجہ)

ترجمہ حدیث: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو مدینہ کے لوگ آپ کی طرف جھپٹ کر دوڑنے بھاگنے لگے اور یہ جملہ "قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ" (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے) تین بار کہا گیا۔ تو میں لوگوں میں گیا کہ میں بھی دیکھوں۔ جب میں نے آپ کا چہرۂ مبارک اچھی طرح غور سے دیکھا تو میں نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ آپ کا چہرہ مبارک کسی جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہے۔ پھر سب سے پہلی بات جو میں نے آپ سے سنی یہ تھی، آپ نے فرمایا: اے لوگو! سلام کو رواج دے کر سب لوگوں میں پھیلا دو، (بھوکوں کو) کھانا کھلاؤ، رشتوں کو جوڑے رہو اور رات کو نماز پڑھو جب دوسرے لوگ پڑے سو رہے ہوں۔ اگر یہ سب

کروگے تو سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہوجاؤ گے۔

تشریح : آج کی روایت حدیث حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے جو یہود مدینہ کے مشہور عالم تھے، انھوں نے حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری اور آپ کی پہلی بار زیارت اور اس مجلس زیارت میں سنی ہوئی حدیث شریف نقل کی ہے۔ یہ اسی وقت اسلام سے مشرف ہوگئے جس وقت انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔

جب آپ نے دوسرے لوگوں کو دیکھا کہ سب لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیلئے دوڑے بھاگے چلے جارہے ہیں تو انھوں نے بھی آپ کی زیارت کا ارادہ کرلیا۔ چونکہ یہ تورات کے عالم تھے اور تورات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات ونشانیاں بتائی گئی تھیں اس لئے آپ نے یہی تحقیق کرنی چاہی کہ تورات میں آئندہ آنے والے نبی کی جو علامات بتائی گئی ہیں دیکھنا چاہیئے کہ وہ علامات آپ میں بکثرت پائی جاتی ہیں، یا کیا صورت ہے؟ اور مشاہدہ وزیارت کے بعد ان کا فیصلہ یہی ہوا کہ آپ نبی برحق ہیں۔

پہلی زیارت وحاضری کے وقت آپ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے جو حدیث شریف سنی، وہ بھی بجائے خود آپ کے دعویٰ رسالت کی بولتی ہوئی دلیل تھی کہ آپ نے اس حدیث مذکور میں داخلۂ جنت کیلئے جن چار باتوں کو جنت تک پہنچانے والا راستہ بتایا ہے، اگر غور سے دیکھا جائے تو اندازہ ہوجائیگا کہ آپ نے اس طرح ہر بستی کے رہنے والوں کیلئے باہمی بھائی چارہ (اخوت ومواخات) اور باہمی تعاون وامداد کی بنیاد ان ہی چار تعلیمات کے ذریعہ رکھدی ہے (مگر افسوس کی عصری تعلیم ومادیت کی ترجیحات نے ہم کو ان بنیادی باتوں سے بہت دور کردیا ہے

اور مزید افسوس اس کا ہے کہ ہمیں اس کا ذرا بھی احساس نہیں رہ گیا ہے۔)

مُربّی کیلئے ہدایات

۱،۲۔ حسب معمول حدیث شریف کو ٹھہر ٹھہر کر بار بار دہرائیے اور اسکی تشریح کو سمجھا کر پڑھئے۔

۳۔ اپنے سامعین کو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ایمانی فراست کی طرف متوجہ کیجئے اور انھیں بتائیے کہ اللہ تعالےٰ متقی و پارسا اہل ایمان کو یہ ایمانی فراست عطا فرماتے ہیں۔

۴۔ اپنے سامعین کو حدیث زیر درس میں بیان کی ہوئی ان چار باتوں کی اہمیت و ضرورت سمجھائیے کہ یہ چار باتیں جنھیں اس حدیث میں جنت تک پہنچنے کا ذریعہ بتایا گیا ہے، یہ اہل ایمان کی باہمی محبت و دوستی اور باہمی امداد و تعاون کے لئے بنیادی ستون ہیں۔ انھی ستونوں پر اخوت و مواخات اور امداد باہمی و تعاون کی پوری عمارت تعمیر کی جا سکتی ہے۔

افشاءِ سلام کا مقصد یہ ہے کہ سلام کو عام طور پر رواج دیا جائے ہر ملنے والے مسلمان کو سلام کیا جائے، جان پہچان ہو یا نہ ہو۔ اِطعام طعام کا مطلب یہ ہے کہ مہمانوں کی ضیافت کی جائے، فقیروں محتاجوں کو کھانا کھلایا جائے۔ اس سے باہم ربط و تعلق، محبت و مودت میں اضافہ ہوتا ہے۔

۵۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ رشتہ داروں سے صلہ رحمی، رشتہ داری باقی رکھنا واجب ہے اور رات کو نماز تہجد پڑھنا بڑی فضیلت رکھتا ہے اور اللہ تعالےٰ سے تعلق و ولایت کا یہی راستہ ہے۔

تیسرا درس

۳؍ رجب	قولُ اللهِ تعالیٰ عَزَّ وَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ۝ (الانعام ۱۲۰)

ترجمہ آیت: اور تمھارے لئے کونسی بات اس کا سبب ہو سکتی ہے کہ تم ایسے جانوروں میں سے نہ کھاؤ جس پر (بوقت ذبح بلا شرکت غیرے) اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے (دوسری آیت میں) ان سب جانوروں کی تفصیل بتا دی ہے جو اس نے تم پر حرام کئے ہیں۔ مگر وہ بھی جب تم کو سخت ضرورت پڑ جائے تو حلال ہے یہ یقینی بات ہے کہ بہت سے آدمی اپنے غلط خیالات کی وجہ سے بلا کسی سند کے گمراہ کرتے پھرتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ حد سے نکل جانے والوں کو خوب جانتے ہیں۔

تشریح: اس آیت کی تشریح اسی وقت کار آمد ہو گی جب اس آیت کا شان نزول بھی سامنے رہے۔ تو اس کا شان نزول یہ ہے کہ قرآن مجید کی مختلف آیات میں جب اللہ تعالیٰ نے حرام و حلال جانوروں کی تفصیلات میں بتایا کہ تمھارے لئے مردار جانور حرام ہیں (جو اپنی موت مر گیا ہو جسے ذبح نہ کیا گیا ہو) اور جن جانوروں پر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو وہ جانور کھاؤ۔ تو مشرکین نے یہ اعتراض کیا کہ یہ کیسی عجیب

بات ہے کہ "جس جانور کو اللہ تعالیٰ مار دے وہ تو حرام ہے اور جسے ہم اپنے ہاتھ سے ذبح کر کے قتل کر دیں وہ حلال ہے۔"

آیت زیر درس میں مشرکین کی اُلٹی کھوپڑی میں پیدا ہونے والے اسی غیر معقول اعتراض کا جواب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ (تمھاری اس اُلٹی منطق کی بنیاد کیا سمجھی جائے کہ) تم ایسے جانور کو تو نہ کھاؤ جس کی جان اللہ کے نام پر نکلی ہو اور وہ جانور جو اللہ تعالیٰ کے نام سے غفلت کی حالت میں یوں ہی مردار ہو جائے اس کا گوشت تم بڑے ذوق و شوق سے کھا لو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان سب جانوروں کی تفصیل تم کو بتا دی ہے جو اس نے تم پر حرام کئے ہیں۔ پھر ان میں بھی یہ گنجائش رکھی ہے کہ اگر تم کو سخت ضرورت پڑ جائے اور تم اس مردار کے کھانے پر مجبور ہو جاؤ تو تم اسے کھا بھی سکتے ہو۔

پھر آخر آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتا دیا کہ بہت سے لوگ بغیر کسی دلیل و سند کے اپنے غلط و گمراہ کن خیالات کی وجہ سے لوگوں کو یونہی گمراہ کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ اعتراض کرنے والے یہ مشرکین بھی ایسے ہی حد سے نکلے ہوئے لوگوں میں سے ہیں۔

مُربّی کیلئے ہدایات

ا و ۲۔ حسبِ معمول آیت قرآنی کو صحت و تجوید کے ساتھ چند بار پڑھئے، سامعین بھی دھیرے دھیرے دہرا کر محفوظ کر لیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ جو بھی حلال جانور ذبح کیا جائے تو ذبح کے وقت بِسمِ اللہ کہنا واجب ہے۔ تسمیہ کے بغیر کوئی بھی جانور اگر ذبح کر لیا جائے یا نحر کیا جائے (اونٹ کو عام طور پر نحر کرتے ہیں) تو وہ حلال نہیں ہے۔ ذبح کے وقت "بِسمِ اللہِ، اَللہُ اَکبَر" کہہ کر ذبح کرنا چاہیئے۔

۴۔ سامعین کو بتائیے کہ کھانا کھانے اور پانی پینے کے وقت (یا کوئی اور چیز بھی کھانے پینے کے وقت) بِسمِ اللہ پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔ اسے کسی حالت میں ترک نہ کیا جائے۔ اسی طرح لباس تبدیل کرتے وقت، سواری پر سوار ہوتے وقت، مسجد میں داخل ہوتے وقت، مسجد سے باہر نکلتے وقت بھی بِسمِ اللہ پڑھنا چاہیئے۔

۵۔ سامعین کو اس بات سے آگاہ کیجئے اور اس کے برے انجام سے ڈرائیے کہ کتاب و سنت اور اجماعِ امت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی میں کسی بات کو حلال یا حرام ٹھہرالینا بڑی گمراہی ہے اور اس کا انجام بہت بُرا ہے۔ یہ طریقہ تسویل شیطانی پر مبنی ہے۔

چوتھا درس

۴ رجب	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	درس حدیث شریف

حدیث شریف: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ طَعَامًا فِي سِتَّةٍ نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهٖ فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَأَكَلَهٗ بِلُقْمَتَيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا إِنَّهٗ لَوْ كَانَ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ لَكَفَاكُمْ فَإِنْ أَكَلَ أَحَدُكُمْ طَعَامًا فَلْيَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ فَإِنْ نَسِيَ أَنْ يَقُوْلَ بِسْمِ اللّٰهِ فِيْ أَوَّلِهٖ فَلْيَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ فِيْ أَوَّلِهٖ وَاٰخِرِهٖ۔ (صحیح ابن ماجہ)

ترجمہ حدیث: حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے چھ آدمیوں کے ساتھ کھانا تناول فرما رہے تھے کہ کوئی بدوی دیہاتی شخص آگیا اور اس نے دو ہی لقموں میں اسے کھا کر ختم کر دیا۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اس شخص نے "بسم اللہ" کہہ لیا ہوتا تو یہ کھانا تم سب کا پیٹ بھرنے کیلئے کافی ہو جاتا۔ تو اگر تم میں سے کوئی کھانا کھانے لگے تو بسم اللہ کہہ لیا کرے۔ اگر شروع میں بسم اللہ کہنا بھول جائے تو یوں کہہ لے بِسْمِ اللّٰهِ فِيْ أَوَّلِهٖ وَاٰخِرِهٖ۔

تشریح: اس حدیث کے صرف ترجمہ ہی سے پوری بات سمجھ میں آجاتی ہے تشریح میں حضرت مصنف شیخ جزائری دامت برکاتہم نے کھانے کے وقت بسم اللہ کہنے کی حکمت کے طور پر یہ نکتہ اچھا بیان کیا ہے کہ رزق وطعام اللہ تعالیٰ کا عطا فرمودہ ہے، وہی اس کا مالک حقیقی ہے اس لئے اس وقت بسم اللہ کہنے میں یہ اشارہ بھی پایا جاتا ہے کہ کھانا کھانے والا کھانے کے مالک حقیقی سے کھانے کی

اجازت حاصل کرکے کھانا کھانا چاہتا ہے۔ اسی وجہ سے اگر کوئی شخص کسی حرام چیز کو کھاتے وقت بسم اللہ پڑھے تو سخت گنہگار ہوگا، بلکہ اندیشۂ کفر بھی ہے۔ کھانا کھاتے وقت بسم اللہ کہنے سے جو برکت حاصل ہوتی ہے وہ بسم اللہ ترک کردینے پر حاصل نہیں ہوتی۔ جیسا کہ واقعۂ حدیث سے صاف ظاہر ہے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب معمول زیر درس حدیث کو چند بار دہرائیے کہ اگر کوئی الفاظ محفوظ کرنا چاہے تو محفوظ کرلے۔

۳۔ سامعین کو بتائیے کہ کئی آدمیوں کا ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا موجب برکت ہے اسمیں برکت زیادہ ہوتی ہے (احقر مترجم عرض کرتا ہے کہ یہ بات بھی زیادتی برکت کا سبب ہوتی ہے کہ ایک ہی برتن میں ایک ساتھ مل کر کئی آدمی کھائیں۔ ہر آدمی کیلئے علیحدہ برتن استعمال کرنا نامناسب اور تکلف ہے جو برادران وطن میں رائج چھوت چھات کے زیر اثر ہم میں بھی رواج پا گیا ہے۔)

۴۔ سامعین کو بتا دیجئے کہ کھانے کے وقت بسم اللہ کا پورا اہتمام ہونا چاہئے۔

۵۔ یہ بھی سمجھا دیجئے کہ اگر کوئی شخص کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ کہنا بھول جائے تو بعد میں جب یاد آجائے تو بِسْمِ اللّٰهِ فِیْ اَوَّلِهٖ وَاٰخِرِهٖ کہہ لے، یہ بھی کافی ہو جائے گا۔

پانچواں درس

درس قرآن مجید	قَوْلُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَزَّوَجَلَّ	۵ رجب

آیت شریفہ: وَاَمَّآ اِنْ کَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ ۝ فَسَلٰمٌ لَّکَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ ۝ (الواقعہ ۹۰، ۹۱)

ترجمۂ آیت: اور جو شخص داہنے والوں میں سے ہوگا تو اس سے کہا جائے گا کہ تیرے لئے امن و امان اور سلامتی ہے تو داہنے والوں میں سے ہے۔

تشریح: آیت زیر درس سورۂ واقعہ کی آیت ہے۔ اس سے پہلے کی آیات اور ان کا ترجمہ نظر میں رہے تو اس آیت کا مطلب صاف طور پر سمجھ میں آجائے گا۔ پہلے کی آیات یہ ہیں:

فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ۝ وَاَنْتُمْ حِیْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ۝ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْکُمْ وَلٰکِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ۝ فَلَوْلَآ اِنْ کُنْتُمْ غَیْرَ مَدِیْنِیْنَ ۝ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ فَاَمَّآ اِنْ کَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ۝ فَرَوْحٌ وَّرَیْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِیْمٍ ۝ (ترجمہ: سو جس وقت (کسی مرنے والے کی جان) حلق تک آپہنچتی ہے اور تم اس وقت اسے تکا کرتے ہو اور ہم (اس وقت) تم سے زیادہ اس (شخص) سے قریب ہوتے ہیں لیکن تم اسے دیکھ اور سمجھ نہیں پاتے۔ اگر تم لوگوں کا حساب کتاب لیا جانا نہیں ہے تو تم اس روح کو کیوں نہیں لوٹا لاتے ہو، اگر تم سچے ہو۔ تو جو شخص مقربین میں سے ہوگا تو اس کے لئے راحت و آرام ہے اور غذائیں ہیں اور آرام کی جنت ہے۔)

اس کے بعد ہی یہ آیات زیر درس ہیں، جن میں داہنے والوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کا درجہ ان مقربین کے درجہ سے کم ہوگا۔ کیونکہ یہ "اصحاب الیمین" (داہنے والے) اصحاب المقربین (جنھیں السّابقون کہا گیا ہے) سے کم درجہ کے لوگ ہیں۔ انھوں نے اصحاب المقربین کی طرح اعلیٰ درجہ کی عبادات نہ کی ہوں گی۔

آیت زیر درس کی دوسری آیت میں جو اصحاب یمین کیلئے "سلام" کہنا بیان کیا گیا ہے، تو یہ سلام ان فرشتوں کی زبانی ہوگا جو اس محتضر (جسکی موت قریب ہو اور حالت نزع میں ہو اسے محتضر کہتے ہیں) شخص کے لئے بطور خوشخبری کہلوایا جائے کہ اسے دنیا سے رخصت ہوتے وقت ہی یہ خوشخبری دے دی جائے گی کہ وہ دوسرے درجہ میں پاس ہونے والوں کی فہرست میں آ گیا ہے۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب معمول سابق آیات زیر درس کو صحت و تجوید کے ساتھ بار بار دہرایئے اور اسکی تشریح میں جو اوپر کی آیات نقل کی گئی ہیں انھیں بھی تجوید کے ساتھ سامعین کو بار بار پڑھا دیجئے۔

۳۔ اپنے سامعین کو مقربین کا تعارف کرا دیجئے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے دنیا میں دین کے فرائض و واجبات، مستحبات و مندوبات کی صحیح طور پر ادائیگی کی ہوگی اور شرعی محرمات و مکروہات بلکہ بعض مباحات تک سے بھی پرہیز کیا ہوگا۔ "اصحاب الیمین" کا درجہ مقربین کے درجہ سے کم ہوگا۔

۴۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر کام داہنے ہاتھ سے کرنا پسند تھا۔ آپ داہنے ہاتھ سے کھانا کھاتے، پانی پیتے، داہنے ہی ہاتھ سے کسی کو کچھ دیتے، داہنے ہی ہاتھ سے جو کچھ لینا ہوتا لیتے تھے۔ اعضاءِ وضو میں بھی ہر داہنا عضو پہلے دھوتے تھے۔

لہٰذا جو شخص اتباعِ سنت میں ان باتوں کو اپنائے گا تو وہ بلاشک وشبہ "اصحاب الیمین" کا مصداق قرار پائے گا۔ اور یقیناً فرشتے اسے "سَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ" کہہ کر دنیا ہی میں کامیابی کی خوشخبری سنا دیں گے۔

۵۔ اپنے سامعین کو یہ بھی بتا دیجئے کہ جو شخص مقربین میں بھی نہ ہوا اور اصحاب الیمین (داہنے والوں) میں بھی نہ ہو، تو پھر وہ محروم و ناکام شخص "اصحاب الشمال" (بائیں والوں) میں سے ہوگا، جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے :۔

فِىْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ ۝ وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ۝ لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ ۝

(ترجمہ: گرم ہوا اور گرم پانی میں ہوں گے اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے جو نہ ٹھنڈا ہوگا نہ فرحت بخش ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان عذابوں سے محفوظ رکھے اور "اصحاب الشمال" سے دور رکھے۔ آمین!

چھٹا درس

۶ر رجب	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	درس حدیث شریف

حدیث شریف: لِیَاکُلْ اَحَدُکُمْ بِیَمِیْنِہٖ وَیَشْرَبْ بِیَمِیْنِہٖ وَلْیَاْخُذْ بِیَمِیْنِہٖ وَلْیُعْطِ بِیَمِیْنِہٖ فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ یَاْکُلُ بِشِمَالِہٖ وَیَشْرَبُ بِشِمَالِہٖ وَیُعْطِی بِشِمَالِہٖ وَیَاْخُذُ بِشِمَالِہٖ (ابن ماجہ)

ترجمۂ حدیث: تم میں سے ہر ایک شخص کو چاہیئے کہ وہ داہنے ہاتھ سے کھائے داہنے ہاتھ سے پیئے، داہنے ہاتھ سے کوئی چیز لے اور داہنے ہی ہاتھ سے کوئی چیز کسی کو دے۔ کیونکہ شیطان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے، بائیں ہاتھ سے پیتا ہے، بائیں ہاتھ سے کچھ دیتا ہے اور بائیں ہاتھ سے لیتا ہے۔

تشریح: حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے داہنے ہاتھ سے کھانے پینے کا حکم دیا ہے لہذا اس کے مطابق عمل کرنا واجب ہے کسی صاحب ایمان کیلئے اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ وہ کسی واقعی و شرعی عذر کے بغیر دانستہ اس حکم کی خلاف ورزی کرے اور کھانا پینا بائیں ہاتھ سے ہو۔

حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز کے لینے دینے میں بھی داہنے ہاتھ کو استعمال کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ بظاہر احوال یہی سمجھا جاتا ہے کہ کھانے پینے میں داہنے ہاتھ کے استعمال کی تاکید و اہمیت زیادہ ہے مگر افسوس کہ عصری تعلیم گاہوں کے راستے جو فیشن عام ہوا ہے اس کی رو سے یہ سنت دقیانوسیت کے طنز سے بچنے کے لئے قابل ترک قرار دیدی گئی ہے حالانکہ

فقہاء کرام کی تصریح کے مطابق "سنت" کے استخفاف (سنت کو کم درجہ کی بات سمجھنے) میں کفر کا اندیشہ ہے۔ عصری تعلیم گاہوں کے فیض یافتہ دانشور مصلحین ایسی باتوں کو "دقیانوسیت" کا مصداق بتا کر ان باتوں کو سننا بھی پسند نہیں کرتے ہیں۔)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کام میں داہنے ہاتھ کو استعمال کرنے اور بایاں ہاتھ استعمال نہ کرنے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ یہ طریقہ شیطانی ہے جو اصحابِ ایمان کا کھلا ہوا دشمن ہے۔ تو کیا کوئی صاحبِ ایمان غیرت مند شخص اپنے انتہائی کھلے ہوئے دشمن کا طریقہ اپنانے کو پسند کرنے کی جرأت وحماقت کر سکتا ہے۔ ؟

حدیث شریف میں شیطان کی نقل ومشابہت اور اسکی پیروی کو حرام بتایا گیا ہے لہذا شیطان کی مشابہت ومتابعت ہر حال میں قابل پرہیز ہے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور سابق عمل جاری رکھیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا اتباع اس امت کے صالحین وصالحات کا طریقہ ہے۔ نجات اسی طریقہ کے اتباع میں منحصر ہے۔

(حضرت شیخ سعدیؒ نے خوب فرمایا ہے۔ قطعۂ شیخ سعدی ترجمۂ رُومی کے ساتھ ملاحظہ ہو ؎

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید | کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید
مپندار سعدی کہ راہِ صفا | تواں رفت جز بر پئے مصطفےٰ

ترجمہ

پیمبر کے رستے سے جو ہٹ گیا | وہ گم کردہ منزل بھٹکتا رہا
سمجھ لو یہ رُومی کہ راہِ صفا | مقرر ہے بس یہ رہِ مصطفےٰ

۴۔ اپنے سامعین کو بتا دیجئے کہ زیرِ درس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ مسلمان کو اپنا ہر اچھا کام داہنے ہاتھ سے کرنا چاہئے۔ محبتِ رسول اور اتباعِ رسول کا تقاضا یہی ہے کہ ہم ہر کام میں اس حدیث کے مطابق ہی اپنا عمل رکھیں اور بغیر عذرِ واقعی اسے نظر انداز نہ کریں۔

۵۔ لوگوں کو یہ بات بتائیے کہ کافروں اور بددینوں کی نقل ومشابہت حرام ہے کیونکہ اس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ مسلمان اس نقل ومشابہت کی وجہ سے آخرت میں بھی انہی کیساتھ رہیں گے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کریگا وہ انہی میں شمار کیا جائیگا۔)

ساتواں درس

۷ رجب	قَوْلُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَزَّ وَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْکُلُوْا جَمِیْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ تَحِیَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ مُبٰرَکَةً طَیِّبَةً ؕ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ (النور ۶۱)

ترجمہ آیت: تم کو کوئی گناہ نہیں ہے کہ آپس میں مل کر (ایک ساتھ) کھاؤ یا سب الگ الگ (کھائیں) پھر جب تم گھروں میں جانے لگو تو اپنے لوگوں کو سلام کرلیا کرو جو کہ دعا کے طور پر خدا تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے بابرکت عمدہ طریقہ ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے اپنے احکام بیان فرماتا ہے تاکہ تم سمجھو (اور عمل کرو)

تشریح: آیت زیر درس میں اجازت واباحت دونوں صورتوں کی بیان کی گئی ہے کیونکہ لوگوں کی طبیعتیں اور انکی مزاجی نوعیتیں مختلف ہوتی ہیں۔ کسی کو سب سے الگ تھلگ کھانا اچھا معلوم ہوتا ہے کوئی سب کے ساتھ مل بیٹھ کر کھانا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ نے دونوں صورتوں کی اجازت دیدی اور بتادیا کہ گناہ ان دونوں صورتوں میں سے کسی صورت میں بھی نہیں ہے۔

لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ سے یہ بات معلوم ہوگئی ہے کہ اہل بیت کا اپنے گھروں میں اور اہل محبت دوستوں کا اپنے حلقوں میں ایک ساتھ مل کر کھانا زیادہ اچھا اور موجب فضیلت وبرکت ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا ہے" اِجۡتَمِعُوۡا عَلٰی طَعَامِکُمۡ وَاذۡکُرُوۡا اسۡمَ اللّٰہِ عَلَیۡہِ یُبَارَکۡ لَکُمۡ فِیۡہِ" اپنے کھانوں پر جمع ہو جایا کرو اور بسم اللہ پڑھ کر کھایا کرو، تمھیں اس صورت میں برکت دی جائے گی۔ اور آیت زیر درس میں گھروں میں داخلہ کے وقت سلام کرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے کہ جب بھی گھروں میں داخل ہو، اپنا گھر ہو یا کسی دوسرے کا ہو سلام کرکے داخل ہونا چاہیئے۔ سلام کا صحیح طریقہ اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ وَرَحۡمَۃُ اللّٰہِ ہے۔ اگر گھر بالکل خالی ہو، کوئی بھی نہ ہو تو یوں سلام کرے اَلسَّلَامُ عَلَیۡنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیۡنَ۔

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے اہل ایمان کو اسی طرح سلام کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ اس سلام کو تحیۃ مبارکہ کہا ہے جس کا بابرکت ہونا ظاہر ہے کہ اس سے برکت حاصل ہوتی ہے۔

آخر میں اللہ تعالےٰ نے یہ بھی جتا دیا کہ یہ اللہ تعالےٰ کی شفقت و مہربانی ہی ہے کہ وہ ہر موقع کے لئے تمھیں اپنے احکام و ہدایات بتاتے رہتے ہیں کہ تم انھیں سمجھ بھی لو اور ان پر عمل کرکے اپنی سمجھ کا ثبوت بھی پیش کر دو۔

مربی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور سابق آیت کو بار بار صحت کے ساتھ پڑھئے اور تشریح کو اچھی طرح سمجھا کر سامعین کے ذہن نشین کیجئے۔

۳۔ اپنے سامعین کو یہ بات اچھی طرح سمجھا دیجئے کہ آیت قرآنی نے ایک ساتھ مل کر کھانے اور علیحدہ علیحدہ کھانے کا جائز ہونا بتایا ہے۔ اور حدیث شریف نے اجتماعی طور پر کھانے کو افضل بتایا ہے لہذا کتاب وسنت کی تعلیم میں کوئی تعارض اور ٹکراؤ نہیں ہے۔ دونوں باتیں اپنی اپنی جگہ درست ہیں۔

۴۔ سامعین کو یہ بھی بتا دیجئے کہ سنت یہی ہے کہ سلام کو عام رواج دیا جائے۔ خاص کر گھروں میں داخل ہونے کے وقت سلام کرنا چاہیئے۔

۵۔ سامعین کو آیت میں آئے ہوئے فقرہ "لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ" کی طرف متوجہ کیجئے اور انھیں بتائیے کہ آدمی کی عقلمندی اسی صورت میں ہے کہ وہ با ایمان اور صاحب تقویٰ ہو، اپنے عقائد وعبادات، احکام دین اور آداب واخلاق ہر معاملہ میں اسلامی طریق کار کی پابندی رکھے۔

آٹھواں درس

۸ رجب | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: لَمَّا قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّا نَاْکُلُ وَلَا نَشْبَعُ قَالَ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) فَلَعَلَّکُمْ تَاْکُلُوْنَ مُتَفَرِّقِیْنَ؟ قَالُوْا نَعَمْ! قَالَ فَاجْتَمِعُوْا عَلٰی طَعَامِکُمْ وَاذْکُرُوا اسْمَ اللّٰہِ عَلَیْہِ یُبَارَكْ لَکُمْ فِیْہِ۔ (ابن ماجہ)

ترجمۂ حدیث: جب لوگوں نے آپ سے کہا، یا رسول اللہ! کیا بات ہے ہم کھانا کھاتے ہیں اور ہمارا پیٹ نہیں بھرتا۔ تو آپ نے فرمایا، تم لوگ الگ الگ کھانا کھاتے ہو؟ انھوں نے کہا، جی ہاں! یہی بات ہے۔ تو آپ نے فرمایا: اپنا کھانا ایک ساتھ مل کر کھایا کرو۔ اور بسم اللہ کر کے کھایا کرو، تمھارے لئے برکت کی جائے گی۔

تشریح: یہ روایت حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ ان لوگوں نے حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم لوگ کھانا کھاتے ہیں اور پیٹ نہیں بھرتا۔ یہ ایک طرح کی شکایت تھی جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی گئی تھی۔ مقصد یہ تھا کہ آپ ان لوگوں کی اس عجیب صورت حال کا کوئی حل ارشاد فرمائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی شکایت سن کر فرمایا کہ "شاید تم لوگ علٰحدہ علٰحدہ کھانا کھاتے ہو؟ مل کر نہیں کھاتے ہو۔ تو وہ بولے کہ ہاں، ہم لوگ

تو علیحدہ علیحدہ ہی کھاتے ہیں ۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے میں برکت کیلئے انھیں ہدایت فرمائی کہ تم لوگ اجتماعی طور پر کھانا کھایا کرو۔ دسترخوان پر ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاؤ اور بسم اللہ کرکے کھاؤ تو کھانے میں برکت ہوگی۔

اور ایک بار آپ نے ان سے یہ فرمایا کہ "کُلُوْا جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا" یعنی اکٹھے بیٹھ کر کھاؤ، الگ الگ نہ بیٹھو۔ کیونکہ برکت جماعت ہی کے ساتھ ہوتی ہے۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور زیر درس حدیث کے الفاظ صاف صاف بار بار دہرائیے اور اس کی تشریح سمجھا کر سنائیے۔

۳۔ اپنے سامعین کو ایک ساتھ بیٹھ کر کھانے کی فضیلت اور برکت سے آگاہ کیجئے اور بسم اللہ پڑھ کر کھانے کی ترغیب دیجئے اور اسکی برکت سمجھائیے۔

۴۔ یہ بات بھی لوگوں کے ذہن نشین کریں کہ جس طرح کھانا شروع کرنے کے وقت بِسْمِ اللّٰہِ پڑھنا مسنون ہے، اسی طرح کھانے سے فراغت کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنا بھی مسنون ہے ۔ کیونکہ کھانا اُٹھاتے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا ثابت ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ غَیْرَ مَکْفِیٍّ وَّلَا مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًی عَنْہُ رَبَّنَا۔

۵۔ یہ بھی سمجھائیے کہ برتن میں اپنی جانب سے کھانا مستحب ہے۔ درمیان میں کھانے سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے ۔ چنانچہ مروی ہے" کُلُوْا مِنْ جَوَانِبِھَا وَدَعُوْا ذُرْوَتَھَا یُبَارَکْ فِیْھَا۔

نواں ۹ درس

۹ رجب | قول اللہِ تعالیٰ عزّوجلّ | درس قرآن مجید

آیت شریفہ: یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ۝ (اعراف ۳۱)

ترجمۂ آیت: اے آدم کی اولاد! تم مسجد کی حاضری کے وقت اپنی پوشاک (جو دربار مسجد کے لائق ہو) پہن لیا کرو۔ اور (جائز طور پر حد میں رہتے ہوئے) خوب کھاؤ پیو، اور حد سے نہ نکلو۔ بیشک اللہ تعالےٰ حد سے نکل جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

تشریح: آج کی زیر درس آیت سورۂ اعراف کی اکتیسویں آیت ہے اس میں اللہ تعالےٰ نے یابنی آدم فرماکر اگرچہ عام خطاب فرمایا ہے، مگر اس مقام پر اہل عرب مراد ہیں۔ کیونکہ اس آیت میں اہل عرب ہی کو اس بات پر تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ وہ خانہ کعبہ میں (جو دنیا کی سب سے پہلی مسجد ہونے کی وجہ سے اُم المساجد ہے) ننگے اور برہنہ ہونے کی حالت میں طواف نہ کیا کریں، بلکہ مسجد میں جب بھی داخل ہوں باقاعدہ لباس پہن کر ستر پوش ہو کر داخل ہوں۔ ان جاہلوں نے اپنی الٹی عقل سے یہ مسئلہ بنالیا تھا کہ چونکہ ہم اپنے لباس کو پہنے ہوئے بہت سے گناہوں کا ارتکاب بھی کرتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے ہمارے وہ لباس گندے اور ناپاک ہو جاتے ہیں، لہٰذا طواف کے وقت ہم ان گندے لباسوں کو اتار دیتے ہیں اور دوسرا پاک لباس ہر وقت میسر نہیں ہوتا تو برہنگی ہی کی حالت میں طواف

کرتے ہیں۔

اس موقع پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرما کر انھیں ہدایت کی اور لازمی طور پر حکم دے دیا کہ جب بھی کسی مسجد میں داخل ہو تو اپنی ساتر بدن پوشاک پہن کر داخل ہو۔ اور حکم دیتے وقت الفاظ عام رکھے تا کہ یہ حکم صرف بیت اللہ کے ساتھ خاص نہ سمجھ لیا جائے۔ اور تمام مساجد اور جملہ مسلمانوں کے لئے یہ حکم عام ہو جائے۔ ہر جگہ کے مسلمان مسجدوں میں داخل ہوتے وقت اسکی پابندی کریں، کوئی بھی مسلمان جب نماز پڑھے تو ساتر عورت لباس پہن کر نماز پڑھے۔ کیونکہ ستر عورت نماز کی صحت کے لئے لازمی شرط ہے۔

اس کے بعد اس آیت میں یہ بھی فرما دیا گیا "كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا" (کھاؤ پیو اور بیجا خرچ نہ کرو) یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے اپنے بندوں کی رہنمائی و تربیت پر مبنی احکام ہیں جن سے مسلمان بھی رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں اور کافر بھی کھانا پینا انسانی زندگی کے لئے بڑی اہم ضرورت ہے اس لئے اس کی اجازت دیدی گئی مگر یہ شرط بھی لگا دی گئی کہ کھانے پینے میں اسراف (بیجا اور بے ضرورت خرچ) نہ ہونے پائے۔ اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ کھانے کی چیز حلال وطیب ہو، اور مشروب بھی حرام نہ ہو۔ (افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ دور حاضر کے وہ مشروبات جو عام طور پر رواج پا گئے ہیں ان کا عنصر مسکرات سے پاک ہونا غیر یقینی ہے اور لے دھڑک پئے جا رہے ہیں)۔ آخر میں "لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ" فرما کر تاکید فرما دی کہ لوگ حد سے تجاوز کرنے سے بچتے رہیں۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب معمول آیت زیر درس کو صحت کے ساتھ چند بار پڑھئے۔ سامعین بھی صحت کے ساتھ دہرالیں۔ تشریح سمجھا کر سنائیے۔

۳۔ لوگوں کو بتادیجئے کہ حالت نماز اور حالت طواف دونوں ہی حالتوں میں ستر عورت کے ساتھ شرعی لباس ضروری ہے۔

۴۔ لوگوں کو سمجھادیجئے کہ کھانے پینے میں اسراف کا مطلب یہ ہے کہ جس قدر خوراک زندگی کیلئے ضروری ہے اس سے زیادہ کھایا جائے۔

۵۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد لوگوں کو سنادیجئے (جو اگلے سبق میں آرہا ہے) کہ اپنے پیٹ کی گنجائش کو نظر میں رکھتے ہوئے ایک تہائی کھانے کیلئے، ایک تہائی پینے کیلئے اور ایک تہائی سانس لینے کیلئے رکھے۔

۶۔ اپنے سامعین کو یہ حقیقت بھی سمجھادیجئے کہ اللہ تعالےٰ نے اس آدھی آیت میں پورے طب کا خلاصہ بیان فرمادیا ہے۔ چنانچہ خلیفہ ہارون رشید کا معالج شاہی ایک عیسائی ڈاکٹر تھا۔ اس نے بطور اعتراض یہ بات کہی کہ قرآن مجید میں کہیں طب سے متعلق کوئی ہدایت نہیں ہے۔ حالانکہ علم کی دو قسمیں ہیں "علم ادیان اور علم ابدان" تو قرآن مجید میں علم ادیان تو ہے مگر علم ابدان (طب کا) کا بیان نہیں ہے۔ حضرت سیدنا علی زین العابدین تشریف فرما تھے، انھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے پوری طب اس آدھی آیت میں جمع فرمادی ہے "کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا" !

اطباء کا اجماعی اور متفقہ فیصلہ یہی ہے کہ جب خوب بھوک لگے تب کھائے اور تھوڑا کھائے کہ کچھ بھوک باقی رہے۔

دسواں درس

۱۰ رجب | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: وَمَا مَلَأَ اٰدَمِیٌّ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنٍ حَسْبُ الْاٰدَمِیِّ لُقَیْمَاتٌ یُقِمْنَ صُلْبَہٗ، فَإِنْ غَلَبَتِ الْاٰدَمِیَّ نَفْسُہٗ فَثُلُثٌ لِلطَّعَامِ وَثُلُثٌ لِلشَّرَابِ وَثُلُثٌ لِلنَّفَسِ۔ (ابن ماجہ)

ترجمۂ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی (اپنی زندگی میں بہت سے برتن بھرتا ہے مگر) اپنے پیٹ سے بڑھ کر برا کوئی برتن نہ بھرتا ہوگا۔ آدمی کو (زندہ رہنے کے) لئے بس اتنا ہی کافی ہے کہ چند چھوٹے چھوٹے لقمے کھالے جس کی وجہ سے اسکی پیٹھ (اور کمر) کسی رہے (کہ اپنے فرائض ادا کرسکے) اور اگر آدمی کا نفس اس پر غالب آجائے، وہ اس "قوت لایموت" پر راضی نہ ہو تو پھر یہ کرے کہ پیٹ کا تہائی کھانے کیلئے، تہائی پانی کیلئے، تہائی سانس کی آمد و رفت کیلئے رکھے۔

تشریح: حدیث شریف میں زیادہ خوری کے معاملہ میں پیٹ کی سینہ زوری کی برائی کی گئی ہے۔ اور فرمایا گیا ہے کہ انسان جسے اپنی زندگی میں خدا جانے کیسے کیسے اور کتنے بڑے اور چھوٹے برتنوں کے بھرنے کی نوبت آتی رہتی ہے مگر انسان نے ظالم پیٹ سے بڑھ کر برا کوئی دوسرا برتن یقیناً نہ بھرا ہوگا۔ کہ یہ برتن ہر دم "ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ" (کیا کھانے کیلئے کچھ اور ہے) کی صدا لگاتا رہتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ انسان کی ساری بیماریوں کی جڑ یہی "بسیار خوری" اور زیادہ خوری ہے۔ تخمہ اور ہیضہ اسی سے ہوتا ہے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی بیماری کی جڑ کو کاٹنے کیلئے ازراہ شفقت رہنمائی لوگوں کو زیادہ خوری سے باز رکھنے کیلئے فہمائش کا یہ عنوان اختیار فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا کہ انسان کو اپنی زندگی ہی تو پیاری ہے اور اس زندگی کیلئے انسان کو چھوٹے چھوٹے چند لقمے ہی کافی ہیں۔ زندگی کیلئے اتنے کھانے کی بہر حال ضرورت نہیں ہے کہ پیٹ میں اتنا کھانا بھر لیا جائے کہ آدمی کو سانس لینا بھی مشکل ہو جائے۔ اس لئے کھانا بس اتنا ہی ضروری ہے کہ آدمی اپنے فرائض مذہبی اور دنیاوی ذمہ داریاں ادا کرلے۔

اور اگر بالفرض نفس انسانی انسان پر غالب ہو جائے، جس کی وجہ سے کھانے کی تقلیل نہ کی جاسکتی ہو، تو پھر کم از کم اتنا تو ضرور ہی کرے کہ پیٹ کی گنجائش کو دیکھتے ہوئے اسکا ایک تہائی کھانے کیلئے، ایک تہائی پینے کیلئے اور ایک تہائی سانس کی آمدورفت کیلئے رکھ لے کہ اس طرح زندگی کی حفاظت بھی ہو جائے گی اور دینی و دنیاوی فرائض و واجبات بھی ادا ہوتے رہیں گے۔

آخر تو انسان کا مقصدِ تخلیق ادائے بندگی حق ہے جسے بہر حال ادا کرنا ہے۔ اگر بندگی حق ادا نہ ہو تو تخلیق انسانی کی اصل غرض ہی فوت ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید (سورہ ذاریات) میں فرمایا ہے "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ" (میں نے جن وانس کو اسی لئے تو پیدا کیا کہ وہ میری (معرفت حاصل کر کے) عبادت کریں۔

مربی کیلئے ہدایات

او۲۔ حسبِ دستور حدیث زیر درس کو چند بار دہرائیے کہ کچھ لوگ محفوظ کرلیں۔ اسکی تشریح کو اچھی طرح سمجھا کر سنائیے۔

۳۔ اپنے سامعین کو بتلایئے کہ "بدہضمی (ہیضہ)" کی صورت اگر جان بوجھ کر کوئی شخص اختیار کرے اور پھر وہ اسی وجہ سے مرجائے تو اس شخص کو قاتل النفس اور خودکشی کا مرتکب سمجھا جائیگا۔

چنانچہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے کے بارے میں خیریت دریافت کی ان سے بتایا گیا کہ اسے رات کو ہیضہ ہوگیا، تو انھوں نے تعجب کے ساتھ پوچھا کہ ہیضہ ہوگیا؟ لوگوں نے کہا جی ہاں ہیضہ ہوگیا۔ تو فرمایا کہ اگر وہ اسی حالت میں مرگیا تو میں اسکی نماز جنازہ نہ پڑھوں گا یعنی انھوں نے اس صورت کو خودکشی ہی قرار دیا جسکی وجہ سے اس پر نماز جنازہ پڑھنے کیلئے آمادہ نہ تھے۔

(بات آگئی ہے تو یہ مسئلہ صاف ہوجائے کہ خودکشی کو شریعت میں بہت بڑا گناہ بتایا گیا ہے اور حدیث شریف سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ناگواری کے اظہار اور تنبیہ کیلئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خودکشی کرنے والوں کی نماز خود تو نہیں پڑھائی ہے مگر حضرات صحابہؓ کو نماز پڑھنے سے منع نہیں فرمایا ہے۔ بلکہ یوں ارشاد فرمایا کہ اپنے ساتھی کی نماز تم لوگ پڑھ لو۔ اس لئے مسئلہ یہی ہے کہ خودکشی کرنیوالے کی نماز جنازہ تو پڑھی جائیگی لیکن امام وقت اور مقتدیٰ شخص کو یہی چاہئے کہ وہ خود نماز نہ پڑھائیں جس سے اس اقدام خودکشی کی شناعت و قباحت ظاہر ہوجائے۔ رومی۔)

۴۔ اپنے سامعین کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنایئے کہ ایک آدمی کا کھانا دو کو کافی ہوجاتا ہے۔ دو کا کھانا چار آدمیوں کو کافی ہوجاتا ہے اور چار کا کھانا آٹھ آدمیوں کو کافی ہوجاتا ہے۔ اور بتایئے کہ اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کھانے پینے میں زیادتی نہ ہونی چاہئے۔ اور کل کے درس میں جو آیت گزری ہے وہ بھی دلیل کیلئے کافی ہے۔

۵۔ لوگوں کو یہ حدیث یاد دلایئے کہ "اکثر الناس شبعا فی الدنیا اکثرھم جوعا یوم القیمۃ" (جو شخص دنیا میں بہت پیٹ بھر کر کھاتا ہے وہ اسی نسبت سے قیامت میں زیادہ بھوکا ہوگا۔)

گیارہواں درس

۱۱ رجب	قولُ اللہِ تَعالیٰ عزّ وجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (المائدہ ۹۰)

ترجمہ آیت: اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بُت اور فال نکالنے کے پانسے کے تیر یہ سب گندے کام ہیں جو شیطانی کرتوت ہیں، ان سے دور رہو، تاکہ تم فلاح پاجاؤ۔

تشریح: یہ آیت جو آج زیر درس ہے یہ بھی ندارات رحمٰن میں سے ایک ندا ہے جو اس نے اپنے خاص بندوں کو دی ہے، جنھوں نے اپنے آپ کو صاحبِ ایمان بناکر اللہ تعالیٰ کی ندائے خاص کا اہل بنالیا ہے۔ کیونکہ ایمان کی حیثیت انسان کے لئے ویسی ہی ہے جیسی روح کی ہوتی ہے۔ جس طرح روح سے جسم انسانی کو زندگی ملتی ہے، اسی طرح ایمان سے انسان کی روح کو حیات حاصل ہوجاتی ہے۔ ورنہ ایمان کے بغیر کافر انسان روح ایمان نہ ہونے کی وجہ سے بالکل مردہ جیسا ہوتا ہے اسے کسی روحانی کام کا نہ تو حکم دیا جاسکتا ہے، نہ ایسے کاموں سے روکا جاسکتا ہے جن کی وجہ سے اس کی روح آلودگی سے محفوظ ہوسکتی ہو، برخلاف صاحبِ ایمان شخص کے کہ وہ اپنے ایمان کی بدولت زندہ ہے، اور اس زندگی کیوجہ سے وہ اس کا حق رکھتا ہے کہ اسے کسی کار خیر کا حکم دیا جائے اور کسی شر کے کام سے روکا جائے

برخلاف کافر کے، جو ایمان نہ ہونے کی وجہ سے مردہ ہو، اور مردہ کب اس لائق ہوتا ہے کہ وہ کوئی کام کرے یا کسی کام سے باز رہے۔

آیت میں اللہ تعالیٰ نے خمر اور میسر سے دور رہنے کا حکم دیا ہے، تو پہلے ان کی حقیقت معلوم ہونی چاہئے۔ تو سنئے! خمر (شراب) ہر وہ چیز ہے جو عقل پر پردہ ڈال کر انسان کو بے عقل بنا دے، جس کی وجہ سے اسے اچھے برے کی تمیز ہی باقی نہ رہے۔ اور "مَیسِر" جُوا کو کہتے ہیں۔ اسے میسر اس لئے کہا گیا ہے کہ عربی زبان میں "یُسر" آسانی کو کہتے ہیں۔ تو چونکہ مَیسِر (جُوئے) کے ذریعہ دوسرے کا مال بڑی آسانی سے حاصل ہو سکتا ہے اس لئے اسے مَیسِر کہا گیا۔ اور "انصاب" سے مراد بتوں کی مورتیاں ہیں۔ اور "اَزلام" (پالسے) تقسیم کرنے اور فال نکالنے کے تیر کو کہتے ہیں۔ ان مذکورہ چاروں چیزوں (خمر، میسر، انصاب، ازلام) کو رِجس (پلیدی و گندگی) کہہ کر ان سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے غایت رحمت و شفقت سے ان چیزوں سے باز رہنے کا تاکیدی حکم دینے کے ساتھ بچنے کی وجہ بھی بتادی کہ یہ گندی چیزیں ہیں اور ان سے بچنے میں تمھاری فلاح پوشیدہ ہے۔ اور یہ بھی بتادیا کہ یہ شیطانی کام ہیں۔ اسی وجہ سے شیطان ان چیزوں کے جھوٹے فائدے بتا کر لوگوں کو ان میں مبتلا کر دیتا ہے۔ (آج کل اسی شیطانی عمل تزیین کی وجہ سے شراب کو ٹانک کہہ کر "شیر مادر" بنا لیا گیا ہے۔ اور جوئے کو مختلف صورتوں اور طرح طرح کی ترغیبوں کے ساتھ رواج دیا جا رہا ہے۔ متعدد اردو رسالوں میں "انعامی معمے" اور "انعامی سوالات" بھی اسی قمار کی "ماڈرن" صورت ہے۔ جسے بعض دیندار لوگ بھی بے جھجک اختیار کئے ہوئے ہیں۔)

مربّی کیلئے ہدایات

۱ و ۲۔ زیرِ درس آیت کو صحت الفاظ اور تجوید کے ساتھ لوگوں کے سامنے پڑھیئے۔ سامعین بھی دھیرے دھیرے دہراتے رہیں۔ آیت کی مذکورہ تشریح لوگوں کو سمجھا سمجھا کر اور ٹھہر ٹھہر کر سنایئے کہ پوری بات لوگ اچھی طرح سمجھ لیں۔

۳۔ لوگوں کو یہ بات سمجھا دیجئے کہ جو چیزیں مُسکر اور نشہ آور ہیں ان کا استعمال بالکل حرام ہے۔ تھوڑا بھی حرام ہے۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تصریح فرمادی ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ ہر مُسکر حرام ہے۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ آور ہو اسکی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔

۴۔ اپنے سامعین کو بتا دیجئے کہ "میسر" یعنی جُوا اگرچہ بغیر مال کے ہو اور یونہی تفریح کے طور پر کھیلا جائے وہ بھی حرام ہے۔ کیونکہ اللہ تعالٰی نے ان چیزوں کی حرمت کی وجہ یہ بتائی ہے کہ ان کے ذریعہ شیطان تمھارے درمیان بغض وعداوت پیدا کر دیتا ہے اور اس کے بعد پھر ہم سے پوچھا ہے کہ بتاؤ کیا تم ان چیزوں سے باز آجاؤ گے؟ اس سوال کا تقاضا یہی ہے کہ ہم اس کا جواب اثبات میں دیں اور ان چیزوں سے باز رہتے ہوئے کہہ دیں کہ ہم باز آگئے۔

۵۔ لوگوں کو یہ بھی بتا دیجئے کہ پانسہ ڈال کر تقسیم کرنے کے مثل دوسری صورتیں بھی اسی حکم میں ہیں اور وہ بھی حرام ہیں جیسے "رمل کے خطوط" اور "لاٹری کی قرعہ اندازی" وغیرہ۔ یہ سب حرام ہیں۔

بارہواں درس

۱۲ر رجب	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	درس حدیث شریف

حدیث شریف: عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اَوْصَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ فَاِنَّھَا مِفْتَاحُ کُلِّ شَرٍّ۔ وَقَالَ مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِی الدُّنْیَا لَمْ یَشْرَبْھَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا اَنْ یَّتُوْبَ (ابن ماجہ)

ترجمہ حدیث: حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ مجھے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید کے ساتھ (بطور وصیت) یہ نصیحت فرمائی کہ شراب مت پینا، کیونکہ یہ ہر برائی کی کنجی ہے۔ اور آپ نے فرمایا کہ جس نے دنیا میں شراب پی لی وہ آخرت میں (جنت کی) شراب نہ پیئے گا مگر اسی صورت میں جبکہ اس نے دنیا کی شراب نوشی سے توبہ کر لی ہو۔

تشریح: اس روایت حدیث میں حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "اَوْصَانِیْ" کا لفظ روایت میں ذکر کیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی اپنی دینی دعوت وہدایت کو ہر شخص تک پہنچانے اور عام کرنے کے ارادہ سے انفرادی طور پر بھی کوئی ہدایت فرمادیا کرتے تھے۔ اور چونکہ عام طور پر مرنے والے کی وصیت کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے، اس لئے آپ اپنی نصیحت وہدایت کے لئے "وصیت" کا عنوان اختیار فرمالیتے تھے کہ اس پر پوری توجہ کی جائے۔

اسی قسم کی ایک انفرادی نصیحت ووصیت زیر درس حدیث ہے

جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کو شراب سے روکا ہے کہ کبھی شراب نہ پینا، کیونکہ شراب ہر برائی کی جڑ اور اسکی چابی ہے۔ اور خمر و شراب سے مراد ہر نشہ آور چیز ہے۔ شراب کو شر کی کنجی کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اکثر برائیاں شراب نوشی کی وجہ سے ظہور میں آتی ہیں۔ یوں سمجھئے کہ جس نے شراب پی لی اس نے گویا برائیوں کا دروازہ کھٹکھٹایا ہے، اب وہ دروازہ کھل جائے گا۔ ہاں اللہ تعالیٰ ہی کسی کی حفاظت فرمالیں تو دروازہ نہ کھلے گا۔

دوسری روایت میں فرمایا گیا ہے کہ جس نے دنیا میں شراب پی لی وہ آخرت میں (جنت کی) شراب سے محروم رہے گا۔ قابل غور ہے یہ ارشاد جس میں شراب پینے والے کے لئے بڑی اہم اور خطرناک خبر دی گئی ہے کہ دنیا میں شراب پینے والا جنت کی شراب سے محروم رہے گا۔ جس سے لازمی طور پر یہ بات سمجھی جاسکتی ہے کہ وہ داخلۂ جنت سے بھی محروم رہے گا۔ کیونکہ جو شخص بھی جنت میں داخل ہوگا وہ شرابِ جنت بھی پئے گا کہ شراب کی نہر بھی جنت کی ایک نہر ہے۔

اسی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب نوشی سے توبہ کرنے والے کیلئے فرمادیا کہ اپنی توبہ کی وجہ سے نہ شرابِ جنت سے محروم ہوگا نہ جنت سے محروم ہوگا۔ کیونکہ توبہ سے نفس کا تزکیہ ہو جاتا ہے۔ اور شراب نوشی کی عادت سے نفس گندہ اور آلودہ ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے وہ دخولِ جنت کے لائق نہیں ہو پاتا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی حقیقت کا اظہار اس آیت میں فرمایا ہے :-

"وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا" (یعنی وہ شخص گھاٹے اور نقصان میں ہے جس نے اپنے نفس کو گندہ کرلیا۔)

مربی کیلئے ہدایات

۱،۲۔ حدیث زیر درس کو صاف صاف طور پر اچھی طرح سے پڑھئے۔ سامعین دھیرے دھیرے دہراتے رہیں۔ اس کے بعد اسکی تشریح کا ایک ایک جملہ ٹھہر ٹھہر کر اور آسان طریقہ سے سمجھا کر لوگوں کو سنائیے کہ پوری بات لوگ اچھی طرح سمجھ لیں۔

۳۔ حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو درداء کو جو وصیت فرمائی ہے لوگوں کو اسکی طرف متوجہ کیجئے اور انکو تاکید کیجئے کہ وہ اس وصیت کو اپنے اور اپنی اولاد کے حق میں بھی وصیت بنالیں۔ اور اسی کے مطابق عمل کریں۔

۴۔ لوگوں کو شراب نوشی کرنے والے کا انجام بتائیے کہ اگر وہ اسی شراب نوشی کی حالت میں مرگیا تو وہ جنت کی شراب سے محروم رہے گا جس کا لازمی مطلب یہی ہے کہ وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔

۵۔ سامعین کو بتلائیے کہ شراب اُمّ الخبائث اور ام الکبائر ہے۔ تمام برائیوں کی جڑ اور بہت سے کبائر کی جڑ ہے۔ شراب کے نشہ میں آدمی بہت سی برائیوں اور گناہوں کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ کبھی کبھی تو کفر تک کا ارتکاب کر گزرتا ہے۔ (اسی وجہ سے شریعت نے اسے مجرم گردانتے ہوئے اسے کسی رعایت کا مستحق نہیں سمجھا ہے۔ اور حالت نشہ میں دی ہوئی طلاق کو نافذ مانا ہے کہ مجرم جو سزا کا مستحق ہو اس کے لئے کوئی رعایت کیسی ؟۔)

تیرہواں درس

۱۳ار رجب	قولُ اللہِ تعالیٰ عزّوجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا حَسَنًا ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝ (نحل ۶۷)

ترجمہ آیت: اور کھجوروں اور انگوروں کے پھلوں سے تم شراب بنا لیتے ہو، اور عمدہ رزق و غذا بھی۔ جو لوگ عقل رکھتے ہیں ان کے لئے تو اس میں بہت بڑی نشانی ہے (جو خالق کائنات کا پتہ دیتی ہے۔)

تشریح: آیت زیر درس میں اللہ تعالےٰ اپنے علم و حکمت اور اپنی قدرت کی کچھ علامات اور نشانیاں بیان فرما کر لوگوں کو اپنے انعامات و احسانات کی قدر کرنے اور ان کا شکر ادا کرنے کی طرف متوجہ فرما رہے ہیں کہ تم لوگ کھجور اور انگور کے درختوں کے پھلوں کو دیکھو جن سے تم (اپنی پسندیدہ چیز) شراب بنا لیتے ہو، اور اپنی بہترین و عمدہ غذا بھی۔ یہ سب ہماری ہی قدرت و حکمت کی نشانیاں ہیں۔ مگر یہ نشانیاں انہی لوگوں کیلئے ہیں جو عقل و معرفت والے ہیں۔

اس آیت میں شراب کا ذکر بھی ہے۔ مگر یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جس وقت تک شراب حرام نہیں تھی، اور اہل عرب شراب کے رسیا تھے۔ اس لئے ان پر احسان جتانے کے لئے ذکر کر دیا گیا۔ اسکی اچھائی یا

برائی نہیں بیان کی گئی۔ اگلے فقرے میں جہاں کھجور اور انگور کو رزق اور غذا فرمایا گیا ہے وہاں کلمۂ تحسین " رزقاً حسناً" فرمایا ہے۔

یہ رزق حسن کیا ہے؟ کھجور کے درخت سے مختلف نوعیت کی نیم پختہ و پختہ کھجوریں ملتی ہیں، سوکھے ہوئے چھوہارے ملتے ہیں۔ انگور کے درخت سے تازہ انگور، کشمش اور منقے حاصل ہوتے ہیں۔ ان سے سرکہ اور شیرہ بھی ملتا ہے۔ یہ سب چیزیں انسانی زندگی کیلئے کس قدر مفید ہیں۔

اس آیت سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ رہنی چاہیئے کہ حرام شراب انہی دو چیزوں (کھجور اور انگور) سے بنتی ہے۔ ان کے علاوہ گیہوں اور جَو کی شراب یا تاڑی (جو نشہ پیدا کرے) وہ حرام نہ ہوگی، کیونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجمع صحابہؓ میں یہ اعلان فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ نے خمر کو حرام کر دیا ہے۔ لہذا ہر خمر حرام ہے۔

خمر پانچ قسموں کی ہوتی ہے۔ انگور کی، شیرہ کی، کھجور کی، گیہوں کی، جَو کی۔ اور فقہائے امت کا اجماع ہے کہ ہر مُسکِر (نشہ آور چیز) حرام ہے۔

مربی کیلئے ہدایات

۱، ۲۔ آیت درس کو صحت حروف و تجوید کے ساتھ بار بار پڑھئے۔ سامعین بھی صحت کے ساتھ دھیرے دھیرے دُہرائیں۔ آیت کی تشریح میں جو کچھ لکھا گیا ہے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھئے اور لوگوں کو سمجھائیے۔

۳۔ لوگوں کو اللہ تعالےٰ کی بیشمار نعمتوں میں سے خاص خاص نعمتیں یاد دلائیے کہ لوگ نعمتوں کے قدر دان بنیں اور ان پر شکر گزاری کریں جو مزید نعمت کا سبب بنے۔

۴۔ لوگوں کو بتا دیجئے کہ یہ آیت جسمیں شراب کا ذکر کیا گیا ہے یہ شراب کی حرمت سے پہلے کی آیت ہے جسمیں بطور خبر شراب نوشی کا اشارہ آگیا ہے۔ اس سے شراب نوشی کا جواز نہ سمجھا جائے۔ سورۂ مائدہ کی وہ آیات جو نزول قرآن کے آخری دور میں نازل ہوئی ہیں (اور درس ۱۱ میں گزر چکی ہیں) ان میں شراب کی حرمت اور ان سے پرہیز کا صریح حکم موجود ہے۔

۵۔ سامعین کو یہ بھی بتا دیجئے کہ ہر مُسکِر (نشہ آور چیز) خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ بالکل حرام ہے۔ اور آج کل کی مروج بہت سی مشروبات (جو نشہ لاتی ہیں) یہ شراب سے بڑھ کر حرام ہیں۔ کیونکہ ان سے پیدا ہونے والی برائیاں اور ان کے نقصانات شراب سے بڑھے ہوئے ہیں جن کی وجہ سے شراب کو حرام کیا گیا ہے۔

چودھواں درس

۱۴ ار رجب	قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم	درس حدیث شریف

حدیث شریف: عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنَ الْحِنْطَةِ خَمْرًا وَمِنَ الشَّعِيْرِ خَمْرًا وَمِنَ الزَّبِيْبِ خَمْرًا وَمِنَ التَّمْرِ خَمْرًا وَمِنَ الْعَسَلِ خَمْرًا (ابن ماجہ)

ترجمہ حدیث: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گیہوں سے بھی شراب بنتی ہے، جَو سے بھی شراب بنتی ہے، کشمش سے بھی شراب بنتی ہے کھجور سے بھی شراب بنتی ہے اور شہد سے بھی شراب بنتی ہے۔

تشریح: راوی حدیث حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک انصاری صحابی ہیں وہ یہ حدیث روایت کرتے ہیں۔ حدیث شریف کا مطلب بالکل صاف ہے جو اوپر ترجمہ میں لکھا جا چکا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرمارہے ہیں کہ شراب صرف انگور ہی سے نہیں بنتی ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ شراب جس طرح انگور سے بنتی ہے اسی طرح گیہوں، جَو اور کشمش سے بھی بنتی ہے۔ نیز کھجور اور شہد سے بھی بنتی ہے۔

حرمتِ شراب کا منشار تو نشہ آوری ہے۔ جو چیز بھی مُسکر اور نشہ آور

ہو گی اور انسانی عقل پر بے عقلی کا پردہ ڈال دے گی وہ شراب کا حکم حاصل کرے گی اور حرام قرار پائے گی۔ چاہے وہ کسی چیز کا دودھ اور شیرہ ہی کیوں نہ ہو۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱، ۲۔ اپنے سامعین کے سامنے زیر درس حدیث کو بار بار دہرائیے کہ انھیں بھی حدیث یاد ہو جائے۔ اور اس کی اوپر لکھی ہوئی تشریح لوگوں کو اچھی طرح سمجھا دیجئے۔

۳۔ آج کل جو مُسکرات (نشہ آور چیزیں) دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ہیں مثلاً "ہیروئن، کوکین، اور حشیش" وغیرہ ان کی برائی اور نقصانات سے لوگوں کو باخبر کیجئے اور بتا دیجئے کہ ان چیزوں کے ذریعہ ہونے والے نقصانات کو دیکھتے ہوئے آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے کہ ان چیزوں کی حرمت کسی طرح بھی شراب کی حرمت سے کم نہیں ہے۔

۴۔ سامعین کو مسلم و کافر کا فرق سمجھائیے کہ مسلم کا فریضہ امامت و ہدایت کا ہے، اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ نشہ آور چیزوں کی موجودگی پر کسی طرح بھی راضی نہ ہو۔ بلکہ ان کا مقابلہ کر کے ان کا خاتمہ کر دے۔ اگر ہر مسلمان نے اپنا یہ فریضہ ادا کیا ہوتا تو یہ نشہ آور چیزیں کم از کم مسلمانوں میں تو رواج نہ پا سکتیں۔

آج کالجوں اور یونیورسٹیوں میں دیکھا جارہا ہے کہ ان کے طلبہ وطالبات بے دھڑک ان مُسکرات کا استعمال کر رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔

۵۔ اپنے سامعین کو سمجھائیے کہ امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی کا یہی تقاضا ہے کہ ان مروجہ مسکرات (نشہ آور چیزوں) کا پوری طرح مقابلہ کیا جائے، اور ان کے نقصانات سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے۔

پندرہواں درس

۱۵ار رجب	قول اللہ تعالیٰ عزوجل	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: عٰلِیَهُمْ ثِیَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّ اِسْتَبْرَقٌ ز وَحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ج وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ۞ (الدہر ۲۱)

ترجمۂ آیت: اور ان جنتیوں پر سبز باریک ریشم کے لباس ہوں گے اور دبیز ریشم کے لباس ہوں گے۔ اور انھیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور انھیں ان کا پروردگار پاکیزہ شراب پلائے گا۔

تشریح: آج کی زیر درس آیت میں جن اہل جنت کا تذکرہ کیا گیا ہے، یہ وہی ابرار ہیں جن کا ذکر اس سے پہلے کی آیت "اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۞ میں کیا گیا ہے (کہ جنت میں ایسے نیک لوگ (جن کا بیان ہوا ہے) جام شراب پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی۔)

اللہ تعالیٰ نے اپنے ایسے نیک بندوں کے لئے جنت میں جو نعمتیں مہیا کر رکھی ہیں، ان کا بیان فرمانے کے بعد اس کے خاتمہ پر یہ بیان فرمایا ہے ہیں کہ" ان جنتیوں پر سبز باریک ریشم کے لباس ہوں گے۔ اور دبیز ریشم کے لباس ہوں گے"۔ سُندس باریک ریشم کو کہتے ہیں۔ اور استبرق دبیز ریشم کے کپڑے کو کہتے ہیں (جیسے آجکل شنیل مخمل ہوتا ہے۔ اساور، سوار کی جمع ہے

سوار کنگن کو کہتے ہیں۔ (مردوں کیلئے دنیا میں تو زیور جائز نہیں ہے، لیکن جنت میں دنیا کی شریعت نہیں ہوگی) اہل جنت کو یہ کنگن وہ فرشتے پہنائیں گے جو اہل جنت کی خدمت کیلئے مقرر ہیں۔ آیت کے آخر میں فرمایا گیا ہے:۔

"وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا" یہ جنت کی عام شراب نہ ہوگی بلکہ یہ ایک مخصوص شراب ہوگی۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس "شراب" کو اپنی ذات مقدس کے ساتھ منسوب فرمایا ہے (یہ گویا شراب معرفت حق ہوگی جس کا ساقی خداوند عالم خود ہوگا۔)

چنانچہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس "شراب" سے متعلق یہ حدیث نقل فرماتے ہیں کہ اہل جنت جب جنت کو جانے لگیں گے تو وہ ایک ایسے درخت کے پاس سے گزریں گے جس کے تنہ سے دو چشمے جاری ہونگے تو وہ اہل جنت ان میں سے ایک چشمہ کا پانی پئیں گے تو اہل جنت پر جنت کی تروتازگی و شادابی آجائے گی، جس کی وجہ سے انکی جلدیں ہر قسم کے تغیر و کہنگی سے محفوظ ہوجائیں گی ان کے بال پراگندہ نہ ہوں گے۔ پھر وہ لوگ دوسرے چشمے کا پانی پئیں گے جس کی وجہ سے انکی ساری آلودگی و گندگی بدن سے نکل جائے گی۔ تب جنت کے نگراں فرشتے ان سے کہیں گے "سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ" (تم پر سلامتی ہو، تم خوش حال رہو، اب ہمیشہ کیلئے جنت میں داخل ہوجاؤ۔)

مُرَبّی کیلئے ہدایات

۱،۲۔ آیت کو تجوید و ترتیل کے ساتھ بار بار پڑھئے کہ لوگوں کو یاد ہو جائے۔ اور اسکی تشریح کو ٹھہر ٹھہر کر لوگوں کو سنائیے۔ جہاں ضرورت ہو تو مزید وضاحت کے ساتھ بات کو سمجھا دیجئے۔

۳۔ لوگوں کو بتائیے کہ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا السلام کے مردوں پر ریشم کا استعمال حرام ہے، عورتوں کیلئے جائز ہے۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جس مسلمان مرد نے دنیا میں ریشم استعمال کیا (ریشمی لباس پہنا) وہ آخرت میں ریشمی لباس نہ پہنے گا (یعنی جنت میں نہ جائے گا جہاں ریشمی لباس ملے گا)۔ اسی طرح سے آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ " ریشم اور سونا یہ دونوں چیزیں میری امت کی عورتوں کے لئے حلال اور مردوں پر حرام ہیں۔

۴۔ لوگوں کو ماءِ طہور (پاک کرنے والا پانی) اور ماءِ طاہر (پاک پانی) کا فرق بتا دیجئے کہ جو پانی نجاست کو دور کر سکے وہ ماءِ طہور ہے۔ اور جس پانی سے ازالۂ نجاست اور رفع حدث (ناپاکی دور) نہ ہو سکے، وہ ماءِ طاہر کہا جائے گا۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھا دیجئے کہ ماءِ طہور وہ پانی ہے جو اپنی اصلی حالت پر باقی ہو، اس میں کسی دوسری چیز کی آمیزش نہ ہوئی ہو جیسے خالص پاک صاف پانی۔ اور ماءِ طاہر وہ ہے جس میں کسی دوسری چیز کی آمیزش ہو گئی ہو، جیسے عرق گلاب، عرق کیوڑہ سرکہ، زیتون کا تیل وغیرہ۔ ان چیزوں سے رفع حدث نہیں ہو سکتا۔ اور وضو اور غسل نہیں ہو گا۔

سولہواں درس

۱۶ / رجب	قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	درس حدیث شریف

حدیث شریف: اِنَّ الَّذِیْ یَشْرَبُ فِیْ اِنَاءِ الْفِضَّةِ اِنَّمَا یُجَرْجِرُ فِیْ بَطْنِهٖ نَارَ جَهَنَّمَ (متفق علیہ)

وَعَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشُّرْبِ فِیْ اٰنِیَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَقَالَ هِیَ لَهُمْ فِی الدُّنْیَا وَهِیَ لَكُمْ فِی الْاٰخِرَةِ (متفق علیہ وصحیح ابن ماجہ)

ترجمۂ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص چاندی کے برتن میں پانی پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں آگ انڈیل رہا ہے۔

اور حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے چاندی کے برتن میں پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ سونے چاندی کے برتن میں پانی پینا اس دنیا میں کافروں کیلئے ہے اور تم مسلمانوں کیلئے آخرت میں اجازت ہوگی، (وہاں کافر محروم ہوں گے۔)

تشریح: یہ حدیث شریف جو آج زیر درس آئی ہے چاندی سونے کے استعمال کو "حرام" کرنے کیلئے قطعی دلیل ہے۔ جس سے یہ مسئلہ ثابت ہو جاتا ہے کہ امت محمدیہ اسلامیہ پر سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال کرنا قطعاً حرام ہے کیونکہ اس حدیث میں چاندی سونے کے برتنوں کے استعمال پر یہ وعید بیان فرمائی گئی ہے کہ ایسے برتنوں میں پانی پینے والا پانی نہیں پی رہا ہے بلکہ اپنے پیٹ میں دوزخ

کی آگ انڈیل رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان برتنوں کے استعمال پر اس ندازکی وعید شدید اس بات کی کھلی ہوئی قطعی دلیل ہے کہ سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال قطعی حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔

اسی طرح دوسری حدیث شریف میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سونے چاندی کے برتنوں میں پانی پینے سے منع فرمایا ہے اور یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ یہ سونے چاندی کے برتن دنیا میں صرف کافروں ہی کے لئے ہیں مسلمانوں کو ان کے استعمال کی اجازت آخرت میں ہو گی جہاں کفار اس سے محروم رہیں گے۔ چنانچہ اہل ایمان جب جنت میں داخل ہوں گے تو ان کے خدام سونے چاندی کی پلیٹوں میں جنتی میوے اور پھل ان کے لئے پیش کریں گے۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱،۲۔ حسب سابق عمل کیجئے۔

۳۔ سامعین کو بتائیے کہ پانی، دودھ (اسی طرح شربت اور چائے) کا حرام برتن میں پینا جیسے سونے چاندی کے برتن میں پینا حرام ہے اس کے نتیجہ میں پینے والے کے پیٹ میں دوزخ کی آگ قائم ہو جائے گی۔

۴۔ لوگوں کو بتائیے اور نصیحت کیجئے کہ دنیاوی لذت و عیش تھوڑی ہی مدت

کے لئے ہے اور آخرت کی زندگی اور وہاں کی لذت ونعمت بہت زیادہ اور دائمی ہے۔ لہذا عقلمند آدمی کو یہی چاہیے کہ وہ باقی رہنے والی اور زیادہ ملنے والی چیز کو اختیار کرکے تھوڑی اور فنا ہونے والی چیز کو چھوڑ دے۔

چنانچہ کہا گیا ہے کہ اگر یہ دنیا ساری کی ساری سونے ہی کی ہو اور آخرت بالفرض مٹی اور لکڑی ہی کی ہو، تو بھی عقلمند آدمی تو دنیائے فانی کے مقابلہ میں آخرت باقی ہی کو پسند کرے گا۔

۵۔ سامعین کو یہ مسئلہ بھی بتا دیجئے کہ مسلمان کے لئے جس طرح ان برتنوں کا استعمال حرام اور ناجائز ہے اسی طرح سونے چاندی کے برتنوں کو بنانا اور انھیں فروخت کرنا بھی حرام ہے۔ ان باتوں کی وجہ سے بھی مسلمان آخرت میں ان سے محروم رہے گا اور جنت میں داخلہ نہ پائے گا۔

سترہواں درس

درس قرآن مجید	قول اللہ تعالیٰ عزوجل	۱۷ رجب

آیت شریفہ: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ وَاشْکُرُوْا لِلّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ ۝ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَآ اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (البقرۃ، ۲،۱۷۲،۳)

ترجمہ آیت: اے ایمان والو! جو (شرع کی روسے) پاک چیزیں ہم نے تم کو دی ہیں ان میں سے (جو چاہو) کھاؤ (برتو) اور حق تعالیٰ کی شکر گزاری کرتے رہو اگر تم ان کے ساتھ غلامی کا تعلق رکھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر حرام کیا ہے صرف مردار کو، اور خون کو (جو بہتا ہو) اور خنزیر کے گوشت کو (اسی طرح اس کے سب اجزاء کو بھی) اور ایسے جانور کو (جو بقصد تقرب) غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو۔ پھر بھی جو شخص (بھوک سے بہت ہی) بیتاب ہو جائے، بشرطیکہ نہ تو طالب لذت ہو اور نہ (قدر حاجت سے) تجاوز کرنے والا ہو، تو اس شخص پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ واقعی حق تعالیٰ بڑے غفور بڑے رحیم ہیں۔

تشریح: یہ آیت بھی منجملہ ان نوّے آیات کے ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی عزت افزائی فرماتے ہوئے اور ان کے ایمان کو قبول فرماتے ہوئے انھیں "یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" کے عزت افزا مسرت آمیز خطاب سے مخاطب فرمایا ہے

یہ خطاب اس بات کی بھی خبر دے رہا ہے کہ یہ اہل ایمان اپنے ایمان کی وجہ سے ہی اس کے اہل ہیں کہ یہ ندائے ربانی کو گوش ہوش سے سنیں اور پھر دل و جان سے اس کی تعمیل کریں۔

چنانچہ اہل ایمان کو مخاطب فرماتے ہوئے انھیں حکم دیا جارہا ہے، "كُلُوا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ" کہ ہم نے جو چیزیں تم کو دی ہیں ان میں سے حلال چیزوں کو کھاؤ (جو چیزیں حرام ہیں انھیں نہ کھاؤ) وَاشْكُرُوا لِلّٰهِ اور اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرو (کہ اس نے تم کو کیسی کیسی چیزیں بطور انعام بخشیں)

اور یہ شکر اس طرح ادا ہوگا کہ تم اس کی حمد و ثنا کرو، اسکی تعریف و توصیف کرو، اس کی نعمتوں کا اعتراف کرو۔ اور ان نعمتوں کو اسکی مرضی کے مطابق صرف جائز مصارف میں صرف کرو، کہ اس کی بندگی و غلامی کا یہی مطلب ہے اگر تم اسکی بندگی و غلامی کا اقرار کرتے ہو تو تم کو یہی کرنا ہے۔ (پہلی آیت کی تشریح ختم ہوئی۔)

دوسری آیت میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے "اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ الآیۃ"۔ اس آیت شریفہ میں اللہ تعالےٰ نے ایمان والوں کو جملہ "محرّمات" کا شمار کرا دیا، کہ انھیں معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالےٰ نے گنتی کی چند ہی چیزوں کو حرام فرمایا ہے، ان کے علاوہ بقیہ چیزیں "طیّبات" پاک صاف ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے بتادیا کہ یہ چار چیزیں حرام ہیں: (۱) مردار (حلال جانور جو ذبح نہ کیا جاسکا ہو اور اپنی موت مر گیا ہو)۔ (۲) بہتا ہوا خون (۳) خنزیر کا گوشت (۴) وہ جانور جو غیر اللہ کی خوشنودی اور اس کا تقرب حاصل کرنے کیلئے ذبح کیا جائے، اگرچہ ذبح کے وقت "بسم اللہ" بھی کر لی گئی ہو، کہ یہ صورت تو شرک میں داخل ہے

جس کا مرتکب اگر بغیر توبہ حالت شرک پر مر گیا ہو تو بخشا نہ جائے گا، بلکہ اسکی سزا میں داخل جہنم کردیا جائے گا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں سے متعلق ایک حکم اور بتادیا کہ اگر کوئی شخص کسی بھی حلال و پاک چیز کے کھانے پر قادر نہیں ہے، بالکل جان پر بن گئی ہو تو جان بچانے کے لئے بقدر ضرورت جس سے جان بچ جائے، ان چیزوں میں سے کچھ کھا سکتا ہے۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ اس سے مواخذہ نہ فرمائیں گے۔ وہ غفور و رحیم ہیں۔

مربی کیلئے ہدایات

۱،۲۔ دونوں آیتیں تجوید کے ساتھ بار بار پڑھیں کہ لوگوں کو یاد ہو جائیں اور انکی تشریح و تفسیر ٹھہر ٹھہر کر لوگوں کو سنائیں اور سمجھائیں۔

۳۔ لوگوں کو سمجھادیں کہ جس طرح کھانے پینے کی چیزیں حرام بھی ہوتی ہیں اسی طرح پہننے اور استعمال کی چیزیں بھی حرام ہوتی ہیں، ان سے بھی پرہیز ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کا کھانا پینا، پہننا اور استعمال میں لانا حرام کیا ہے ان میں انسانی روح اور بعض صورتوں میں انسانی بدن کو بھی نقصان پہنچتا ہے اس لئے جملہ محرمات سے پرہیز کرے۔

۴۔ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے انعامات کا شکر ادا کرنے پر متوجہ کیجئے کہ یہ شکر بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی کی ایک صورت ہے۔ اور یہ شکر نعمت کی زیادتی کا سبب بھی بنتا ہے۔

اٹھارہواں درس

۱۸ رجب	قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم	درس حدیث شریف

حدیث شریف: یَاأَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰہَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا وَاِنَّ اللّٰہَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِمَا اَمَرَ بِہِ الْمُرْسَلِیْنَ فَقَالَ "یٰاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا، اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ۝ وَقَالَ "یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ وَاشْکُرُوْا لِلّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ ۝" ثُمَّ ذَکَرَ الرَّجُلَ یُطِیْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ یَمُدُّ یَدَیْہِ اِلَی السَّمَاءِ یَارَبِّ یَارَبِّ وَمَطْعَمُہٗ حَرَامٌ وَمَشْرَبُہٗ حَرَامٌ وَمَلْبَسُہٗ حَرَامٌ وَغُذِیَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لَہٗ۔ (رواہ مسلم)

ترجمۂ حدیث وتشریح: اس حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "یا ایھا النّاس (اے لوگو!) فرماکر عام انسانوں کو خطاب فرمایا ہے، جس میں مومن وکافر دونوں ہی شامل ہیں۔ اور آپ نے یہ ندا اس لئے دی ہے کہ تمام لوگوں کو ایک بہت ہی اہم اور قابل فکر بات کی خبر دے کر انھیں فکرمند بنادیں، اور وہ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اپنی ذات کے لحاظ سے ہر طرح پاک وصاف ہیں، اسی وجہ سے وہ صرف انہی چیزوں کو قبول فرماتے ہیں جو ہر طرح پاک وصاف ہوں، چاہے وہ کوئی عقیدہ واعتقاد ہو، یا کوئی بھی قول وعمل ہو، ہر ایک کا پاک وصاف ہونا ضروری ہے

لہٰذا اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کیلئے کوئی بھی عمل کرتا ہے یا کوئی بھی بات کہتا ہے، یا اس سے کوئی بھی دعا مانگتا ہے تو وہ بالکل ہر طرح سے پاک صاف ہونی چاہئے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے متعلق یہ خبر دینے کے بعد یہ خبر بھی دے دی کہ اللہ تعالیٰ کا یہ معاملہ صرف عام ایمان والوں کے ساتھ نہیں ہے، بلکہ اس نے تو اپنے انبیاء و رسل (علیہم السلام) کیلئے بھی یہی معاملہ رکھا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے رسولوں کیلئے ارشاد فرمایا:۔

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ○	اے میرے رسولو! (پیغمبرو!) پاک اور حلال رزق کھاؤ اور اچھے عمل کرو، کیونکہ جو کچھ تم کرتے ہو میں اس کو جانتا ہوں۔

اور جملہ اہل ایمان کیلئے یوں حکم دیا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ○	اے ایمان والو! ہم نے جو کچھ اچھی پاک چیزیں تم کو دی ہیں ان میں سے کھاؤ اور اللہ کی شکر گزاری کرو، اگر تم صرف اسی کی بندگی کرتے ہو (تو یہی کرنا چاہئے)

پھر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شخص کا تذکرہ فرمایا جو طویل سفر کرکے آیا ہو کہ غبار آلود چہرہ ہو رہا ہے، اور بال پراگندہ ہیں اس حالت میں وہ دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر اے پروردگار! اے پروردگار! کہہ کر دعا کرتا ہے۔ حالانکہ اسکی غذا اور اس کا کھانا حرام ہے پینا بھی حرام ہے، پوشاک اور لباس بھی حرام ہے، اور اسے حرام غذا ہی برابر دی گئی ہے۔ تو پھر ایسی صورت میں اسکی دعا کیسے قبول کی جاسکے گی۔

تشریح مصنف شیخ جزائری : حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اپنا ارشاد گرامی "یَآ اَیُّھَا النَّاسُ" (اے لوگو!) کے عام خطاب سے شروع فرمایا ہے جو مومن وکافر دونوں ہی کیلئے عام ہے۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ اس وقت جو بات کہی جا رہی ہے وہ بہت ضروری واہم بات ہے جسے ہر شخص کو سن لینا چاہیئے۔ وہ بات یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ بذات خود بھی طیب وپاکیزہ، ہر عیب سے بری اور منزہ ہیں۔ اسی وجہ سے وہ صرف پاک باتوں اور پاک چیزوں ہی کو قبول فرماتے ہیں۔ کوئی بھی عقیدہ یا عمل اگر پاک نہ ہوگا تو وہ اللہ تعالےٰ کے ہاں مقبول نہ ہوگا۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی دو آیات پڑھ کر یہ بھی بتادیا کہ اللہ تعالےٰ نے یہی حکم اپنے پیغمبروں کو بھی دیا ہے اور عام مومنین کو بھی دیا ہے۔

آگے حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے دعا کی مقبولیت کے معاملہ پر روشنی ڈالی کہ دعا کی مقبولیت کے لئے ضروری ہے کہ دعا کرنے والے کی غذا وخوراک، اس کا کھانا پینا، اس کی پوشاک ولباس بھی پاک صاف اور حلال وطیب ہونا چاہیئے۔ اگر ایسا نہ ہوگا تو دعا مقبول نہ ہوگی کیونکہ اللہ تعالےٰ پاکیزہ بات ہی کو قبول فرماتا ہے۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱،۲۔ زیرِ درس حدیث اور اس کی پوری تشریح بار بار اچھی طرح سامعین کو سنا دیجئے اور سمجھا دیجئے۔

۳۔ سامعین کو بتا دیجئے کہ اللہ تعالےٰ صرف پاکیزہ چیز ہی کو قبول فرماتے ہیں چاہے وہ بات ہو یا عمل ہو یا عقیدہ ہو، جو کچھ ہو پاکیزہ ہو۔

۴۔ سامعین کو یہ بھی سمجھا دیجئے کہ حلال و پاکیزہ کھانا پینا صرف انبیاء علیہم السلام کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر صاحبِ ایمان کو اسکی پابندی کرنا ضروری ہے۔

۵۔ سامعین کو بتائیے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کو رزق و روزی اور صحتِ جسمانی و تندرستی کی نعمتیں دے کر جو انعام فرمایا ہے، یہ صرف اسی لئے ہے کہ بندے اس کی شکر گزاری کریں، جس کا طریقہ یہی ہے کہ اس کی ان نعمتوں کا اقرار و اعتراف کیا جائے اور اس پر اس کی حمد و ثنا کی جائے ان نعمتوں کو صحیح جگہ پر صرف کیا جائے۔ جو شخص شکر ادا نہیں کرتا اور احسان فراموشی کرتا ہے تو اسے ایسا سمجھا جائے گا کہ وہ اللہ تعالےٰ کی دی ہوئی نعمت کو حرام کر کے کھا رہا ہے، جیسے کوئی چوری کی ہوئی چیز کھائی جائے۔

۶۔ لوگوں کو یہ بھی بتا دیجئے کہ حرام چیز کا استعمال مقبولیتِ دعا میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ اس صورت میں دعا آسمان پر جاتی ہی نہیں ہے۔

اُنّیسواں درس

۱۹ / رجب	قَوْلُ اللہِ تَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ ۝ ثُمَّ كُلِیْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِیْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ یَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (النحل ۶۸، ۶۹)

ترجمہ آیت: اور آپ کے پروردگار نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈالدی کہ پہاڑوں میں (کہیں کہیں) اپنے لئے گھر (چھتہ) بنالے اور درختوں پر اور اونچی ٹٹیوں (عمارتوں) پر جسے لوگ بناتے ہیں (اپنا گھر بنالے) پھر ہر قسم کے پھلوں سے کھا، اور اپنے پروردگار کے (سکھلائے ہوئے) صاف راستوں پر (جو تیرے لئے آسان ہیں) چلی چل۔ ان (شہد کی مکھیوں) کے بطن (پیٹ) سے وہ پینے کے لائق چیز نکلتی ہے جس کے رنگ مختلف ہیں، جس میں لوگوں کے لئے شفا ہے بیشک اسمیں غور و فکر کرنے والوں کیلئے بڑی نشانیاں ہیں۔

تشریح: اس آیت میں شہد کی مکھی کے لئے اللہ تعالےٰ کی طرف سے وحی کئے جانے کا ذکر کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شہد کی مکھی کو جس طرح شہد بنانے کے طریقہ کی تعلیم دی جاسکتی تھی اللہ تعالےٰ نے شہد کی مکھی کو وہ طریقہ اس کے حسب حال اسے سمجھا دیا۔ چنانچہ شہد کی مکھی اسی طریقہ پر عمل پیرا ہے کہ پہاڑوں میں اپنے گھر

بنا لیتی ہے جس میں رہتی ہے، اسی طرح درختوں اور لوگوں کے بنائے ہوئے ٹھکانوں میں بھی اپنے گھر بنالیتی ہے۔

شہد کی مکھی یہ سب کام اللہ تعالیٰ کی اسی تعلیم و رہنمائی کے نتیجہ میں کرتی ہے کہ اپنے چھتوں کے آس پاس جو پھل پھول پاتی ہے اسے چوس لیتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی رہنمائی میں وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتی رہتی ہے۔ آتی جاتی رہتی ہے۔

شہد سے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ذکر فرمایا ہے کہ شہد مختلف الالوان ہوتا ہے، کئی رنگ کا ہوتا ہے۔ کوئی شہد تو سفید ہوتا ہے، کوئی سرخ رنگ کا ہوتا ہے کوئی شہد کالے رنگ کا ہوتا ہے، کوئی سرخی آمیز سفید ہوتا ہے یا زردی آمیز سفید ہوتا ہے۔ شہد خواہ کسی رنگ کا ہو اللہ تعالیٰ نے اسے لوگوں کے لئے شفا بنایا اور بتایا ہے۔ یہ شفائے عام ہے۔ اہل ایمان کیلئے بھی شفا ہے اور اہل کفر کیلئے بھی اسی وجہ سے شہد کو بطور دوا استعمال کیا جاتا ہے جسے اللہ تعالیٰ شفا دینا چاہتے ہیں شفا دیتے ہیں، جسے شفار دینا منظور نہیں ہوتا وہ شفا سے محروم ہی رہ جاتا ہے۔

آگے فرمایا کہ شہد کی مکھی کی پیدائش اور بذریعۂ القاء شہد سازی کی تعلیم میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے نشانیاں موجود ہیں۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱، ۲۔ حسبِ دستور سامعین کو آیت شریفہ بار بار سنائیے اور اس کی تشریح اچھی طرح سمجھا دیجئے۔

۳۔ سامعین کو صاف طور پر بتا دیجئے کہ عبادت و بندگی صرف اللہ تعالےٰ ہی کی ہونی چاہیئے جو ہم پر فرض کی گئی ہے۔ معبودِ حقیقی صرف اللہ تعالےٰ ہی ہے اور اسکی منجملہ آیات کے اس کا شہد کی مکھی کو شہد سازی کا طریقہ سمجھانا اور بذریعہ القاء اسکی پوری پوری رہنمائی ہے، جس کی وجہ سے ہمیں شہد جیسی مفید و صحت بخش نعمت حاصل ہوتی ہے۔

۴۔ سامعین کو یہ بھی بتا دیجئے کہ دوا کرنا شرعاً نہ صرف جائز بلکہ مامور بہ بھی ہے۔ ہمیں دوا کا حکم بھی دیا گیا ہے مگر اس اعتقاد کے ساتھ کہ شافیٔ حقیقی اللہ تعالےٰ ہی ہے، شہد یا کوئی دوا فی الحقیقت شافی نہیں ہے جب اللہ تعالےٰ چاہتا ہے تو شفا ہوتی ہے ورنہ نہیں ہوتی۔ لہٰذا ہم دوا کا استعمال اس طور پر کریں کہ ہماری زبان پر شفا کا سوال اللہ تعالےٰ ہی سے برابر ہوتا رہے اور ہمارے دلوں میں یہ یقین بھی رہے کہ شفا اللہ تعالےٰ ہی کے قبضہ و قدرت میں ہے۔

بیسواں درس

۲۰ر رجب	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	درس حدیث شریف

حدیث شریف: عَنْ أُسَامَۃَ بْنِ شَرِیْكٍ قَالَ شَھِدْتُ الْأَعْرَابَ یَسْئَلُوْنَ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَعَلَیْنَا حَرَجٌ فِیْ کَذَا؟ أَعَلَیْنَا حَرَجٌ فِیْ کَذَا؟ فَقَالَ لَھُمْ: نَعَمْ عِبَادَ اللہِ! وَضَعَ اللہُ الْحَرَجَ إِلَّا مَنِ اقْتَرَضَ مِنْ عِرْضِ أَخِیْہِ شَیْئًا فَذَاكَ الَّذِیْ حَرَجٌ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللہِ، ھَلْ عَلَیْنَا جُنَاحٌ أَلَّا نَتَدَاوٰی؟ قَالَ تَدَاوَوْا عِبَادَ اللہِ فَإِنَّ اللہَ سُبْحَانَہٗ لَمْ یَضَعْ دَاءً إِلَّا وَضَعَ مَعَہٗ شِفَاءً إِلَّا الْھَرَمَ. قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللہِ مَا خَیْرُ مَا أُعْطِیَ الْعَبْدُ؟ قَالَ خُلُقٌ حَسَنٌ (صحیح ابن ماجہ)

ترجمۂ حدیث: حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ان گاؤں والوں میں موجود تھا جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دین کی باتیں پوچھ رہے تھے کہ کیا ہم پر اس بارے میں کوئی گناہ ہے؟ کیا اس معاملہ میں ہم پر کوئی حرج اور تنگی ہے؟ تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اللہ کے بندو! اللہ تعالیٰ نے گناہ کی تنگی دور فرما دی ہے، مگر ایسی صورت میں گناہ ہوگا کہ انسان اپنے کسی بھائی کی چغلی کھائے اور اسے بے آبرو کرے، تو یہ صورت تو گناہ ہی ہے، یہ معاف نہیں ہوگی۔

اس کے بعد ان گاؤں والوں نے کہا: یارسول اللہ! کیا ہمیں کوئی گناہ ہوگا

اگر ہم دوا علاج نہ کریں ؟ تو آپ نے فرمایا، اللہ کے بندو! دوا علاج کیا کرو۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے کوئی بھی بیماری ایسی نہیں رکھی ہے جس کی دوا نہ ہو، ہر مرض کے ساتھ ہی اس کی دوا بھی اللہ تعالےٰ نے رکھ دی ہے۔ ہاں صرف بڑھاپا ایک ایسا مرض ہے جس کی دوا نہیں ہے۔ پھر ان لوگوں نے کہا کہ بندے کو جو چیزیں اللہ تعالےٰ کی طرف سے عطا فرمائی گئی ہیں ان میں سب سے بہتر چیز کون سی ہے ؟ آپ نے فرمایا اچھے اخلاق (خدا تعالےٰ کا بہترین عطیہ ہیں۔)

تشریح : حدیث شریف میں "اعراب" کا لفظ آیا ہے (یہ لفظ قرآن مجید میں بھی آیا ہے) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو گاؤں اور دیہات کے رہنے والے ہوں، دین سے واقفیت کے مواقع انھیں زیادہ حاصل نہیں ہوتے۔ تو وہ لوگ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے مختلف باتوں سے متعلق سوال کر رہے تھے کہ کیا ہمیں اس بات میں کوئی گناہ ہے ؟ اس بات میں کوئی حرج ہے یعنی ہم کو اس سے بچنا چاہیئے یا بچنے کی ضرورت نہیں ہے ؟ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اللہ کے بندو! بچنا چاہیئے، اللہ تعالےٰ نے بہت سی باتوں سے حرج و تنگی دور کردی ہے لیکن اگر کوئی شخص عزت و آبرو لے لیتا ہے تو اس میں حرج اور گناہ ہے کیونکہ غیبت حرام ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے " لَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا " (یعنی تم میں سے کوئی پیٹھ پیچھے کسی کی برائی نہ کرے۔)

اس کے بعد صحابۂ کرام رضؓ نے دریافت کیا، یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) اگر ہم دوا علاج نہ کریں تو کیا ہم کوئی گناہ کریں گے ؟ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کے بندو! دوا کیا کرو۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے جو بھی مرض پیدا کیا ہے اسی کے ساتھ ہی ہر مرض کی (دوا اور دوا کے ساتھ) شفا بھی رکھ دی ہے۔ ہاں بڑھاپا ایک ایسی بیماری ہے

جس کا علاج نہیں ہے۔ پھر ان لوگوں نے پوچھا کہ اگر وہ لوگ دوا نہ کریں تو کیسا گنہگار ہوں گے؟ تو پھر آپ نے انھیں دوا کرنے کا حکم دیا کہ دوا کیا کرو۔ پھر ان لوگوں نے پوچھا کہ انسان کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے سب سے اچھی کیا چیز دی جاتی ہے تو آپ نے جواب دیا کہ لوگوں کو دنیا میں جو چیزیں اللہ تعالےٰ کی طرف سے دی جاتی ہیں ان میں سب سے بہتر چیز خُلق حسن (اچھے اخلاق) ہیں۔ اور واقعہ بھی یہی ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱، ۲۔ حسب دستور عمل کریں۔

۳۔ سامعین کو بتا دیجئے کہ جو چیزیں مباح اور جائز ہیں ان کے کرنے یا نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے اور غیبت یعنی کسی کی پیٹھ پیچھے اس کی برائی کرنا یہ تو بہت بڑا گناہ اور حرام ہے۔

۴۔ سامعین کو بتا دیجئے کہ دوا کرنا ترک دوا سے بہتر ہے۔ بشرطیکہ دوا میں کوئی حرام چیز استعمال نہ ہو رہی ہو۔ حرام چیز کا استعمال حرام ہے اس سے دوا نہ کی جائے۔

۵۔ سامعین کو بتائیے کہ انسان کو جو چیزیں اللہ تعالےٰ کی طرف سے دی جاتی ہیں ان میں سب سے بہتر عطیہ خلق حسن یعنی اچھے اخلاق ہیں۔

اکیسواں درس

۲۱؍ رجب	قولُ اللہِ تعالیٰ عزّوجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ تَحِیَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَیِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ (النور ۶۱)

ترجمۂ آیت: جب تم اپنے گھروں میں جانے لگو تو اپنے لوگوں کو (یعنی وہاں جو مسلمان ہوں ان کو) سلام کرلیا کرو (جوکہ) دعا کے طور پر (ہے) اور جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے اور برکت والی عمدہ بات ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے اپنے احکام بیان فرماتا ہے تاکہ تم سمجھو (اور عمل کرو) (خلاصۂ تفسیر از معارف القرآن ص ۴۴۹ ج ۶)

تشریح: آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اہل ایمان بندوں کو یہ ہدایت فرمائی ہے کہ تم میں سے کوئی بھی جب کسی گھر میں داخل ہو (خواہ اپنے گھر میں یا کسی دوسرے مسلمان بھائی کے گھر میں) تو گھر میں موجود لوگوں کو سلام کرے۔ اگر مکان خالی ہو، کوئی موجود نہ ہو، تو ایسی صورت میں داخل ہونے والا اس طرح ان الفاظ میں سلام کرے:۔ "اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ" اور اگر مکان میں کوئی موجود ہو تو پھر اسی مشروع طریقہ پر "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ" کہہ کر سلام کرے جس کا جواب وہی "وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَ رحمۃ اللہ وبرکاتہٗ" کا مسنون طریقہ ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "تَحِیَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً

طَيِّبَةً " یعنی یہ سلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس سلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس سلام کا حکم اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے دیا گیا ہے اور اس لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ بذات خود بھی مسلّم سلام ہے اور وہی ہر سلامتی کا سر چشمہ ہے۔ اور اس سلام کو مبارک کے ساتھ ساتھ "طیّبہ" اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ اسلامی سلام اہل ایمان کے درمیان ربط و تعلق اور برادرانہ محبت و مودت کا ذریعہ ہے جس کے مشاہدہ و تجربہ کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

اس اسلامی سلام " اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ " کی یہ تاریخی اہمیت بھی ہے کہ بذات خود حق تعالیٰ نے بھی اسی صیغۂ سلام کے ساتھ ہمارے باوا سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کو سلام کیا تھا اور ان سے یہ فرما دیا تھا کہ یہی طریقۂ سلام تمھارے لئے اور تمھاری ذریت کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ (اس ارشاد کی روشنی میں سمجھا جا سکتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی جن اولادوں نے یہ طریقۂ اسلام اختیار نہیں کیا ہے وہ انکی نافرمان و ناخلف اولاد ہیں جنھیں "کپوت" کہنا چاہیئے۔)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے اہل ایمان! اللہ تعالیٰ اسی طرح تمھارے لئے تمھاری شناخت کی نشانیاں بھی بیان فرماتے رہتے ہیں، جس طرح دین کے دوسرے احکام و آداب بتاتے رہتے ہیں کہ تم کو دین کی سمجھ حاصل ہو جائے۔ تو اپنے حق میں مفید باتوں پر عمل کرو، اور جو باتیں نقصان دہ اور موجب خسارہ ہوں ان سے پرہیز کرو۔

مربّی کیلئے ہدایات

۲،۱۔ حسب معمول زیر عمل رہے۔

۳۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ " السّلامُ عَلَیکُم " کے الفاظ کے ساتھ سلام کرنا اسلام کی سنت ہے، اور سلام کا جواب دینا واجب ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سلام کے جواب کا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔

" وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّۃٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا "

(اور جب تمھیں " سلام " کے ذریعہ سلام کہا جائے تو تم اس سے اچھے الفاظ میں جواب دو یا وہی الفاظ تم بھی لوٹا دو۔)

حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا: " اُعْبُدُوا الرَّحْمٰنَ وَاَفْشُوا السَّلَامَ " (خدائے رحمٰن کی عبادت کیا کرو اور " سلام " کو اپنے درمیان رواج دے کر معاشرے میں پھیلاؤ۔) ابن ماجہ

۴۔ سامعین کو یہ بھی بتائیے کہ سلام کے معاملہ میں شریعت نے یہ ترتیب بتائی ہے کہ سوار شخص پیدل چلنے والے کو سلام کرے (اسے یہ شان نہ کرنی چاہئے کہ میں بڑا آدمی اس چھوٹے کو سلام کیوں کروں۔) اور راہ چلتا آدمی بیٹھے ہوئے کو سلام کرے۔ اور کم تعداد کے لوگ زیادہ تعداد والوں کو سلام کریں۔ (متفق علیہ)

بائیسواں ۲۲ درس

۲۲ رجب | قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم | درس حدیث شریف

احادیث شریفہ: عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قُلْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) اَیَنْحَنِیْ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ؟ قَالَ لَا۔ قُلْنَا اَیُعَانِقُ بَعْضُنَا بَعْضًا قَالَ لَا، وَلٰکِنْ تَصَافَحُوْا (صحیح ابن ماجہ)

وَعَنِ الْبَرَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَامِنْ مُسْلِمَیْنِ یَلْتَقِیَانِ فَیَتَصَافَحَانِ اِلَّا غُفِرَ لَھُمَا قَبْلَ اَنْ یَتَفَرَّقَا (صحیح ابن ماجہ)

ترجمہ احادیث: حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگوں نے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے استفسار کرتے ہوئے عرض کیا کہ ہم میں سے کوئی ایک کسی دوسرے کے لیئے (سلام کرتے ہوئے) جھک جایا کرے؟ آپ نے فرمایا، نہیں! ہم نے عرض کیا، کیا ہم میں سے کوئی ایک دوسرے سے گلے ملا کرے معانقہ کیا کرے؟ آپ نے فرمایا، نہیں! لیکن مصافحہ کرلیا کرو۔

حضرت براء رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بھی کوئی دو مسلمان ملاقات کرتے ہوئے مصافحہ کرتے ہیں تو ایک دوسرے سے علیحدہ ہونے بھی نہیں پاتا ہے کہ ان دونوں کی مغفرت کردی جاتی ہے۔

تشریح: مصنف کتاب حضرت شیخ جزائری حدیث کی تشریح کرتے ہوئے

فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے حضرات صحابہؓ نے کسی ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان کے لئے جھکنے سے متعلق جو سوال کیا تھا اسکی غرض یہی تھی کہ وہ پوچھنا چاہتے تھے کہ کسی کا کسی دوسرے کیلئے جھکنا جائز ہے یا نہیں؟ تو آپ نے جواب میں فرمادیا کہ یہ صورت جائز نہیں ہے۔ اس موقع پر حدیث شریف میں عربی لفظ "اِنحنا" آیا ہے۔ جسکی تشریح یوں کی ہے کہ اپنا سر اور بدن کا اوپری حصہ سینہ اور کمر تک جھکا کر سلام کرے یا اظہار تعظیم کرے۔ اس قسم کے سلام کو "فرشی سلام" کہا جاتا ہے۔ اس میں رکوع جیسی صورت ہو جاتی ہے۔ اور رکوع و سجدہ عبادت ہے جو صرف اللہ تعالےٰ ہی کیلئے ہونا چاہئے۔ آگے یہ سوال کیا گیا ہے کہ کیا ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے معانقہ کر سکتا ہے؟ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمادیا۔ لیکن اس موقع پر آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے معانقہ کی ممانعت کے ساتھ ہی اس کا بدل تجویز فرمادیا کہ سلام کے بعد مصافحہ کر لیا کرو (احقر مترجم عرض کرتا ہے کہ معانقہ کی ممانعت مطلقاً نہیں کی گئی ہے، بلکہ دوسری حدیث میں سفر سے آنے پر معانقہ کا حکم بھی ملتا ہے۔ اس لئے اس ممانعت میں سفر سے آنے کا معانقہ داخل نہیں ہے۔)

اس کے بعد شیخ جزائری نے اپنے مسلک کے مطابق مصافحہ کا طریقہ بتایا کہ دونوں ملنے والے اپنی ایک ہتھیلی دوسرے کی ہتھیلی پر رکھ دیں (لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے مطابق مصافحہ دونوں ہاتھوں سے کیا جائے گا، ہر شخص کی ہتھیلی اپنے ساتھی کی ہتھیلیوں کے بیچ میں رہے گی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "المصافحۃ بالیدین" کے عنوان سے ایک باب قائم کیا ہے جس سے یہی ثابت کیا ہے کہ مصافحہ دونوں ہاتھوں سے ہونا چاہئے پھر

آجکل تو ایک ہاتھ سے مصافحہ انگریزوں اور نیچریوں کا طریقہ ہے اس سے احتراز کرنا چاہئے کہ ان کی مشابہت ہوتی ہے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱،۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ سامعین کو متنبہ کر دیجئے کہ جب غیر اللہ کے لئے انحنا (تعظیماً جھکنا) ممنوع ہے تو غیر اللہ کے لئے رکوع و سجدہ تو بدرجۂ اولیٰ ممنوع ہوگا۔

۴۔ سامعین کو بتادیں کہ معانقہ عام حالات میں تو غیر مسنون اور خلاف سنت ہی ہے، لیکن سفر سے آنے کی صورت میں یا بہت دنوں کے بعد ملاقات ہونے پر معانقہ کیا جا سکتا ہے۔

۵۔ سامعین کو یہ بھی بتادیں کہ مصافحہ پر مغفرت ذنوب کی بات تو یہ اللہ تعالیٰ کا ایک انعام ہے اس لئے یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ ہر مصافحہ پر گناہوں کی مغفرت بھی ضرور ہوگی۔ اور یہ مغفرت بھی بظاہر تو صغائر ہی کی ہوگی۔

تیئسواں درس

۲۳ر رجب	قولُ اللہِ تعالیٰ عزّ وجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ : وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ط (النساء ۳۶)

ترجمہ آیت : اور اچھا سلوک کرو صاحب قرابت پڑوسی کے ساتھ اور ہر طرح کے عام پڑوسیوں کے ساتھ (خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم) اور اپنے ہم پہلو (ساتھ رہنے والے) کے ساتھ اور مسافر و پردیسی کے ساتھ اور اپنے ماتحت لوگوں کے ساتھ۔

تشریح : یہ چند قرآنی کلمات اور فقرے ہیں جو سورۂ نساء کی چھتیسویں آیت سے ماخوذ ہیں۔ ان میں اللہ تعالےٰ نے چند اصحاب حقوق کا ذکر فرمایا ہے ۔ ان اصحاب حقوق سے پہلے اسی آیت میں پانچ اصحاب حقوق اور بھی مذکور ہو چکے ہیں۔ وہ پانچ اصحاب حقوق تو یہ ہیں :۔

(۱) اللہ تعالےٰ ، جس کا حق یہ بتایا گیا ہے کہ عبادت و بندگی اور غلامی صرف اسی ذات واحد کی کی جائے، کسی اور کو اس کا شریک اور ساتھی نہ بنایا جائے۔ (۲) دوسرے صاحب حق والدین ہیں۔ ان (دونوں ہی) کا حق یہ ہے کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کیا جائے، ان کے ساتھ بھلائی کی جائے اور تکلیف و پریشانی سے انھیں بچایا جائے اور شریعت کی حدود میں

ان کی اطاعت وفرماں برداری بھی کی جائے۔ (۳) تیسرے اصحاب حقوق رشتہ دار اہل قرابت ہیں۔ ان کا حق یہ ہے کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ ہو اور صلہ رحمی کی جائے، بے تعلقی اور قطع رحمی سے بچا جائے۔ (۴) چوتھے اصحاب حق یتیم بچے ہیں، ان کا حق بھی حسن سلوک ہے کہ ان کے کھانے پینے اور کپڑے کا بندوبست کیا جائے۔ اگر انھیں میراث میں مال ملا ہو تو اسکی حفاظت کی جائے، ان کی نشو و نما و پرورش اور تعلیم و تربیت کی نگرانی کی جائے۔ (۵) پانچویں اصحاب حقوق مسکین لوگ ہیں۔ ان کے حقوق بھی یہی ہیں کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے، کھانا کھلایا جائے، رہنے کو ٹھکانہ دیا جائے۔ اور اپنے سلوک کا احسان جتا کر یا کسی اور طرح انھیں ایذا بھی نہ دی جائے۔ (اور یہاں مذکور پانچ یہ ہیں) : (۶) چھٹا صاحب حق جار (پڑوسی) ہے۔ یہ تین قسموں پر منقسم ہے۔ ایک جار (پڑوسی) تو وہ ہے جو صاحب قرابت رشتہ دار ہے دوسرا جار کوئی اجنبی پڑوسی ہے۔ اسکی بھی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ یہ اجنبی پڑوسی مسلمان ہو، دوسرے یہ کہ یہ پڑوسی غیر مسلم ہو۔ ان تین قسموں کے پڑوسیوں میں قرابت دار پڑوسی کے تین حق ہیں، اور اجنبی مسلم پڑوسی کے دو حق ہیں۔ اور اجنبی غیر مسلم پڑوسی کا ایک حق ہے۔ اور ان تینوں ہی قسم کے پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ تو بہر حال رہے گا۔

(۸) آٹھواں صاحب حق صاحب بالجنب (پہلو کا ساتھی) ہے۔ عام طور پر عام طور پر اسی سے بیوی مراد لی جاتی ہے۔ اس کے مفہوم میں بھائی، ملازم اور شاگرد وغیرہ بھی آجاتے ہیں۔ ان کا حق بھی یہی ہے کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔ کوئی تکلیف نہ پہنچائی جائے۔

(۹) نواں صاحب حق مسافر پردیسی ہے۔ اس کا حق یہ ہے کہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے، اس کے جان ومال کی حفاظت کی جائے، راستہ بھول گیا ہو تو راستہ بتا دیا جائے، اس کے کھانے پینے کا بندوبست کیا جائے، سواری کی ضرورت ہو تو اس کا انتظام کردے۔ (۱۰) دسویں صاحب حق غلام اور باندی ہیں، ان کے ساتھ بھی حسن سلوک کرے، جو خود کھاتا ہو ان کو بھی کھلائے، جیسے کپڑے پہنتا ہو انھیں بھی پہنائے، اور طاقت وبرداشت سے زیادہ ان سے کام نہ لے۔ اور اگر کوئی ایسا کام ان سے لے تو اسمیں خود بھی انکی مدد کرے۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱، ۲ حسب معمول جاری رکھیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ ان دس۱۰ حقوق میں سب سے مقدم اور سب سے ضروری حق اللہ تعالٰی کا ہے، پھر اس کے بعد والدین کے حقوق ہیں، پھر اہل قرابت رشتہ داروں کے حقوق ہیں۔ پھر آگے بھی ترتیب مذکور کے مطابق ہیں۔

۴۔ اپنے سامعین کو ان دس۱۰ حقوق کی ادائیگی پر آمادہ کیجئے اور یہ بھی سمجھا دیجئے کہ اللہ تعالٰی کے حقوق کی ادائیگی کا طریقہ یہی ہے کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے، کسی قسم کی عبادت میں اس کا کوئی شریک نہ ٹھہرایا جائے اور اس کے ذکر وشکر میں مشغول رہا جائے۔ بندوں پر جو اس کے انعامات واحسانات ہیں ان کا شکر ادا کیا جائے۔

چوبیسواں درس

۲۴ رجب	قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	درس حدیث شریف

حدیث شریف: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُحْسِنْ اِلٰى جَارِهٖ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَسْكُتْ۔ (صحیح ابن ماجہ)

ترجمۂ حدیث: حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہو اور آخرت پر بھی ایمان رکھتا ہو تو اسے چاہیئے کہ اپنے پڑوسی کے ساتھ (خواہ وہ مسلم یا غیر مسلم) وہ اچھا برتاؤ رکھے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو تو اسے چاہیئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور روز آخرت کا اعتقاد رکھتا ہو، اسے چاہیئے کہ بھلی ہی بات کہے ورنہ خاموشی اختیار کرے۔

تشریح: اس حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ نے جملہ اہل ایمان کو تین ہدایات ارشاد فرمائی ہیں:-

پہلی ہدایت: یہ کہ جو شخص اللہ و رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر اور آخرت (کے حساب و کتاب اور جزا و سزا) پر ایمان رکھتا ہو تو اسے چاہیئے کہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص صرف خدا تعالیٰ ہی کو اپنا معبود مانتا اور آخرت پر یقین رکھتا ہو، اس کے حساب کتاب، جنت کی نعمتوں

اور دوزخ کے عذابوں کو مانتا ہو، تو وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرے اسی میں اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی حاصل ہوگی۔ حسن سلوک یہ ہے کہ اس کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کیا جائے اسے کوئی نقصان اور تکلیف نہ پہنچائے۔

دوسری ہدایت: یہ کہ جو شخص اللہ و رسول ؐ اور روز آخرت پر (یعنی اسکی جزاو سزا پر) ایمان واعتقاد رکھتا ہو تو اپنے مہمان کا اکرام کرے (بظاہر یہاں بھی یہ شرط نہیں ہے کہ وہ مہمان مسلمان ہی ہو، غیر مسلم مہمان بھی مہمان کا مصداق تو مانا جائے گا) مہمان کا اکرام از روئے حدیث یہ بتایا گیا ہے کہ مہمانی کی مدت زائد سے زائد تین دن ہے. اس مدت میں اس کو ٹھہرنے کی جگہ دے اور اس کے کھانے پینے کا بندوبست کرے۔

تیسری ہدایت: یہ کہ جو شخص بھی خدا ورسول اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو، تو اگر وہ اپنے ایمان میں صادق وکامل ہو تو اسے یہ پابندی ملحوظ رکھنی چاہیئے کہ جب کچھ کہنا چاہے تو کہنے سے پہلے ہی یہ سوچ لے کہ وہ جو کچھ کہنا چاہتا ہے وہ کوئی مفید اور بھلائی کی بات ہے یا نقصان دہ اور شر کی بات ہے۔ اگر بھلائی کی بات ہو تو وہ بات کہے ورنہ خاموشی ہی اختیار کرے۔

یہ ہے مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کا ایک بہترین اصلاحی لائحہ عمل، جبتک امت مسلمہ اس لائحہ عمل پر کاربند رہی کمال وترقی کی منزل کی طرف گامزن رہی، سعادت وکامرانی اس کے قدم چومتی رہی۔ کیونکہ یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ دنیا میں ہر بھلائی اور برائی کی جڑ انسانی زبان ہی ہے۔ اچھی بات اچھائی کو جنم دیتی ہے اور بری بات سے برائی ہی پھیلتی ہے۔ جب بھی اس لائحہ عمل کو اختیار کیا جائے گا اس کے فوائد وثمرات ضرور حاصل ہوں گے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱،۲۔ حسب معمول جاری رکھیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو قیامت میں سب کو زندہ کئے جانے اور ہر عمل کا بدلہ پانے کا عقیدہ اچھی طرح سمجھائیے کیونکہ بعث وآخرت کا یہی عقیدہ انسان کو عمل خیر پر ابھارتا اور معصیت کے ارتکاب سے دور رکھتا ہے۔

۴۔ اپنے سامعین کو پڑوسی اور مہمان کے حقوق سے آگاہ کیجئے کہ دین اسلام میں ان دونوں ہی کے حقوق ہیں۔

۵۔ سامعین کو یاد دلائیے کہ سکوت وخاموشی سلامتی کی کنجی ہے۔ جس کے قابو میں اسکی زبان ہوتی ہے وہ اپنے معاملات کا مالک رہتا ہے، ہر معاملہ اپنے قابو میں رہتا ہے۔ جس کی زبان اس کے قابو میں نہیں رہتی اسکی زندگی نقصان میں رہتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اسے (زبان کو) روکے رکھو تو معاذ (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) نے کہا کہ کیا ہم لوگ اپنی گفتگو اور اپنی باتوں پر بھی پکڑے جائیں گے؟ تو حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! تم کیا سمجھتے ہو کہ لوگ یونہی دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے؟ انھیں انکی باتیں (زبان کی کھیتیاں) ہی دوزخ میں اوندھے منہ گرائیں گی۔

پچیسواں درس

۲۵ر رجب	قَولُ اللهِ تَعَالیٰ عَزَّوَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ (التوبۃ ۷۱)

ترجمۂ آیت: اور اہل ایمان مرد اور اہل ایمان عورتیں یہ سب ایک دوسرے کے دوست ہیں۔

تشریح: آیت شریفہ میں اللہ تعالےٰ نے یہ حقیقت واضح فرمائی ہے کہ تمام اہل ایمان جو اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے ہیں اور صدق دل سے یہ اعتقاد بھی رکھتے ہیں کہ روز حشر وہ خدا تعالےٰ کے روبرو پیش ہو کر اپنے اعمال کے جوابدہ بھی ہوں گے، ایسے سچے پکے مسلمان باہم ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور انکی اس دوستی کا منشار اس کے دو بنیادی عوامل ہیں جنکی وجہ سے وہ دوستی وجود میں آتی ہے اور انہی کی پائداری سے مستحکم ہوتی ہے۔ ایک عامل محبت ہے اور دوسرا عامل نصرت ہے۔

اور نصرت کا پتہ اس وقت چلتا ہے جب کوئی اہل ایمان اپنے مومن دوست کو ایسے وقت میں بے یار و مددگار نہ چھوڑ دے جب اسے کسی کی نصرت و مدد کی ضرورت ہو۔ چنانچہ اسی جذبۂ نصرت کا تقاضا یہ بھی ہونا چاہئے کہ کوئی مومن اگر کسی وقت اپنے دوسرے مومن بھائی کو مبتلائے معصیت اور مرتکب گناہ دیکھ رہا ہے تو وہ اسے اسی حالت میں نہ چھوڑ دے بلکہ حق نصرت ادا کرتے ہوئے

اسے اس معصیت و گناہ سے بچانے کی تدبیر کرے۔ اسی طرح ایک مومن کی دوسرے مومن کے ساتھ محبت کے بھی کچھ تقاضے ہیں:۔

مثلاً ان میں سے ایک تقاضائے محبت یہ ہے کہ مومن بھائی کو جب چھینک آئے اور وہ "الحمد للہ" کہے تو یہ اس کیلئے دعائے رحمت کرے۔ اسی طرح جب وہ مریض ہو تو یہ عیادت و مزاج پرسی کرے۔ وہ اگر راستہ بھٹک گیا ہو تو یہ اسکی رہنمائی کرے۔ اگر وہ اس سے نصیحت چاہے تو اسے نصیحت کرے۔

اور اسی محبت کا تقاضا یہ بھی ہے کہ اپنے مومن بھائی کیلئے بھی وہی پسند کرے جو وہ خود اپنے لئے پسند کرتا ہو۔ اور یہ کیفیت حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس حدیث کے مطابق ہے کہ "تم میں سے کوئی شخص بھی اس وقت تک مومن کامل نہ ہوگا جبتک کہ وہ اپنے مومن بھائی کے لئے بھی وہی پسند نہ کرے جو وہ خود اپنے لئے چاہتا ہے۔ اور اس کا لازمی مطلب یہ بھی ہے کہ وہ جس بات کو اپنے لئے بری سمجھتا ہے اپنے مومن بھائی کے لئے بھی اسے برا سمجھے اور پسند نہ کرے۔

مربی کیلئے ہدایات

۱،۲۔ پر عمل حسب معمول جاری رکھیں کہ زیر درس آیت شریفہ کو بار بار پڑھیں اور تشریح کو اچھی طرح سمجھاویں۔

۳۔ اپنے سامعین کو بتا دیجئے کہ اہل ایمان کی باہم دوستی اور اہل کفر سے علیحدگی و بے تعلقی تقاضائے ایمان ہے لہذا تمام اہل ایمان باہم ایک دوسرے سے بعض بعض کے دوست ہیں اور اہل کفر کے ساتھ بعض بعض دوسروں کے

دشمن ہیں، انہیں دینی حیثیت سے ربط و اتحاد اور دوستی ہو ہی نہیں سکتی۔ (دنیاوی معاملات اور انسانیت پر مبنی دوستی و ہمدردی علیحدہ بات ہے اور وہ پورے عالم انسانیت میں ملحوظ رکھی جائیگی) چنانچہ آیت قرآنی لَا تَجِدُ قَوۡمًا یُّؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ الآیۃ میں یہی بات کہی گئی ہے کہ (اے ہمارے رسول آپ ایسی قوم نہ پائیں گے جو اللہ تعالےٰ پر اور روز آخرت پر ایمان و اعتقاد رکھتے ہوئے ان لوگوں سے دلی دوستی رکھیں جو خدا تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے دشمنی و بیزاری کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں، اگرچہ یہ دشمنان خدا و رسول ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا ان کے اہل خاندان ہی کیوں نہ ہوں (اہل ایمان ان سے دلی دوستی نہیں رکھتے ہیں۔)

۴۔ اپنے سامعین کو یاد دلایئے کہ اہل ایمان کو اہل کفر کے مقابلہ میں تو پختہ ثابت قدم اور سخت ہونا چاہیئے اور اپنے بھائیوں کیلئے رحمدل اور آمادۂ خدمت منکسر مزاج ہونا چاہیئے۔

۵۔ اپنے سامعین کو موالات بین المومنین (اہل ایمان کی باہم دوستی) کی حقیقت سمجھایئے کہ اس کا مطلب یہی ہے کہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے سے دلی محبت رکھیں، اپنے مومن بھائی کی نصرت کریں۔

اہل ایمان میں اگر باہم دلی محبت اور جذبۂ نصرت نہیں ہے تو پھر سمجھ لیجئے کہ ان میں فی الحقیقت ولائے ایمانی ہی نہیں ہے بلکہ اسے تو دشمنی ہی کہا جائیگا اللہ تعالےٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ آمین!

چھبیسواں درس

٢٦ ر رجب	قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	درس حدیث شریف

حدیث شریف: إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلْيَرُدَّ عَلَيْهِ مَنْ حَوْلَهُ: يَرْحَمُكَ اللّٰهُ وَلْيَرُدَّ عَلَيْهِمْ يَهْدِيكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ۔ (صحیح ابن ماجہ عن علیؓ والبخاری عن ابی ہریرۃ)

ترجمۂ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو "الحمد للہ" کہے۔ اور جو لوگ اس کے ارد گرد بیٹھے ہوں اس شخص کیلئے "یرحمک اللہ" کہیں (اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے) پھر چھینکنے والا ان لوگوں کے لئے دعائے ہدایت دیتے ہوئے کہے "یہدیکم اللہ ویصلح بالکم (اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو راہ راست پر رکھیں اور آپ کے دل کو درست رکھیں)۔

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حدیث شریف میں ارشاد فرمایا ہے کہ تم میں سے کسی شخص کو جب چھینک آئے تو اسے چاہئے کہ "الحمد للہ" کہہ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے (اس شکر کی ضرورت اسوقت سمجھ میں آجاتی ہے جب کسی وقت چھینک آتے آتے رک جاتی ہے۔ اور ایسا اس وقت ہو جاتا ہے جب چھینک آنے کے وقت آدمی کسی دوسرے کام میں مشغول رہتا ہے اور اس کی توجہ ہٹی رہتی ہے۔ اس وجہ سے یہ خیال رہنا چاہئے کہ جب چھینک آنے کو ہو تو پوری طرح چھینک لینے کیلئے متوجہ رہے۔)

اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھینک لینے والا جب الحمد للہ کہے، تو وہاں جو لوگ موجود ہوں انھیں چاہیئے کہ اس کے حق میں دعائے رحمت کریں اور یَرْحَمُکَ اللہ کہیں۔ اور اس کے بعد آپ نے یہ تعلیم بھی فرمائی کہ جب دوسرے لوگ اس کے حق میں دعائے رحمت کریں تو یہ چھینکنے والے کو چاہیئے کہ وہ ان کے لئے دعائے ہدایت کر کے انکی دعائے رحمت کا بدلہ ادا کر دے اور کہے یَھْدِیْکُمُ اللہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ (اور اگر مجلس میں صرف ایک ہی شخص ہو اور اس نے یَرْحَمُکَ اللہ کہا ہو تو یہ بھی صیغۂ واحد میں دعا دے اور یہ کہے یَھْدِیْکَ اللہُ وَیُصْلِحُ بَالَکَ۔)

حضرت مصنف شیخ جزائری فرماتے ہیں کہ یہ دعائے ہدایت بہترین دعا ہے۔ کیونکہ اس کے نتیجہ میں انسان کو اپنی منزل مقصود آخرت میں کامیابی اور جنت میں داخلہ حاصل ہو جاتا ہے۔ سب سے بڑی سعادت مندی اور کامیابی تو یہی ہے کہ انسان دونوں جہان میں کامیاب و سعادتمند رہے۔

چھینک اگر ایک سے زائد ہو جائے تو تین مرتبہ تک تشمیت (دعائے رحمت) کی جائے۔ چوتھی مرتبہ چھینک آنے پر تشمیت نہ کی جائے کہ اس سے پتہ چل گیا کہ اسے زکام ہو گیا ہے۔ حدیث شریف کی تعلیم یہی ہے)

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ حسب معمول عمل کریں، حدیث شریف کو بار بار پڑھیں۔ سامعین بھی پڑھتے رہیں کہ حدیث یاد ہو جائے۔

۲۔ تشمیت (چھینکنے والے کے الحمدللہ کہنے پر یرحمک اللہ کہنا) سنت ہے اور اس کا جواب دینا بھی سنت ہے اس سے مسلمانوں میں باہم دوستی اور محبت پیدا ہوتی ہے

۳۔ تشمیت "یرحمک اللہ" کہنے کو کہتے ہیں۔ اس کے جواب میں چھینک لینے والا یَهْدِيكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ (یا يَهْدِيكَ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكَ) کہے یا يَغْفِرُ اللهُ لِي وَلَكَ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ کہے۔

۴۔ سامعین کو تشمیت کی حقیقت سمجھائیے کہ چھینک لینے والے کا ساتھی یرحمک اللہ کہہ کر یہ ظاہر کر رہا ہے کہ مجھے تمھاری کسی تکلیف سے خوشی نہیں ہوتی ہے، میں تمھارا ہمدرد ہوں، دعائے رحمت کر رہا ہوں۔

۵۔ سامعین کو بتائیے کہ معاشرت کے یہ آداب دین اسلام کے سوا کسی دین میں نہیں ہیں، تو ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اس نے ہمیں دین اسلام کی نعمت عطا فرمائی۔ تو اسے اپنے لئے موجب عزت سمجھیں اور اس پر عمل کریں اور تمام انسانوں کو اسکی طرف دعوت دیں کہ ان کو بھی کمال حاصل ہو اور سعادت مند بن سکیں۔

ستائیسواں درس

۲۷ر رجب	قولُ اللهِ تعالیٰ عزّ وجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَنَاجَیْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ وَ تَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَ التَّقْوٰىؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ○ (المجادلۃ ۹)

ترجمہ آیت: اے ایمان والو جب کبھی تم سرگوشی کرو تو گناہ وسرکشی اور رسول اللہ (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) کی نافرمانی سے متعلق سرگوشی نہ کیا کرو۔ اور تم سرگوشی نیک کاموں کی اور تقویٰ وپرہیزگاری کی کیا کرو۔ اور اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہا کرو جس کے پاس تم سب جمع کئے جاؤ گے۔

تشریح: زیر درس آیت بھی ان نو۹ے ندارات ایمان میں سے ہے جن میں اللہ تعالےٰ نے اہل ایمان کو ان کے ایمان کا حوالہ دے کر خطاب فرمایا ہے اور اس حوالہ سے انھیں کسی بات کا حکم دیا ہے یا کسی بات سے روکا ہے، یا انھیں کوئی مژدہ سنایا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے اہل ایمان کو نسبت ایمان سے ندا دے کر ان کے اخلاق کی تربیت اور روح کی پاکیزگی کیلئے انھیں ایک نہایت اہم معاشرتی ہدایت دی ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ ہی فی الحقیقت اہل ایمان کے ولی وسرپرست ہیں۔ انہی کو حق ہے کہ وہ اہل ایمان کی تربیت فرمائیں۔ اور یہ تعلق یکطرفہ بھی نہیں ہے۔ جس طرح اللہ تعالےٰ اہل ایمان کے ولی اور دوست ہیں اسی طرح اہل ایمان بھی اللہ تعالےٰ کے ولی اور دوست ہیں۔

اللہ تعالےٰ نے یہاں اہل ایمان کو یہ ہدایت دی ہے کہ جس وقت تم اہل ایمان ایک جگہ اکٹھے ہو کر بیٹھو تو اس مجمع میں کوئی بھی دو شخص دوسروں کی موجودگی کو نظر انداز کر کے باہم سرگوشی اور کانا پھوسی نہ کیا کریں۔ اور یہ سرگوشی اور کانا پھوسی بھی کسی گناہ و سرکشی یا رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معصیت و نافرمانی سے متعلق بھی ہرگز نہ ہونی چاہیئے۔ ہاں کوئی نیکی یا بھلائی کی بات ہو یا خدا تعالےٰ سے خوف و تقویٰ پر مبنی بات ہو اور اس سلسلہ میں باہم سرگوشی کی جائے تو ٹھیک ہے۔ آیت شریفہ میں اہل ایمان کو یہ حکم اس لئے دیا گیا کہ یہود جن کی فطرت و سرشت ہی شرارت و فتنہ جوئی کی تھی وہ مجلسوں میں بھی آپس میں اسلام دشمنی اور رسول دشمنی پر مبنی سرگوشیاں کرتے رہتے تھے۔ اس لئے اہل ایمان کو اس سے روک دیا گیا کہ اب اس کے بعد اگر کوئی سرگوشی کرتا ہوا دیکھا جائے تو پتہ چل جائے گا کہ یہ شخص صادق الایمان مومن نہیں ہے، منافق ہی ہے کہ کوئی بھی مومن ممانعتِ خداوندی کے بعد اس کا ارتکاب نہیں کر سکتا مگر منافق یہود برابر اس قسم کی سرگوشیاں اور مشورے کرتے رہتے تھے۔ نیکی اور تقویٰ سے متعلق سرگوشی میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

آخر میں اللہ تعالےٰ نے فرما دیا کہ اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو جس کے پاس تمھیں روز قیامت پیش ہونا ہے، وہ تمھاری حرکتوں کا پورا پورا محاسبہ کرے گا۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱،۲۔ پر عمل حسبِ معمول ہوتا رہے۔

۳۔ سامعین کو یہ بات بتا دیں کہ جہاں دو سے زائد آدمی ہوں وہاں دو آدمی باہم سرگوشی نہ کیا کریں۔ کیونکہ اس صورت میں ان دو کے سوا جو لوگ موجود ہیں انھیں اس سے تشویش اور رنج ہوگا۔

۴۔ سامعین کو تقویٰ اختیار کرنے کی نصیحت کیجئے۔ کیونکہ احکام پر عمل اور ممنوعات سے اجتناب کیلئے یہی تقویٰ بنیادی چیز ہے۔

۵۔ لوگوں کو روزِ قیامت، بعث و حشر اور جزا و سزا کی طرف متوجہ کیجئے۔

اَٹھائیسواں درس

۲۸ر رجب | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ | درس حدیث شریف

احادیث شریفہ: اِذَا کُنْتُمْ ثَلَاثَۃً فَلَا یَتَنَاجٰی اِثْنَانِ دُوْنَ صَاحِبِھِمَا فَاِنَّ ذَالِکَ یُحْزِنُہٗ (صحیح ابن ماجہ والبخاری ومسلم)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اَنْ یَتَنَاجٰی اِثْنَانِ دُوْنَ الثَّالِثِ (صحیح ابن ماجہ والبخاری ومسلم)

ترجمۂ احادیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جب تم تین آدمی ایک ساتھ ہو تو ایک کو چھوڑ کر دو آدمی سرگوشی اور کانا پھوسی نہ کیا کرو کیونکہ اس طرح تیسرے کو رنج ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ تین آدمیوں میں سے دو آدمی تیسرے کو چھوڑ کر باہم چپکے چپکے بات نہ کیا کریں۔

تشریح: حدیث شریف زیادہ توضیح وتشریح کی محتاج نہیں ہے۔ ارشاد گرامی کا مطلب یہی ہے کہ جہاں کہیں تین یا تین سے زائد آدمی بیٹھے ہوں، خواہ مرد ہوں یا عورتیں یا دونوں ہی قسم کے لوگ ہوں تو کوئی بھی دو آدمی دوسروں کو نظر انداز کرکے آپس میں دھیرے دھیرے چپکے چپکے کوئی بات نہ کیا کریں۔ یہ مجلس کا نہایت ضروری ادب ہے کیونکہ اس سے دوسرے لوگوں کو تشویش اور فکر لاحق ہوگی۔ انھیں خیال ہوگا کہ شاید ہم سے چھپا کر کوئی بات ہمارے ہی متعلق کی جارہی ہے

یا ممکن ہے یہ کسی شرارت کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔ اس قسم کی بدگمانی پیدا کرنا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ اسکی وجہ سے اہل ایمان کی "باہم دوستی" کا علاقہ مجروح ومتاثر ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی روایت میں بھی یہی بات کہی گئی ہے جس سے اسکی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ اسمیں ایذائے مسلم پائی جاتی ہے جو حرام ہے۔

مربی کیلئے ہدایات

۱، ۲۔ پر حسب دستور عمل کریں۔

۳۔ اپنے سامعین کو حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی یہ حدیث یاد دلائیے کہ "اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يَكْذِبُهٗ وَلَا يَخْذُلُهٗ وَلَا يُسْلِمُهٗ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهٗ وَعِرْضُهٗ وَمَالُهٗ (مسلم شریف)

۴۔ سامعین کو شریعت اسلامیہ کے محاسن اور اسکی خوبیاں سمجھائیے کہ مسلمانوں کو ڈرانا بھی حرام قرار پایا، بلکہ ہر وہ صورت حرام ہوگی جو کسی مسلمان کو فکر میں مبتلا اور رنجیدہ کرنے والی ہو۔

۵۔ سامعین کو بتائیے کہ دو آدمیوں سے زیادہ لوگوں میں صرف دو آدمیوں کا باہم سرگوشی کرنا کیوں ممنوع ہے؟ اسے اچھی طرح بتا دیجئے۔

اُنتیسواں درس

۲۹ر رجب | قولُ اللهِ تَعالیٰ عَزَّوَجَلَّ | درس قرآن مجید

آیات شریفہ: كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝ فِىْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝ بِاَيْدِىْ سَفَرَةٍ ۝ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ۝ (عبس ۱۱ - ۱۶)

ترجمہ آیات: آئندہ ہرگز ایسا نہ کریں (کہ غریب مسلمانوں کو نظر انداز کرکے دنیا داروں سے بات کرنے لگیں) قرآن تو ایک نصیحت ہے، جس کا جی چاہے قبول کرے۔ وہ (قرآن لوح محفوظ کے) ایسے صحیفوں میں (ثبت) ہے جو (عند اللہ) مکرم ہیں، رفیع المکان ہیں، مقدس ہیں، جو ایسے لکھنے والوں (یعنی فرشتوں) کے ہاتھوں میں (رہتے) ہیں کہ وہ مکرم اور راست باز ہیں۔

تشریح: ان آیات کی تشریح کے لئے ان کا شان نزول بیان ہونا چاہئے۔ یہ آیات اس وقت نازل ہوئیں جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں قبیلۂ قریش کے کچھ نمایاں لوگ آئے ہوئے تھے اور آپ انھیں اپنی دعوتِ اسلام سے متعلق کچھ سمجھا رہے تھے کہ اگر یہ بڑے لوگ داخلِ اسلام ہوجائیں گے تو تبلیغ اسلام کی رکاوٹ دور ہوجائے گی۔ اتفاقاً اسی موقع پر ایک نابینا صحابی حضرت عبد اللہ بن اُمِّ مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگئے اور نابینا ہونے کی وجہ سے انھیں یہ معلوم نہ ہوسکا کہ یہاں کچھ اور لوگ بیٹھے ہیں اور وہ کون لوگ ہیں۔ انھوں نے آتے ہی اپنی بات کہنی شروع کردی۔ بتقاضائے

بشریت اور بخیال تبلیغ اسلام آپ کو ان کا بیچ میں اپنی بات کہنا ناگوار ہوا اور آپ نے کچھ بے رخی سے انھیں جواب دے دیا جو شاید حضرت ابنِ اُمِ مکتوم رضؓ کو کچھ ناگوار گزری ہوگی کیونکہ وہ اصل صورتحال سے باخبر نہ تھے اس لئے آپ کی بے رخی کو بھی سمجھ نہ سکے ہوں گے۔

اللہ تعالےٰ نے اس موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو نہایت مناسب و مؤثر انداز میں سمجھا دیا کہ آپ نے جو صورت اختیار کی یہ مناسب نہ تھی کہ ایک غریب مسلمان کے مقابلہ میں رؤسا کفار سے گفتگو کو ترجیح دی۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ قرآن مجید تو صرف ایک نصیحت ہے، اسے ہر ایک کو منوا دینا آپ کا کام نہیں ہے۔ جس کا جی چاہے مانے، نہ جی چاہے نہ مانے۔ ہر ایک کو منوانے کی فکر آپ کو نہ کرنا چاہیئے۔

آیت میں پہلا لفظ "کلاّ" ہے۔ یہ حرف تنبیہ کے موقع پر بولا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ آئندہ آپ یہ طرزِ عمل کبھی نہ اختیار کریں۔ قرآن مجید تو نصیحت ہے کوئی مانے، نہ مانے۔ اور یہ قرآن مجید قابل اکرام صحیفوں میں ہے جسے لکھنے والے فرشتوں نے اپنے پاک صاف ہاتھوں میں لے رکھا ہے۔

مربی کیلئے ہدایات

۱، ۲ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ سامعین کو ان آیات سے متعلق شان نزول میں آئی ہوئی تفصیل بتا دیجئے کہ اللہ تعالےٰ نے کس بات پر حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی باندازِ ناگواری تعلیم و تربیت فرمائی ہے۔ یعنی اس بات پر کہ آپ نے شاندار رؤسائے مکہ سے گفتگو میں مشغولی کی وجہ سے ایک غریب معذور نابینا مسلمان سے بے رخی برتی تھی۔

۴۔ سامعین کو بتائیے کہ اللہ تعالےٰ نے ان آیات میں قرآن مجید کو "تذکرۃ" فرمایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر مسلمان اپنے تمام اوقات میں اللہ تعالےٰ کو یاد رکھنے کا پابند ہے اور یہ کہ ذکر کی تمام قسموں میں سب سے بہتر ذکر تلاوت قرآن ہے۔ اور قرآن مجید کا اکثر حصہ اہل ایمان کے عمل سے متعلق ہے۔

۵۔ سامعین کو یہ بھی بتائیے کہ حافظ قرآن کیلئے بھی یہی صورت ہونی چاہیئے کہ وہ حاملین قرآن فرشتوں کی طرح مکرم اور نیک سیرت ہو۔

۶۔ لوگوں کو یہ بات بھی بتا دیجئے کہ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کامل طور پر اللہ تعالےٰ کی تربیت سے بہرہ ور اور پوری طرح اس کے فرماں بردار تھے اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اپنے محبوب حق تعالےٰ کی اس فہمائش کو ہمیشہ یاد رکھا۔ آپ جب بھی حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رض کو دیکھتے تو فرماتے کہ اس شخص کے لئے مرحبا کہنا چاہیئے جس کی وجہ سے میرے رب نے ناگواری کا اظہار فرمایا اور آپ ان کے لئے اپنی چادر مبارک بچھا دیتے کہ وہ اس پر بیٹھیں اور ان سے فرماتے کہ تم کو کوئی حاجت و ضرورت ہو تو بتاؤ، تمھاری ضرورت پوری کر دوں۔

(نوٹ) محشی کتاب نے اس حدیث کے بعض ٹکڑوں کو ضعیف بتایا ہے۔ صرف چادر مبارک بچھانے کی بات صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

(رومی)

تیسواں درس

۳۰ رجب | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم | درس حدیث شریف

حدیث شریف : اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اِذَا رَجَعَ اِلٰی اَھْلِہٖ اَنْ یَّجِدَ فِیْہِ ثَلَاثَ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ قُلْنَا نَعَمْ ! قَالَ: فَثَلَاثُ اٰیَاتٍ یَقْرَؤُھُنَّ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلٰوتِہٖ خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ ثَلَاثِ خَلِفَاتٍ سِمَانٍ عِظَامٍ (صحیح ابن ماجہ و مسلم)

وَقَالَ: اَلْمَاھِرُ بِالْقُرْاٰنِ مَعَ السَّفَرَۃِ الْکِرَامِ الْبَرَرَۃِ وَالَّذِیْ یَقْرَؤُہٗ یَتَتَعْتَعُ فِیْہِ وَھُوَ عَلَیْہِ شَاقٌّ لَہٗ اَجْرَانِ اِثْنَانِ

(صحیح ابن ماجہ والبخاری و مسلم)

ترجمۂ حدیث : حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ جب وہ (مسجد سے) لوٹ کر اپنے گھر پہنچے تو گھر میں تین موٹی تازی اونٹنیاں موجود پائے؟ تو ہم سب صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہاں ایسا تو ہر شخص چاہے گا، تو آپ نے فرمایا کہ تم میں سے جس نے بھی نماز میں تین آیات پڑھی ہیں یہ اس کے حق میں تین موٹی اونٹنیوں سے بہتر ہیں۔

تشریح : زیر درس حدیث شریف میں تین الفاظ خاص طور سے تشریح طلب ہیں یعنی "خلفات، عظام، اور سمان" تو معلوم ہونا چاہیے کہ "خَلِفَات" خَلِفَۃ کی جمع ہے خلفۃ کہتے ہیں گابھن اونٹنی کو۔ اور "عظام" عظیمۃ کی جمع ہے۔ اس کے معنی بڑی ہیں۔ اور "سمان" سمینۃ کی جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں موٹی)

حدیث میں عرب کے ماحول کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآنی آیات کی فضیلت بیان کرنا

مقصود ہے۔ اور چونکہ عرب میں اللہ تعالےٰ کی عجیب و غریب مخلوق "اونٹ اور اونٹنی" کو بہت اہمیت حاصل تھی بالخصوص گابھن اونٹنی کو اللہ تعالےٰ کی بخشی ہوئی بہت بڑی دولت و نعمت سمجھا جاتا تھا اس لئے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشادِ مبارک میں بھی قرآن مجید کی آیات کو حفظ کرنے کا ثواب بتلانے کیلئے گابھن اونٹنی کی مادی و محسوس شکل میں بیان فرمایا ہے کہ تم میں سے جو شخص یہ چاہتا ہو کہ وہ جب کبھی کہیں سے (مسجد سے یا اور کہیں سے) لوٹ کر گھر واپس آئے اور گھر پر اسے کہیں سے آئی ہوئی تین گابھن اونٹنیاں مل جائیں تو وہ قرآن مجید کی تین آیات کو یاد کرنے کو ایسا سمجھ لے کہ گویا اسے تین گابھن اونٹنیوں کی نعمت و دولت ہاتھ لگ گئی ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان آیات کا ثواب ان سے بڑھ کر ہوگا۔

اور پھر آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے دوسری حدیث میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حافظ قرآن کا مقام سمجھنا چاہو تو تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ حافظ قرآن جو واقعی حافظِ قرآن ہی ہو اسے حاملین قرآن مکرم و نیکوکار فرشتوں کی معیت نصیب ہوگی اور جسکی زبان قرآنی الفاظ کی ادائیگی صحیح طور پر نہ کر سکتی ہو، جسے قرآن پڑھنے میں وقت اور مشقت ہوتی ہو، اسے دوہرا ثواب ملتا ہے۔ ایک ثواب تلاوت کا اور ایک ثواب مشقت اٹھانے کا۔ (اللہ تعالےٰ ہمیں تلاوت کے ذوق سے آشنا فرمادے آمین!)

مربی کیلئے ہدایات

۱، ۲۔ حسب دستور سابق عمل فرمائیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو حفظ قرآن کی فضیلت بتائیے اور اس کا مقام بتائیے کہ وہ قیامت میں حاملین قرآن فرشتوں کے ساتھ (جنھیں سفرۃ، کرام، بررۃ

کہا گیا ہے) ہوگا۔

۴۔ آپ اپنے سامعین کو حضور پُر نور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے اس پیارے انداز دعوت کی خوبی سمجھایئے کہ آپ نے کیسے اچھے انداز میں اپنی بات کہی آپ نے فرمایا کہ "کیا تم میں سے کوئی شخص یہ چاہتا ہے ؟ ظاہر ہے کہ یہ انداز کسی بات کا شوق پیدا کرنے کے لئے بہت ہی بہتر اور مؤثر انداز ہے کہ پوری بات میں کہیں ذرا اشارہ بھی اس بات کا نہیں ہے کہ قرآن مجید کا حفظ کرنا کوئی محنت و مشقت چاہتا ہے۔ اس عنوان کی جگہ اگر آپ اس طرح فرماتے کہ " لوگو! قرآن مجید پڑھو اور اسے حفظ کرو" تو یہ خوبی حاصل نہ ہوتی۔ اس لئے آپ نے شوق دلانے والے انداز سے بات کہی۔

ساتویں ماہ رجب کی اس کاپی میں ترجمانی کا کام ۱۷ ۵/۲۱ھ م ۱۸ ۸/۲۰۰۰ء کو شروع کیا گیا تھا۔ پھر گیارہویں درس پر کچھ وقفہ کے بعد ۲۲ ۷/۲۱ھ کی تاریخ درج ہے یہ سلسلہ بیسویں درس تک چل کر رک گیا۔ اکیسویں درس پر ۵ ۲/۲۲ھ کی تاریخ سے تیسری بار کام شروع ہوا جو ۲۰ ۲/۲۲ھ کو بفضلہ تعالےٰ ختم ہو گیا۔

اس کاپی کی ترجمانی میں بار بار تعویق ہوتی رہی، اس سے پہلے ایسی تعویق نہیں ہوئی تھی۔ تقریباً تین سال میں تیس اسباق کی ترجمانی کی جا سکی۔ (آخری تعویق کے دوران طویل بیماری سے بھی گزرنا پڑا تھا۔)

پہلا درس

یکم شعبان	قول اللہ تعالیٰ عزوجل	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۪ وَلَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِ ؕ

(البقرۃ ۲۶۷)

ترجمہ آیت: اے ایمان والو! جو کچھ تم نے کمایا ہو اس میں کی اچھی چیزوں میں سے کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کیا کرو، اور ان چیزوں میں سے بھی کچھ (دیا کرو) جو ہم نے تمھارے لئے زمین سے پیدا کی ہیں (غلہ، پھل اور ترکاری وغیرہ میں سے) اور ردی وبیکار چیزوں کے دینے کا ارادہ نہ کیا کرو، جبکہ تم خود ان ردی چیزوں کو لینے کیلئے تیار نہ ہو مگر اسی صورت میں کہ تم اسکی خرابی سے چشم پوشی کرکے نظر انداز کر دو۔

تشریح: آج کی مذکورہ بالا زیر درس آیت میں اللہ تعالےٰ نے اپنے اہل ایمان بندوں کو (جو اللہ ورسول پر ایمان لانے کی وجہ سے دین وشریعت کے تمام احکام کے لئے مخاطب بنائے جانے کے قابل اور ان کی تعمیل کے مکلف ہو چکے ہیں) ایک خاص حکم دے رہے ہیں، جس سے اکثر وبیشتر لوگ غافل رہتے ہیں، وہ یہ کہ اللہ تعالےٰ نے تمھارے کسب معاش کے نتیجہ میں جو چیزیں تم کو عنایت کی ہیں انمیں سے کچھ اچھی چیزیں اللہ تعالےٰ کی راہ میں (بھی) دیتے رہا کرو۔ مثلاً اللہ تعالےٰ نے تم کو جو کچھ سونا چاندی یا دوسرے سامان تجارت جیسے جانور چوپائے اونٹ، گائے،

بکری وغیرہ عنایت کی ہے۔

اس موقع پر مصنف کتاب شیخ جزائری نے آیت میں آئے ہوئے لفظ "کَسَبْتُمْ" سے متعلق یہ نکتہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسب کی نسبت تو اہل ایمان کی طرف کی اور فرمایا کہ جو کچھ تم کماتے ہو، یہ اس لئے کہ روزی دینے والا تو اگرچہ خداوند تعالیٰ ہی ہے لیکن چونکہ اس قسم کے کسب معاش میں بہت کچھ عمل دخل انسانی کوششوں کو بھی ہوتا ہے اس لئے اسکی نسبت بندوں کی طرف کردی گئی۔ اور آگے جہاں رزق کا تعلق زمینی پیداوار سے ہے جیسے جنس غلہ، سبزی ترکاری اور پھل وغیرہ، تو اس کیلئے "اَخْرَجْنَا" کا لفظ استعمال کیا کہ زمین سے یہ سب کچھ پیداوار ہم پیدا کرتے ہیں۔ کیونکہ کھیتوں کی کھیتیوں کو اگانا، باغوں کے درختوں کو اگانا صرف قدرتِ خداوندی ہی سے ہوتا ہے۔ کوئی انسان اس پر قدرت نہیں رکھتا ہے۔ چنانچہ سورۂ واقعہ کی آیات ذیل میں یہی بات صاف طور پر فرمادی گئی ہے:

اَفَرَاَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ۝	کیا تم نے دیکھا کہ جو کچھ تم کھیتی وکاشتکاری کرتے ہو، کیا تم یہ کھیتی کرتے ہو یا فی الحقیقۃ کھیتی سے پیدا کرنے والے ہم ہی ہیں۔

ظاہر ہے کہ اس سوال کا جواب یہی ہے کہ یہ سارے کام اللہ تعالیٰ ہی کرتے ہیں۔ آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں انفاق (خرچ کرنے) کا جو حکم دیا گیا ہے یہ عام معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ اس سے وہ تمام ہی انفاق مراد لئے جا سکتے ہیں جو مومن اپنے نفس پر، اپنے اہل ومتعلقین پر، یا اپنے مہمانوں پر اور دوسرے محتاج لوگوں پر خرچ کرتا ہو، یہ تمام ہی انفاق یہاں مراد لئے گئے ہیں

اور پھر انہیں سب سے اول اور سب سے مقدم انفاق زکوٰۃ ہے جب بقدر نصاب ہو جائے اور اس پر حولان حول بھی ہو جائے یعنی سال پورا ہو جائے، تو مال کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ کی نیت سے خرچ کرے۔ آگے فرمایا ہے۔ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ یعنی اللہ کی راہ میں ایسی گھٹیا اور ردی چیزیں دینے کا ارادہ بھی نہ کیا کرو کہ ایسی چیزیں اگر تم کو دی جائیں تو تم بھی خوشی لینا پسند نہ کرو۔ زکوٰۃ و خیرات دیتے وقت محتاج و فقیر لوگوں کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرو جیسا معاملہ تم اپنے لئے پسند کرتے ہو۔

مربی کیلئے ہدایات

۱، ۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ دین میں "بیکاری اور نکمے پن" کی تعلیم نہیں دی گئی ہے روزی کمانا چاہئے اور اگر اس کسب معاش کے ذریعہ اپنے بال بچوں، محتاجوں اور یتیموں کی مدد اور خبر گیری کی جائے تو یہ کسب بڑی عبادت شمار ہوگی جس میں بہت بھلائیاں حاصل ہونگی۔

۴۔ اپنے سامعین کو اسلام کا یہ بلند اصول معاشرہ بتائیے کہ ہر مسلمان اپنے بھائی دوسرے مسلمان کے ساتھ وہی معاملہ رکھے جو وہ خود اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

۵۔ لوگوں کو بتائیے کہ دین اسلام میں زکوٰۃ کا نظام جس طرح سونے چاندی پر مقرر کیا گیا ہے اسی طرح ہر قسم کی تجارت اور ہر قسم کی کھیتی کی پیداوار پر بھی مقرر ہے۔ اور جہاں جانور پائے جاتے ہوں تو جانوروں کی بھی زکوٰۃ کا نظام مقرر ہے۔

دوسرا درس

۲ شعبان | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم | درس حدیث شریف

حدیث شریف: مَاکَسَبَ الرَّجُلُ کَسْبًا اَطْیَبَ مِنْ عَمَلِ یَدِہٖ وَمَا اَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰی نَفْسِہٖ وَاَھْلِہٖ وَوَلَدِہٖ وَخَادِمِہٖ فَھُوَصَدَقَۃٌ (صحیح ابن ماجہ)

وَقَالَ: اَلسَّاعِیْ عَلَی الْاَرْمِلَۃِ وَالْمَسٰکِیْنِ کَالْمُجَاھِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَکَالَّذِیْ یَقُوْمُ اللَّیْلَ وَیَصُوْمُ النَّھَارَ (متفق علیہ)

ترجمہ حدیث: حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی شخص کی سب سے اچھی کمائی وہی ہے جو اس نے اپنے ہاتھ کے عمل سے کمائی ہو (اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ) کوئی شخص جو کچھ اپنی ذات پر خرچ کرتا ہے یا اپنی اولاد (متعلقین) اور نوکر چاکر پر خرچ کرتا ہے تو (اس کے حدود شرع کے جائز اخراجات) صدقہ شمار ہوتے ہیں۔

اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص بیواؤں، مسکینوں کی مالی مدد کرنے میں دوڑ دھوپ کرتا ہے وہ ایسا ہے جیسے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا یا اس شخص جیسا ہے جو رات بھر عبادت کرے اور دن بھر روزہ رکھے۔

تشریح: آج کے درس میں دو حدیثیں بیان ہوئی ہیں۔ جن میں سے پہلی حدیث شریف (مَاکَسَبَ الرَّجُلُ) سے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی دو تعلیمات کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ پہلا فائدہ تو یہ ہے کہ اس حدیث شریف سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ کسب کو دین و شریعت نے پسند کیا ہے اور اسے

اختیار کرنے کی ترغیب وہدایت فرمائی ہے. کسب کی مختلف صورتیں مشروع ہیں مثلاً دستکاری، تجارت وسوداگری، زراعت وکاشتکاری۔ دوسرا فائدہ یہ معلوم ہوا کہ کسب کی ان مختلف صورتوں میں وہ صورت زیادہ پسندیدہ قرار دی گئی ہے جس میں انسان کے ہاتھ (پاؤں) کا عمل دخل شامل ہو۔ اس کے بعد اسی حدیث شریف میں یہ دوسری اطلاع وہدایت بھی ہے کہ کوئی بھی مسلمان (شرعی حدود کے اندر) جو کچھ روپیہ پیسہ اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال اور نوکر چاکر پر خرچ کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں صدقہ شمار ہو کر اجر وثواب کا باعث ہوتا ہے۔ یہ خرچ خواہ کھانے پینے پر ہو یا پہننے اوڑھنے پر ہو یا کسی جگہ آنے جانے میں سواری کرنے پر ہو، یہ جملہ اخراجات اگر حدود شرع میں کئے گئے ہیں تو یہ سب "صدقہ" شمار ہوں گے۔ اور ثواب کے مقررہ قاعدہ کے مطابق ہر نیکی پر دس گونہ ثواب بھی مل سکے گا۔

زیر درس حدیث سے یہ بات بھی سمجھی جاسکتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرما کر لوگوں کو نکمے پن اور بیکاری سے دور رہنے کی بھی ہدایت فرمائی ہے. کیونکہ صاحب ایمان عزت نفس رکھنے والا ہوتا ہے۔ اسے لوگوں کے صدقات وخیرات سے بچنا چاہئے کہ حدیث شریف میں ایسے مال کو" اوساخ الناس" (لوگوں کا میل کچیل) فرمایا گیا ہے کہ لوگ صدقہ خیرات کے ذریعہ اپنے گناہوں کا میل کچیل دور کرتے ہیں۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱، ۲ حسب دستور عمل فرمائیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو نکمے پن اور بیکاری کی برائی اور ذلت سمجھائیے۔ انھیں اپنے ہاتھ پاؤں اور قوت بازو سے محنت کر کے روزی کمانے کی فضیلت بتائیے۔

۴۔ لوگوں کو نصیحت کیجئے کہ محنت و مشقت سے روزی حاصل کر کے بیواؤں، مسکینوں کی مدد کرنے والا ثواب کے معاملہ میں اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے، شب بیدار اور روزہ دار کے برابر شمار کیا گیا ہے۔

۵۔ سامعین کو یہ بھی اچھی طرح ذہن نشین کرا دیجئے کہ مسلمان کا خود اپنی ذات پر خرچ یا اپنے اہل و عیال پر یا اپنے نوکر چاکر پر خرچ کرنا یہ سب شرعاً ضروری بھی ہے اور اس کی ادائیگی پر وہ مستحق اجر و ثواب بھی ہوتا ہے اور ادا نہ کرنے پر مستحق عتاب و عقاب بھی ہوتا ہے۔

تیسرا درس

۳ شعبان	قول اللہ تعالیٰ عزوجل	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَۃً اَوْ لَھْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَیْھَا وَتَرَکُوْکَ قَآئِمًا ط قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرٌ مِّنَ اللَّھْوِ وَمِنَ التِّجَارَۃِ ط وَاللّٰہُ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ○ (الجمعہ)

ترجمہ آیت: اور جب ان لوگوں (آپ کے ساتھ نماز پڑھنے والوں) نے (قافلہ) تجارت کو دیکھا یا کھیل کود کو دیکھا تو وہ لوگ اس (قافلۂ تجارت) کی طرف بھاگ دوڑے اور آپ کو کھڑا چھوڑ دیا۔ آپ ان (لوگوں) سے فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ (اجر و ثواب ملتا) ہے وہ اس کھیل کود اور تجارت سے بہتر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تو ہر روزی دینے والے سے بہتر ہیں۔

تشریح: اس آیت زیر درس کا شان نزول تفسیر ابن کثیر کے مطابق جو واقعہ بیان کیا جاتا ہے وہ ابتدائے اسلام سے تعلق رکھتا ہے۔ اس وقت عیدین کے خطبہ کی طرح خطبۂ جمعہ بھی نماز کے بعد ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک جمعہ کو نماز جمعہ کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے کہ ایک بڑا تجارتی قافلہ آگیا جو عام طور پر عام ضروریات کی چیزیں لایا کرتا تھا۔

اس زمانہ میں معمول یہ تھا کہ جب کوئی تجارتی قافلہ آتا تو اعلان و مشتہری کے لئے ڈھول تاشے بجائے جاتے تھے۔ چنانچہ اس موقع پر بھی تجارتی

قافلہ کی آمد پر ڈھول تاشے بجا کر قافلہ کی آمد کا اعلان کیا جانے لگا۔ مسجد میں بہت سے صحابۂ کرام رض ایسے بھی تھے جنھیں قافلۂ تجارت سے اپنی ضروریات خریدنی تھیں، تو انھوں نے یہ سوچ کر کہ کہیں چیزیں ختم نہ ہو جائیں، خطبہ چھوڑ کر قافلۂ تجارت کا رخ کیا۔ مسجد میں صرف دس بارہ ہی نمازی رک سکے تھے جن میں حضرات خلفاء اربعہ بھی تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آیت زیر درس میں اسی صورتِ حال پر تنبیہ فرمائی ہے اور ان لوگوں کی اس جلد بازی اور بے صبری پر یہ کہہ کر تنبیہ فرمائی ہے کہ احکام شریعت کی پابندی و عمل ورآمد پر جو اجر و ثواب ملنے والا ہے وہ اس تجارتی قافلہ اور ڈھول ڈھماکے کے کھیل کود سے کہیں زیادہ بہتر اور کارآمد ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سب روزی دینے والوں سے بہتر اور بڑھ کر ہے۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱، ۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ تجارت دو طرح کی ہوتی ہے۔ایک تجارت دنیا دوسری تجارت آخرت ۔ تجارت دنیا میں اس کا اہتمام ہونا چاہیئے کہ وہ انسان کو اللہ تعالےٰ کی عبادت سے غافل نہ کر دے۔کیونکہ اللہ تعالےٰ کی عبادت ہی کے ذریعہ اس کے ایمان و روح کو حیات ملتی ہے۔ اور تجارتِ آخرت اگر کسی کو دنیا سے غافل بھی کر دے تو وہ اس کے حق میں مضر و نقصان دہ نہیں ہوتی۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے "وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى" کہ آخرت آپ کیلئے دنیا سے بہتر ہے۔اور جس چیز کے خیر ہونے کی اطلاع اللہ تعالےٰ دیں تو اس کے خیر ہونے میں کسی عقل والے کیلئے شک کی مطلق گنجائش نہیں ہے۔عقلمند تو اسی چیز کو طلب کرتا ہے جو اس کے حق میں بہتر ہو۔

۴۔ اپنے سامعین کو بتا دیجئے کہ اسلام نے لہو و لعب کا دروازہ ہی بند کر دیا ہے اور اس کی بنیاد ہی ڈھا دی ہے۔ اسلام نے لہو و تفریح صرف اپنی بیوی کے ساتھ جائز رکھی ہے یا بچوں کے ساتھ تفریح و خوش طبعی جائز ہے۔یا جہاں جہاد اسلامی شرعی طور پر ہو سکتا ہو وہاں فوجی مشقیں اور اس کی تیاریاں بھی کی جا سکتی ہیں۔

چوتھا درس

۴ شعبان | قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: اِذَا تَبَايَعَ الرَّجُلَانِ فَكُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا وَكَانَا جَمِيْعًا اَوْ يُخَيِّرْ اَحَدُهُمَا الْاٰخَرَ فَاِنْ خَيَّرَ اَحَدُهُمَا الْاٰخَرَ فَتَبَايَعَا عَلٰى ذَالِكَ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ وَاِنْ تَفَرَّقَا بَعْدَ اَنْ تَبَايَعَا وَلَمْ يَتْرُكْ وَاحِدٌ مِّنْهُمَا الْبَيْعَ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ حدیث: حضور رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب دو شخص خرید و فروخت کا کوئی معاملہ کریں تو ان میں سے ہر ایک کو فسخ بیع کا اختیار اس وقت تک رہے گا جبتک وہ دونوں اس مجلس سے نہ اٹھے ہوں، دونوں ایک جگہ بیٹھے ہوئے ہوں یا ان دونوں میں سے کسی ایک نے اپنے دوسرے ساتھی کو اختیار فسخ نہ دیدیا ہو۔ اگر کسی ایک فریق نے دوسرے کو اختیار دیدیا اور پھر بیع کا معاملہ کیا تو بھی بیع منعقد ہو جائے گی (اور اختیار والے کا اختیار اس مجلس سے علیحدہ ہونے تک باقی رہے گا) اور اگر وہ دونوں بیع کا معاملہ کرنے کے بعد مجلس سے اٹھ کر الگ الگ چلے گئے اور ان میں سے کسی ایک نے بھی بیع کو ختم نہیں کیا تو بیع پوری طرح منعقد ہو گئی (اب حق فسخ باقی نہیں رہا)۔

تشریح: خرید و فروخت کے معاملہ میں شریعت اسلامیہ محمدیہ میں طرفین کے حق میں بڑی رعایتیں اور سہولتیں ملحوظ رکھی گئی ہیں۔ چنانچہ شریعت نے جہاں حلال چیزوں کے

خرید و فروخت کے معاملہ کو جائز رکھا وہاں خرید و فروخت کے معاملہ میں فریقین کیلئے یہ رعایت بھی رکھی کہ اگر وہ چاہیں تو اپنے اس معاملۂ خرید و فروخت کو فوری طور پر حتمی و قطعی نہ کریں اور حتمی کرنے کیلئے رضائے باہم سے کوئی مدت بھی مقرر کرلیں۔ جس کی تفصیل اس طرح ہے کہ جب تک خرید و فروخت کے دونوں فریق مجلس معاملہ میں بیٹھے ہوئے ہوں، مجلس سے اٹھ کر علیحدہ نہ ہوئے ہوں اس وقت تک دونوں کو یہ اختیار حاصل رہے گا کہ وہ اپنے معاملہ کو فسخ کرنا چاہیں تو فسخ کرسکتے ہیں۔ اور اس وقت دونوں کو یہ اختیار بھی رہے گا کہ وہ اپنے اس معاملہ کو حتمی اور قطعی کرنے کے لئے کوئی مدت مقرر کرلیں کہ اتنے دنوں میں یہ معاملہ حتمی ہوگا۔ اس سے پہلے ہمیں فسخ کا اختیار رہے گا۔ اگر اس طرح کا اختیار ان دونوں میں سے کسی نے لے لیا ہے تو اس مدت تک اسے معاملہ کو فسخ کرنے کا اختیار رہے گا۔ اگر وہ فسخ کرتا ہے تو دوسرے کو اسے قبول کرنا ہوگا۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱،۲۔ حسب معمول سابق عمل کریں۔

۳۔ اس حدیث میں شریعت اسلامیہ نے خرید و فروخت کرنے والوں کے لئے جو رعایت وسہولت ملحوظ رکھی ہے اسے سامعین کو اچھی طرح سمجھادیں کہ بعض اوقات ایسا ہو جاتا ہے کہ آدمی فوری طور پر کوئی ایسا معاملہ کر لیتا ہے جس پر بعد میں پچھتاوا ہوتا ہے۔ تو شریعت نے اس پچھتاوے کا لحاظ کرتے ہوئے خرید و فروخت کے معاملہ میں "خیار فسخ" کی رعایت وسہولت بھی رکھی ہے، جس سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں ارشاد فرمایا کہ "اَلْبَیِّعَانِ بِالْخِیَارِ مَالَمْ یَتَفَرَّقَا" (یعنی بیع کے دونوں فریقوں کو فسخ معاملہ کا اختیار اس وقت تک رہے گا جبتک وہ دونوں اس مجلس سے اُٹھ کر چلے نہ جائیں)۔

۴۔ لوگوں کو بتادیجئے کہ اختیار فسخ کی یہ صورت کوئی بدمعاملگی نہیں ہے بلکہ شریعت کی حدود میں ایک شرعی سہولت ہے جس سے شریعت اسلامیہ کی جامعیت اور رعایت وسہولت کھلی آنکھوں دیکھی جاسکتی ہے۔

۵۔ لوگوں کو یہ بھی بتادیجئے کہ "خرید فروخت" بھی انسانی زندگی سے متعلق ایک ضروری اور اہم شعبہ ہے۔ شریعت نے اسے حلال چیزوں کی خرید و فروخت کی شکل میں جائز رکھا ہے۔ اور اس کے ضروری احکام قرآن وحدیث میں بیان کردیئے ہیں۔

پانچواں درس

۵ شعبان	قولُ اللہِ تعالیٰ عزّوجلّ	درسِ قرآن مجید

آیت شریفہ: اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَلَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یُزَكِّیْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○ (آل عمران ۷۷)

ترجمہ آیت: جو لوگ مول لیتے ہیں اللہ کے قرار پر اور اپنی قسموں پر تھوڑا سا مال، ان کا کچھ حصہ نہیں آخرت میں اور نہ بات کرے گا ان سے اللہ تعالیٰ اور نہ نگاہ کرے گا ان کی طرف قیامت کے دن، اور نہ پاک کرے گا ان کو، اور ان کے واسطے دردناک عذاب ہے۔

تشریح: آج کی زیر درس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہود (بنی اسرائیل) کی سب سے بڑی گمراہی و بے دینی کا ذکر فرما کر اپنی سخت ناراضی و ناگواری کا اظہار فرمایا ہے۔

ارشاد فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے ساتھ اس کی عبادت و غلامی، اس کی فرماں برداری و وفاداری کا عہد و پیمان کرنے کے بعد کچھ دنیاوی منفعت کے لالچ میں اپنا وہ عہد و پیمان توڑ کر خدا تعالیٰ سے غداری و خیانت کی راہ اختیار کر لی ہے تو اب ان کی سزا یہی ہے کہ ان کا آخرت و جنت کی نعمتوں میں ذرا سا بھی حصہ

نہ رکھا جائے گا۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی سزا ہوگی کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان پر نظرِ عنایت بھی نہ فرمائیں گے نہ ان سے سیدھے منہ بات کریں گے، اور نہ ان کا تزکیۂ روحانی کریں گے کہ یہ اپنی آلودگیوں سے پاک ہوسکیں، جس کے نتیجہ میں ان کو دردناک عذاب کا مزہ چکھنا پڑے گا۔ تب انھیں اپنی موت زندگی سے زیادہ محبوب لگنے لگے گی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ زخرف میں ان کی اسی کیفیت کو بیان فرمادیا ہے کہ یہ اس وقت مالک (داروغۂ دوزخ) کو ندا دیں گے کہ اے مالک! تیرے رب کو ہمارے حق میں جو کچھ فیصلہ کرنا ہے کردے (کہ ہمیں موت آجائے اور ہم اس عذاب سے چھٹکارا پاجائیں۔)

مُرَبّی کیلئے ہدایات

۱،۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں

۳۔ اپنے سامعین کو نقض عہد (عہد و پیمان توڑنے) کی برائی سمجھائیے کہ عہد شکنی بڑے گناہوں میں شمار ہوتی ہے۔

۴۔ اپنے سامعین کو سمجھائیے کہ قیامت میں اللہ تعالےٰ کا دیدار ہونا برحق ہے جو اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔ اگر دیدار قیامت میں بھی نہ ہونے والا ہوتا تو پھر دیدار سے محرومی کو بطور سزا کیسے ذکر کیا جا رہا ہے؟

۵۔ لوگوں کو بتائیے کہ اس آیت سے نفس بیع و شراء (خرید و فروخت) کی مشروعیت اور اس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

۶۔ اپنے سامعین کو یہ بات بھی سمجھا دیجئے کہ زیر درس آیت اگرچہ یہود کے حق میں نازل ہوئی ہے لیکن اصولی طور پر یہ بات طے ہے کہ آیت کے الفاظ کا عموم ہی معتبر ہوتا ہے۔ لہٰذا جو بھی اس عموم میں آجائیگا وہ مراد لیا جائے گا۔

۷۔ اپنے سامعین کو یہ بھی یاد دلائیے کہ ہر مسلمان کو ہر ایسی بات سے دور رہنا ضروری ہے جس کی وجہ سے یہ فرقہ یہود اپنی جماعت میں پائی جانے والی ان بری عادتوں کیلئے مسلّمہ عالم ضرب المثل بن گیا ہے۔ مثلاً وعدہ خلافی، عہد شکنی، جھوٹی قسمیں وغیرہ۔

چھٹا درس

۶ر شعبان | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: ثَلَاثَۃٌ لَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ وَلَا یُزَکِّیْھِمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ فَقُلْتُ مَنْ ھُمْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ؟ فَقَدْ خَابُوْا وَخَسِرُوْا۔ قَالَ اَلْمُسْبِلُ اِزَارَہٗ وَالْمَنَّانُ عَطَائَہٗ وَالْمُنْفِقُ سِلْعَتَہٗ بِالْحَلْفِ الْکَاذِبِ

(صحیح ابن ماجہ وصحیح مسلم)

ترجمہ حدیث: حضرت نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا ارشاد گرامی ہے کہ تین شخص ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالےٰ (سیدھے منہ) بات بھی نہ کریں گے اور نہ انکی طرف (نظر رحمت سے) دیکھیں گے اور نہ انکا (روحانی) تزکیہ کریں گے اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے گا (راوی حدیث کہتے ہیں) تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ! وہ کون لوگ ہوں گے؟ وہ تو بڑے گھاٹے اور بڑی محرومی میں ہوں گے! تو حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک تو ٹخنے سے نیچے تہبند (اور پاجامہ، پتلون) پہننے والا دوسرا کسی کو کچھ دیکر احسان جتانے والا تیسرا جھوٹی قسم کھاکر اپنا سامان بیچنے والا۔

تشریح: زیر درس حدیث شریف کے راوی حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہیں ان کے سامنے حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی تھی جس کا ترجمہ اوپر کیا گیا ہے اور انہی نے حدیث سنکر یہ دریافت کیا تھا کہ یہ تین لوگ کون ہوں گے؟

اس حدیث میں پہلی بات جو یہ فرمائی گئی ہے کہ اللہ تعالےٰ ان تین قسم کے لوگوں سے کلام نہ فرمائیں گے، تو یہاں اس سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے

اس قسم کا کلام نہ فرمائیں گے جو کسی کے اکرام وتشریف کے طور پر کیا جاتا ہے۔ ورنہ کلام غضب وناراضی تو کیا ہی جائے گا۔ احقر نے اسی مفہوم کو اردو محاورہ میں ادا کیا ہے کہ ان سے سیدھے منہ بات نہ کریں گے۔

دوسری بات یہ فرمائی ہے۔ "وَلَا یُزَکِّیْھِمْ" تزکیہ کا لفظ عربی زبان میں دل کی صفائی کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ اور کسی کی خوش اخلاقی اور نکوکاری ظاہر کرنے کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ تو یہاں بھی دوسرے معنی مراد ہیں کہ اللہ تعالےٰ ایسے لوگوں کی کوئی بھی خوبی وخوش اخلاقی ظاہر نہ فرمائیں گے کہ ان میں کوئی خوبی ہی نہ ہوگی تو بیان کیسے کی جائے گی۔

اور تیسری بات یہ کہ آخرت میں ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ اور وہ تین لوگ کون ہوں گے جو آخرت میں اس طرح ذلیل ورسوا ہوں گے، تو حدیث کے مطابق وہ تین قسم کے لوگ یہ ہوں گے:۔

ایک تو وہ جو ٹخنوں سے نیچے پاجامہ یا تہبند پہنتا ہو۔

دوسرے وہ جو کسی کو کچھ دینے کے بعد اس پر احسان جتلاتا رہے۔

تیسرے وہ شخص جو اپنا سامان نکالنے (بیچنے) کے لئے جھوٹی قسمیں کھاتا ہو۔ مثلاً قسم کھا کر یوں کہے کہ میری اس چیز کی اتنی قیمت مجھے دی جارہی تھی، حالانکہ ایسا نہ ہوا ہو۔ یا یہ کہے کہ میں نے یہ چیز اتنے میں خریدی حالانکہ اتنے میں نہ خریدی اور وہ چیز اتنی قیمت کی ٹھہرتی بھی نہ ہو۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱، ۲۔ حسب سابق معمول جاری رکھیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ مسلمان کا پاجامہ یا تہبند ٹخنوں و پنڈلیوں کے درمیان رہنا چاہیے اور یہ بھی اچھی طرح سمجھائیے کہ پاجامہ و تہبند کا ٹخنوں سے اوپر ہونا حالتِ نماز کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ ہر وقت اسی طرح پہننا چاہیے۔

۴۔ لوگوں کو بتا دیجئے کہ "صدقہ" کے بعد احسان جتلانے سے صدقہ کا ثواب باقی نہیں رہ جاتا۔

۵۔ لوگوں کو یہ بھی بتا دیجئے کہ اگر کسی کو کوئی بات معلوم نہ ہو تو دوسرے جاننے والے سے اسے پوچھنا چاہیئے۔ جیسا کہ زیر درس حدیث میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو بات معلوم نہ تھی انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کرلی کہ وہ تین لوگ کون کون ہیں؟ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے سوال پر انھیں بتا بھی دیا۔

ساتواں درس

۷ شعبان	قول اللہ تعالیٰ عزّوجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ : ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ۭ فَمَنْ جَاۗءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ۭ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (البقرۃ ۲۷۵)

ترجمۂ آیت : ان (سود خوروں) کی ایسی حالت اس لئے ہوگی کہ انھوں نے یہ (گمراہ کن) بات کہہ دی کہ سوداگری بھی تو ایسی ہی ہے جیسے سود لینا، حالانکہ (یہ دعویٰ بالکل غلط ہے) اللہ تعالےٰ نے سوداگری حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔ تو جس شخص کو بھی نصیحت اپنے رب کی طرف سے پہنچ گئی اور وہ باز آگیا تو اس سے پچھلے گزرے ہوئے عمل پر کوئی مواخذہ نہ ہوگا اور اس کا معاملہ اللہ تعالےٰ کے حوالہ ہے۔ اور جس شخص نے دوبارہ سود لیا تو ایسے ہی لوگ مستحق دوزخ ہیں جو اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

تشریح : آج کی زیر درس آیت پوری آیت نہیں ہے بلکہ ایک قدرے طویل آیت کا آخری ٹکڑا ہے۔ شروع آیت میں اللہ تعالےٰ نے سود کھانے والوں کا یہ حشر بیان فرمایا ہے کہ جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت میں (اپنی قبروں سے) اس طرح اٹھیں گے جس طرح وہ شخص (بھونچکا ہوکر) اٹھتا ہے جس کے

ہوش وحواس جن (آسیب) نے لپیٹ کر کھو دیئے ہوں"۔ اس کے بعد کا حصہ آج کی زیر درس آیت میں مذکور ہوا ہے کہ ان سود کھانے والوں کی یہ حالت اسوجہ سے ہوگی کہ ان (بے عقل گمراہ) لوگوں نے یہ کہدیا تھا کہ سوداگری اور سود دونوں ہی ایک جیسے ہیں، تو پھر ان میں سے ایک (سوداگری) کو حلال قرار دینا اور دوسرے کو حرام کہنا صحیح نہیں ہے۔ یہ انکی بے عقلی اور گمراہی تھی کہ انھوں نے بیع (سوداگری) کو سود جیسا کہہ کر حلال کر لیا تھا، حالانکہ ان کا یہ قیاس بالکل غلط تھا۔ کیونکہ خرید و فروخت کی صورت میں جو نفع حاصل ہوتا ہے وہ مال کے عوض و مقابلہ میں ہوتا ہے اور سود کا نفع بغیر عوض و مقابلہ ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں ان کا یہ کہنا کہ بیع اور سود ایک جیسے ہیں انتہائی بے عقلی اور گمراہی ہے۔ جس کے نتیجہ میں ان کا یہ حشر ہوگا کہ وہ اپنی قبروں سے اس طرح اٹھیں گے جس طرح کوئی آسیب زدہ خبط الحواس اور بھونچکا ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ نے انکی اس بے عقلی و گمراہی کو رد فرماتے ہوئے ارشاد فرمادیا کہ بیع و سود دونوں ایک جیسے کیسے ہو سکتے ہیں جبکہ اللہ تعالےٰ نے بیع (خرید و فروخت) کے معاملہ کو حلال اور سود کے معاملہ کو حرام فرمادیا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کو سہولت و آسانی مرحمت فرماتے ہوئے یہ بھی فرمادیا کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ارشاد و نصیحت آجانے کے بعد جو شخص سود سے رک جاتا ہے تو سود کے پچھلے معاملات پر اس سے کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔ وہ اس کے حق میں درست سمجھا جائے گا۔ یعنی سود کی حرمت سے پہلے جو سود تم نے لیا ہے اسے مالک کی طرف واپس کرنے کا حکم نہیں دیا جاتا۔ تم کو اس سے مطالبہ کا حق نہیں ہے۔ اور آخرت میں اللہ تعالےٰ کو اختیار ہے چاہے اپنی رحمت سے اسے بخش دے۔ (حاشیہ تفسیر عثمانی)

سود حرام ہونے سے پہلے جس شخص نے کوئی ایسی رقم جمع کر لی تھی اور سود کی حرمت معلوم ہونے کے بعد اس نے توبہ کر لی اور باز آگیا تو اس سے پہلے کی

جمع شدہ رقم ظاہر شرع کے مطابق اسی کی ہوگی، باقی باطنی معاملہ کہ اس کی توبہ صدق دل سے تھی یا ظاہری اور منافقانہ تھی تو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔
(معارف القرآن کا مفہوم)

مربی کیلئے ہدایات

۱،۲۔ حسب دستور عمل فرمائیں۔

۳۔ لوگوں کو بتادیجئے کہ توبہ سے پچھلا گناہ معاف ہوجاتا ہے۔ اور یہ کہ سود لینے والے نے اگر صدق دل سے توبہ کی ہے تو اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرمالیں گے اور یہ بھی بتادیجئے کہ سود کی حرمت نازل ہونے سے پہلے یا اسکی حرمت کا علم ہونے سے پہلے اور توبہ کرنے سے پہلے اس قسم کی جو رقم اس کے پاس تھی وہ اسی کی ہے۔ اسے اپنے اوپر خرچ کرسکتا ہے اس میں سے صدقہ دے سکتا ہے۔

۴۔ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی اس سخت وعید سے ڈرائیے جو اس نے ان لوگوں کے لئے فرمائی ہے جو سود سے توبہ کرلینے کے بعد پھر اس کے مرتکب ہوں، کہ سود کی حرمت کا انکار کفر ہے، جس کا نتیجہ دائمی عذاب دوزخ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دوزخ سے اور اس کے دائمی عذاب سے محفوظ رکھے۔ آمین!

آٹھواں درس

۸ شعبان | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

احادیث شریفہ: اَلرِّبٰوا سَبْعُوْنَ حُوْبًا (اِثْمًا) اَیْسَرُھَا اَنْ یَّنْکِحَ الرَّجُلُ اُمَّہٗ (صحیح ابن ماجہ)

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اٰکِلَ الرِّبٰوا وَمُؤْکِلَہٗ وَشَاھِدَیْہِ وَکَاتِبَہٗ۔ (صحیح ابن ماجہ)

وقال: مَا اَحَدٌ اَکْثَرَ مِنَ الرِّبٰوا اِلَّا کَانَ عَاقِبَۃُ اَمْرِہٖ اِلٰی قِلَّۃٍ۔ (ابن ماجۃ)

ترجمہ احادیث: ربٰو (سود) ستر گناہوں کا گناہ رکھتا ہے جن میں سب سے ہلکا گناہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص اپنی ماں سے زنا کرے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی سود کھانے والے پر، سود کھلانے والے پر، اسکے دونوں گواہوں پر، لکھنے والے پر۔

اور یہ بھی فرمایا کہ سود لینے والوں کا انجام عام طور پر مفلسی وفقیری ہوتا ہے۔

(اللہ تعالےٰ اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین!)

تشریح: حُوْب کے معنی ہیں گناہ۔ سود کا گناہ ستر گناہوں کے برابر ہے، جن میں سب سے ہلکا گناہ ایسا گھناؤنا ہے جیسے کوئی اپنی ماں کے ساتھ زنا کرے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اس سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین!

بہت ہی تعجب کی بات ہے کہ سود کے متعلق ایسی شدید وعید کے ہوتے ہوئے آدمی سود سے پرہیز نہ کرے، برابر سود لیتا دیتا رہے (اور یہ تعجب ان اہل علم پر اور زیادہ بڑھ جاتا ہے جو سرمایہ داروں کی دوستی کا حق ادا کرتے ہوئے فقہ (دینی سوجھ بوجھ) کے نام پر سود کے حلال ہونے پر اجتماعی فتوے دیں اور انھیں لوگوں میں مشتہر کریں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے جو روایت مروی ہے اس میں رسول مقبول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے سود کھانے والوں کے حق میں لعنت (بددعا) فرمائی ہے۔ سود کھانے کا مفہوم عام ہے۔ اس میں سود کی رقم کا ہر طرح کا استعمال شامل ہے۔ سودی رقم کھانے میں استعمال کرے یا پینے میں استعمال کرے، یا اس رقم سے کپڑے تیار کرکے پہنے، یا اس رقم سے مکان بنوا کر اس میں رہے یا سواری خرید کر سواری کرے۔ یہ سب ہی صورتیں موجب لعنت ہیں۔

سود سے متعلق یہ پانچ قسم کے لوگ لعنت کے مستحق بتائے گئے ہیں۔ سود کھانے والا[۱]، سود کھلانے والا[۲]، سودی معاملہ کی کارروائی لکھنے والا[۳]، اور اس کے دونوں گواہ[۴،۵]۔

ایک دوسری حدیث میں رسول مقبول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ سودی کاروبار کرنے والوں کا انجام عام طور پر مفلسی و فقیری ہی کی صورت میں ہوا کرتا ہے۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین!

مربّی کیلئے ہدایات

۱، ۲۔ حسب دستور عمل فرمائیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو ربوٰ (سود) کے حرام ہونے کی علت بتائیے اور بتائیے کہ سود کے حرام ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اسی سود کی وجہ سے مسلمان قرض کے لین دین سے محروم ہوگئے۔ حالانکہ یہ قرض کا لین دین بہت ثواب پر مشتمل ہے جو سود کی لعنت کی وجہ سے مسلمانوں میں رواج نہ پاسکا۔

۴۔ اور یہ بھی بتادیجئے کہ مسلمانوں کا اپنے مسلمان بھائی سے قرض لیکر بروقت ادا نہ کرنا بھی سودی لین دین کو رواج دینے کا سبب بنا۔ اگر لوگ قرض لے کر وعدہ کے مطابق ادا کردینے کے عادی ہوتے تو قرض کا لین دین معاشرے میں باقی رہتا جو بڑے ثواب کا ذریعہ ہوتا۔ قرض کی واپسی اور ادائیگی میں ٹال مٹول کرنے کی وجہ سے مسلمان سودی لین دین اور بینکوں کے جال میں پھنسنے پر مجبور ہوگئے اور اس جال سے اس وقت تک نہیں نکل سکتے جب تک قرض کے لین دین میں اپنی کوتاہی محسوس کرکے اس سے توبہ نہ کریں۔ اگر قرض کی بروقت ادائیگی ہونے لگے تو مالدار مسلمان بھائی ضرورت مند مسلمان کی قرض سے مدد کرکے ثواب حاصل کرے اور ضرورت مند قرض سے اپنی ضرورت پوری کرکے سود کی لعنت سے محفوظ رہے۔

نواںؑ درس

۹ شعبان	قولُ اللہِ تعالیٰ عزّوجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ وَلَہٗٓ اَجْرٌ کَرِیْمٌ ۝ (الحدید ۱۱)

ترجمۂ آیت: کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دیتا ہے کہ وہ اسے مضاعف کردے (بڑھادے) اوراس کیلئے عزت کا بدلہ بھی ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے زیر درس آیت میں "مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ" کا اعلان عام فرماکر اپنے اہل ایمان بندوں کیلئے خیر کے دروازوں میں سے ایک بڑا دروازہ کھول دیا کہ پہلے تو خود ہی اپنے فضل واحسان سے انھیں مال دے کر مالدار بنادیا پھر ان سے بطور قرض اپنی راہ میں خرچ کرنے کو کہاکہ جو کوئی اس وقت ہماری راہ میں اپنا مال (جو ہمارا ہی دیا ہوا ہے) بطور قرض لگائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے مضاعف کردیں گے۔ جس کی تشریح حدیث شریف کے مطابق سات سو گنا سے ہزار گنا تک بتائی گئی ہے ایک درہم لاکھوں درہم تک پہنچ جائے گا۔

قرض حسن سے کیا مراد ہے؟ قرض حسن سے یہ مراد ہے کہ خلوص دل کے ساتھ ہو، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے سوا اور کوئی نیت نام ونمود کی نہ ہو، اور پوری خوشدلی کے ساتھ ہو، دل پر جبر اور ناگواری نہ ہو اور وہ مال بالکل حلال وطیب بھی ہو۔

آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "فَيُضَاعِفَهُ لَهُ" مضاعفہ کہتے ہیں دوچند اور دوگونہ کو، اور یہ کم سے کم درجہ ہے جو ترقی کرکے بعض اوقات دس گنا ہوجاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا" جو شخص کوئی نیکی کرتا ہے تو اسے اس جیسی دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ اور کبھی ترقی کرکے سات سو گنا اور کبھی مزید ترقی کرکے ہزار ہزار گنا ثواب دیا جاتا ہے جیسا کہ جہاد میں مالی امداد کرنے والوں کے لئے سورۂ بقرہ میں فرمایا گیا ہے :-

"مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِىْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۗ وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ (یعنی مثال ان لوگوں کی جو اپنے مال اللہ کی راہ (جہاد) میں خرچ کرتے ہیں، اس غلہ کے دانے کی طرح ہے جس نے سات خوشے اُگائے اور ہر خوشے میں سو سو دانے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتے ہیں اور بھی بڑھا دیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ تو وسعت والے اور علم والے ہیں۔)

اور "وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ" سے مراد جنت ہے جہاں انھیں نعمتیں ملیں گی اور عزت کے ساتھ رکھے جائیں گے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱،۲۔ حسب دستوران پر عمل جاری رکھیں۔

۳۔ لوگوں کو قرض کی مشروعیت و جواز سے آگاہ کیجئے اور سمجھائیے کہ شریعت کے مطابق قرض کا لین دین اہل ایمان کے باہمی ربط و تعلق اور الفت و محبت کا ایک بہت موثر ذریعہ ہے۔

۴۔ لوگوں کو اللہ کے راستے میں مال خرچ کرنے کے ثواب سے آگاہ کیجئے کہ اس کا ثواب سات سو گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ ہو سکتا ہے۔

۵۔ لوگوں کو سود کی حرمت بتلائیے اور یہ بھی بتلائیے کہ اسی سود ہی کی بدولت مسلمانوں کا باہمی ربط و تعلق اور مودت و محبت ختم ہو گئی ہے اور باہم قرض و دست گرداں کا معاملہ باقی نہیں رہا ہے۔ شرکت اور مضاربت کا رواج نہیں رہ گیا، جس کی وجہ سے فقیری اور آپس کی عداوت و دشمنی پیدا ہو گئی ہے۔

دسواں درس

۱۰ر شعبان | قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم | درس حدیث شریف

احادیث شریفہ: مَنْ نَفَّسَ عَنْ اَخِیْهِ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۔ (رواہ مسلم)

وَقَالَ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مَنْ اَخَذَ اَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ اَدَاءَهَا اَدَّى اللّٰهُ عَنْهُ وَمَنْ اَخَذَهَا يُرِيْدُ اِتْلَافَهَا اَتْلَفَهُ اللّٰهُ۔ (رواہ البخاری)

ترجمۂ احادیث: جس شخص نے اپنے کسی بھائی کی کوئی ایک دنیاوی مصیبت و پریشانی دور کردی تو اللہ تعالیٰ اسکی قیامت میں پیش آنے والی کوئی مصیبت و پریشانی دور فرمادیں گے۔

اور رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے لوگوں سے مال لیا اور اس کا ارادہ یہی ہے کہ اسے یہ قرض ادا کرنا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی نیت و ارادہ کے مطابق اس کا وہ قرض ادا کرادیتے ہیں۔ اور جس کی نیت ہی گڑبڑ تھی اس نے قرض لیتے وقت ہی ادا کرنے کا ارادہ نہیں کیا تھا تو اللہ تعالیٰ بھی اس قرض کی ادائیگی نہیں ہونے دیتے۔

تشریح: زیر درس حدیث کے بعض الفاظ کی تشریح سن لیجئے:۔

حدیث شریف میں اَخ (بھائی) کا لفظ آیا ہے۔ اس سے صرف حقیقی نسبی بھائی بھی مراد لیا جاسکتا ہے اور دینی و اسلامی اخوت کے لحاظ سے دینی بھائی بھی مراد لے سکتے ہیں۔ بظاہر یہ لفظ ہر دو قسم کے بھائیوں کے لئے استعمال ہوا ہے۔

اور کُرْبَۃ (کُربت) رنج وغم اور مصیبت وتکلیف کیلئے بولا جاتا ہے جو کسی بندے کو اسوقت پہنچتی ہے جب بھوک کی وجہ سے کھانے پینے کی کسی چیز کا محتاج ہو یا اور کسی ضروری چیز کا محتاج ہو، لیکن پاس میں پیسے نہیں ہیں تو اپنی ضرورت کیسے پوری کرے، ایسے موقع پر اگر کوئی پیسے والا اس بھائی کی کچھ مدد کرکے اس کی یہ مصیبت وپریشانی دور کردے تو اللہ تعالےٰ اس کا بدلہ اسے قیامت میں اس طرح دیں گے کہ قیامت کے روز پیش آنے والی اس کی کوئی پریشانی ومصیبت دور کر دیں گے۔

اور یہ بہت بڑا بدلہ ہو گا کیونکہ قیامت کے دن کی تکلیفوں اور پریشانیوں کے مقابلہ میں دنیا کی پریشانیوں کو کوئی نسبت ہی نہ ہوگی۔ دنیا کی ساری پریشانیاں محدود زمانہ کی ہوتی ہیں، آخرت کی تکلیف کا زمانہ لامحدود ہے۔ دنیا کی ساری پریشانیوں کو ایک طرف رکھئے اور قیامت کی صرف ایک ہی پریشانی کو ایک طرف رکھدیا جائے تو بھی قیامت کی پریشانی بڑھی ہوگی۔ اس حدیث شریف میں اہل اسلام کو ترغیب دی گئی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی پریشانی کو دور کرنے کا شوق وجذبہ دل میں رکھیں اور اس کی پریشانی دور کرنے کے لئے آمادہ وتیار رہیں۔ چاہے قرض دے کر اس کی پریشانی دور کریں یا ہبہ وصدقہ کے ذریعہ دور کریں۔

اور دوسری حدیث شریف جو بخاری سے نقل کی گئی ہے وہ تو اس ضرورتمند غریب مسلمان کے حق میں بڑی زبردست خوشخبری ہے۔ جو ضرورت کی مجبوری سے قرض لے رہا ہے اور دل میں پختہ ارادہ ہے کہ یہ قرض ادا بھی کیا جائیگا۔ تو اللہ تعالےٰ اسکی نیت کی وجہ سے ادائے قرض میں اسکی مدد فرماتے ہیں اور اس کا قرض ادا کرا دیتے ہیں۔

حدیث شریف کے دوسرے جزء میں ایسے شخص کے لئے بہت بڑی وعید اور دھمکی ہے جو قرض لیتے وقت ہی یہ ارادہ نہیں رکھتا ہے کہ اسے یہ قرض ادا بھی

کرتا ہے، تو ایسے بدنیت شخص کو اس کا موقع ہی نہ دیا جائے گا کہ وہ قرض ادا کر کے دنیا سے جائے۔ قرض کا یہ بوجھ وہ قیامت میں کیسے ادا کر سکے گا۔
اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی بداعمالیوں سے محفوظ رکھیں۔ آمین!

مربّی کیلئے ہدایات

۱،۲۔ حسب دستور عمل کریں۔

۳۔ زیر درس احادیث کی روشنی میں اپنے سامعین کو متوجہ کریں کہ وہ باہمی ربط و اتحاد کے جذبہ سے بغیر سود کے ضرورتمند لوگوں کو قرض دینے کا جذبہ پیدا کریں، اور ان مسلمانوں کو خوشخبری سنادیجئے کہ جو لوگ قرض کی ادائیگی کی نیت کے ساتھ قرض لیتے ہیں، اللہ تعالےٰ انکی مدد فرماتے ہیں اور ان کا قرض ادا کرا دیتے ہیں۔

۴۔ اور اپنے سامعین کو اس بات سے ڈرایئے اور اس سے بچنے کی تاکید کیجئے کہ وہ یہ طریقہ ہرگز نہ اپنائیں کہ کسی سے قرض اس نیت سے لیں کہ اسے دینا ہی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ بربادی و ہلاکت کا طریقہ ہے۔

گیارہواں درس

۱۱ شعبان	قَولُ اللہِ تعالیٰ عزّوجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (الحشر)

ترجمہ آیت: اور رسول جو (حکم) دیں اسے لے لو (اس پر عمل کرو) اور جس چیز سے تم کو روک دیں تو اس سے باز رہو (رک جاؤ) اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔

تشریح: آیت شریفہ میں "وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ" آیا ہے۔ یہاں رسول سے مراد اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ہمارے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں جن پر یہ قرآن مجید نازل ہوا ہے، جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے احکام ہم تک پہنچے ہیں اور مَآ اٰتٰكُمْ سے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یا اپنی طرف سے اپنے اصحاب کرام اہل ایمان کو پہنچائے ہیں یا قیامت تک آنے والے افراد امت کو دیئے ہیں، ان سب احکام کو عمل کیلئے لے لو۔ "مَآ اٰتٰكُمْ" میں کلمہ مَا عام ہے۔ اس لئے اس سے اسلامی شریعت کے تمام احکام اور جملہ آداب واخلاق مراد ہیں۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی یہ حقیقت اپنی حدیث شریف میں بھی واضح فرمادی ہے " لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ" (تم میں سے کوئی شخص بھی سچا پکا مومن اسوقت تک نہ ہوگا جبتک اسکی تمام خواہشیں میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہوجائیں)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعہ شریعت محمدیہ اسلامیہ کا آنا اور آپ کا اسے امت تک پہنچانا ایسا ہی ہے جیسے آپؐ نے یہ شریعت امت کو عطا فرمائی ہو، اس لئے آیت شریفہ میں اسے 'اٰتاکم' (تم کو دیں) فرمایا گیا ہے۔ لہٰذا امت کا یہ فرض ہے کہ وہ آپ کے اس عطیہ کو قبول کرے۔ اسے رد کرنا صریح کفران نعمت ہے جسے شریعت میں کفر قرار دیا گیا ہے۔

آپ کی لائی ہوئی شریعت اسلامیہ میں جو باتیں اعتقاد سے تعلق رکھتی ہوں ان میں ہمارا اعتقاد بھی اسی کے مطابق ہونا چاہیئے اور جو باتیں عمل سے تعلق رکھتی ہوں ان میں ہمارا عمل بھی اسی کے مطابق ہونا چاہیئے۔ جن اعتقادات واعمال کا حکم دیا گیا ہو اسے اختیار کریں، اور جن اعتقادات واعمال سے ہمیں روکا گیا ہو ان سے پوری طرح پرہیز کریں۔ اور یہ بات بھی یقینی طور پر سمجھ لیں کہ اللہ ورسولؐ نے ہمیں جن اعتقادات واعمال کا حکم دیا ہے ان اعتقادات واعمال کو ہمارے دلوں کی صفائی وپاکیزگی اور روح کی تہذیب ودرستی میں بڑا دخل ہے اور یہی دلوں کی پاکیزگی اور روح کی صفائی ہمیں جنت تک پہنچائے گی۔

اسی طرح اللہ ورسولؐ نے ہمیں جن اعتقادات واعمال سے روکا ہے ان سے پرہیز کر کے ہی ہم اپنے دلوں کو پاک وصاف اور روحوں کو مہذب وآراستہ رکھ سکتے ہیں۔ اور ان سے بد پرہیزی کرنے کے بعد کسی جنت کے مستحق نہ ٹھہر سکیں گے۔

لہٰذا ہمیں جن جن باتوں اور جن جن کاموں کا حکم دیا گیا ہے ان پر

عمل کرنا ضروری سمجھیں اور جن باتوں سے ہمیں روکا گیا ہے ان سے پرہیز بھی ہمارے ذمہ فرض ہے اور اسی کے ذریعہ ہماری سعادت و خوش قسمتی دونوں جہان میں مکمل ہو سکتی ہے اسی تاکید کیلئے اللہ تعالیٰ نے "شدید العقاب" ہونے کی وعید بھی آخر میں دے دی ہے کہ اللہ تعالیٰ اجرم کی سزا دینے میں بہت شدید ہیں۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱، ۲۔ حسب معمول عمل جاری رکھیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پوری پوری اطاعت کیطرف متوجہ کیجئے کہ آپ کی اطاعت کا حکم عام ہے۔ آپ کا ہر عمل ہمارے لئے اُسوہ اور مستحق پیروی ہے۔

۴۔ اپنے سامعین کو روایت شیخین (بخاری و مسلم) کی حدیث کیطرف متوجہ کیجئے جس میں بتایا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ حدیث سنائی کہ اللہ تعالیٰ نے ہاتھ پاؤں گودنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے اور ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو بال اکھیڑیں یا دانتوں کے درمیان فاصلے کر کے کھڑکیاں بنائیں یا ناخن بڑھا کر انسان سے درندے بن جائیں اور اللہ تعالیٰ کے انداز خلق کو تبدیل کر دیں۔ یہ بات جب ایک خاتون مسماۃ ام یعقوب تک پہنچی جو قرآن مجید پڑھا کرتی تھیں۔ تو انھوں نے کہا کہ میں نے سنا ہے آپ ایسا ایسا کہتے ہیں اور لعنت بھیجتے ہیں۔ وہ بولے کہ میں ایسے لوگوں پر کیوں نہ لعنت بھیجوں جن پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔ تو وہ خاتون بولیں کہ میں نے پورا قرآن مجید پڑھا ہے اس میں کہیں بھی یہ بات نہیں پڑھی تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ اگر تم نے پڑھا ہے تو ضرور پایا ہوگا۔ کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی؟ وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا۔ وہ بولیں کہ یہ آیت تو پڑھی ہے تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان تمام باتوں سے منع فرمایا ہے

بارہواں درس

۱۲ر شعبان | قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم | درس حدیث شریف

حدیث شریف: ذَرُوْنِیْ مَا تَرَكْتُكُمْ فَاِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِسُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلٰى اَنْبِيَائِهِمْ فَاِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَیْءٍ فَخُذُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَیْءٍ فَانْتَهُوْا (بخاری ومسلم)

ترجمۂ حدیث: جبتک میں خود تم لوگوں سے کوئی بات نہ کہوں مجھ کو میرے حال پر چھوڑے رکھو، کیونکہ تم سے پہلے کے جو لوگ ہلاک ہوئے ہیں وہ اپنے انبیاء سے غیر ضروری سوالات کرنے کی وجہ سے اور پھر باہمی اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہوئے ہیں۔ لہذا جب میں تم کو کسی بات کا حکم دوں تو جہاں تک ہو سکے اس پر عمل کرو اور جب میں کسی چیز سے منع کروں تو اس سے رک جایا کرو (غیر ضروری سوال نہ کیا کرو)۔

تشریح: حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کا مطلب یہ ہے کہ میں جبتک کسی معاملہ میں تم لوگوں سے کوئی بات از خود نہ کہوں اور تم کو کسی بات کا حکم نہ دوں یا کسی بات سے تم کو منع نہ کروں تو تم لوگ بے ضرورت و بے محل مجھ سے پوچھ تاچھ اور سوال نہ کیا کرو۔ مجھ کو میری حالت پر رہنے دیا کرو۔

اس ارشاد میں آپ نے ایسے لوگوں کو ناگواری کے انداز میں تنبیہ فرمائی ہے جو بے ضرورت بہت سے ایسے سوالات کرتے رہتے تھے جن کے جوابات بعض اوقات تنگی اور دشواری کا سبب ہو سکتے تھے کہ ان سوالوں کے جواب میں کوئی ایسا حکم بھی آسکتا تھا جس پر عمل کرنا امت پر دشوار ہو جاتا۔ اس لئے آپ نے بے ضرورت

سوال کرنے سے منع فرمادیا اور اس کی یہ وجہ بھی بیان فرمادی کہ پچھلی امتیں ایسے ہی غیر ضروری سوالات کی وجہ سے اور حضرات انبیاء علیہم السلام سے اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئی ہیں۔ اس ارشاد سے یہ بات بھی ثابت ہوجاتی ہے کہ زبردستی کے سوالات کبھی کبھی اختلاف ومخالفت کا سبب بن جاتے ہیں اور حضرات انبیاء کی مخالفت یقینی طور پر نقصان وخسران اور بربادی وہلاکت کا سبب ہوتی ہے

پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد فرمانا کہ میں جب تم کو کسی کام کے کرنے کا حکم دوں تو تم جہاں تک کر سکتے ہو اس پر عمل کرو۔ اس موقع پر حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے امر پر عمل کرنے کیلئے یہ بھی فرمادیا کہ جہاں تک عمل کر سکتے ہو اس پر عمل کرو۔ اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اسی حد تک احکام کی پابندی کا مکلف بنایا ہے جو بندوں کی قدرت واستطاعت سے باہر نہ ہو۔ حدیث شریف کے دوسرے جزء میں یہ فرمایا گیا کہ جب میں کسی کام سے تم کو منع کردوں تو اس کام سے رک جاؤ۔ اس موقع پر "جہاں تک ہوسکے" نہیں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ کیونکہ نہی کا مطلب تو کسی کام کو ترک کرنے اور اسے نہ کرنے کا ہوتا ہے۔ اور تکلیف تو کرنے ہی میں ہوسکتی ہے۔ نہ کرنے میں تو کوئی تکلیف ہے ہی نہیں بلکہ اس میں تو راحت وآرام ہی کا پہلو پایا جاتا ہے۔ اس لئے یہاں "جہاں تک ہوسکے" کا فقرہ نہیں فرمایا گیا ہے۔

مربی کیلئے ہدایات

۱،۲۔ حسب سابق عمل کریں۔

۳۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ بے ضرورت سوال کرنا مکروہ ہے۔ اس سے اختلافات کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ انسان کو صرف ایسی باتوں کا سوال کرنا چاہیئے جو اسے درپیش ہوں اور جن پر اسے عمل کرنا ہو۔ اگر عمل کی نیت ہی نہیں ہے صرف تفریح کے طور پر سوال کیا جارہا ہے تو نہ تو ایسا سوال کرنا صحیح ہے نہ ہی اس کے جواب کی ضرورت ہے۔ یہ حدیث شریف پیش نظر رہنی چاہیئے۔ "مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَا لَا یَعْنِیْہِ" یعنی انسان کے اسلام کی خوبی اس بات میں ہے کہ وہ غیر ضروری باتوں سے پرہیز کرے۔

۴۔ لوگوں کو بتا دیجئے کہ امر کا مقتضا یہی ہے کہ انسان کو لازمی طور پر جس بات کا حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کرے۔ اگر ارادۂ عمل کے باوجود عمل نہ کر سکے تو وہ معذور ہے۔ اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ لیکن جن چیزوں سے روکا گیا ہے ان سے باز رہنا بہر حال ضروری ہے۔ ہاں اگر کوئی مجبوری اور اضطرار کی صورت پیدا ہو جائے تو بات دوسری ہے۔ جیسے حالت اضطرار میں مردار اور خنزیر کا گوشت بقدر ضرورت کھا لینے کی اجازت دیدی گئی ہے۔

تیرہواں ۱۳ درس

درس قرآن مجید	قول اللہ تعالیٰ عزّ وجلّ	۱۳ شعبان

آیت شریفہ: هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝

(الصف ۹)

ترجمۂ آیت: وہی ذات خداوندی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول رہنمائی کی سوجھ بوجھ کے ساتھ اور سچے دین کے ساتھ کہ اسے سب دینوں پر غلبہ اور برتری عطا فرمائے۔ اگرچہ مشرکین اسے کتنا ہی برا مانیں۔

تشریح: آیت شریفہ کا جو ترجمہ اوپر نقل کیا گیا ہے وہ اگرچہ محتاج تشریح نہیں ہے پھر بھی کچھ باتیں تو مزید توضیح و تشریح کی محتاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا حاصل یہی ہے کہ اس آیت میں یہ حقیقت بالکل صاف لفظوں میں بیان کر دی ہے کہ وہ ذات اللہ تعالیٰ ہی کی ہے جس نے اپنے (آخری) رسول حضرت سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہدایت و رہنمائی اور دین حق اسلام کی تعلیمات کے ساتھ رسول بنا کر دنیا میں بھیجا اور اس سے غرض یہ ہے کہ وہ اس دین حق کو دوسرے غیر معتبر و غیر مستند دینوں پر غلبہ دینا چاہتا ہے۔ مثلاً دین یہود، دین نصاریٰ اور مجوسیت و مزدکیت وغیرہ جن میں بہت سے لوگ اپنا دین بنائے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی اس غرض کے حاصل ہونے کا یقینی ہونا اس طرح واضح فرما دیا کہ آیت کو اس فقرہ پر ختم کیا "وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ" اگرچہ مشرکین (اور ان کے ساتھ ہی کافرین بھی) اسے کتنا ہی ناگوار سمجھیں۔

اور خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے دین اسلام کے غالب و منصور ہونے کو ان الفاظ میں بیان بھی فرمادیا ہے۔ "لَیَبْلُغَنَّ هٰذَا الْاَمْرُ مَا بَلَغَ اللَّیْلُ وَالنَّهَارُ وَلَا یَتْرُکُ اللّٰهُ بَیْتَ مَدَرٍ وَّلَا وَبَرٍ اِلَّا اَدْخَلَهُ هٰذَا الدِّیْنَ بِعِزِّ عَزِیْزٍ وَبِذُلِّ ذَلِیْلٍ عِزًّا یُعِزُّ اللّٰهُ بِهِ الْاِسْلَامَ وَذُلًّا یُذِلُّ بِهِ الْکُفْرَ" (رواہ احمد) (ترجمہ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دین اسلام آئندہ پہنچ کر رہے گا جہاں تک سورج اور چاند کی گردش پہنچتی ہے (ساری دنیا میں اسلام پہنچ جائے گا) اور اللہ تعالٰے شہر و قریہ کا کوئی گھر بھی نہ چھوڑیں گے کہ ہر گھر میں اس دین کو داخل فرمادیں گے۔ یہ صورت ہو کر رہے گی خواہ عزت والے کی عزت کے ساتھ یا ذلت والے کی ذلت کے ساتھ ہو۔ اللہ تعالٰے اسلام کو عزت دیں گے اور کفر کو ذلیل کریں گے۔)

اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا کہ روئے زمین پر کوئی جھونپڑی اور خیمہ یا گھر بھی باقی نہ رہ جائے گا جس میں کلمہ اسلام داخل نہ ہو جائے جو عزت والے کو باعزت بنائے گا، اور ذلیلوں کو ذلیل کردے گا۔ جنھیں عزت دینا ہوگی انھیں اہل اسلام میں سے بنادے گا، اور جنھیں ذلیل کرنا ہوگا وہ ذلت کا طریقہ اور دین و مذہب اختیار کرلیں گے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱، ۲۔ حسب دستور عمل فرمائیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو اللہ تعالےٰ کا یہ احسان یاد دلائیے کہ اس نے اپنے آخری رسول حضرت سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو نبی و رسول بنا کر بھیجا کہ وہ لوگوں کو دین حق کی رہنمائی فرما کر انھیں نیک بخت بنائیں۔

۴۔ لوگوں کو بتائیے کہ اسلام دین الٰہی اور دین حق ہے۔ دشمنان حق خواہ کتنی ہی اس کی مخالفت کریں اور اس کا نور بجھانا چاہیں یہ عنقریب ہی کسی نہ کسی وقت غالب آکر رہے گا، اور ہر دین باطل پر غلبہ پاکر رہے گا۔

۵۔ لوگوں کو آپ یہ حقیقت بھی اچھی طرح جتلا دیں کہ یہود و نصاریٰ، مشرکین و ہنود سب ہی یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور دین اسلام اور اسکی شریعت و احکام کو اپنی پھونکوں سے بجھادیں لیکن اللہ تعالےٰ کو یہ بات کسی طرح بھی منظور نہیں ہے۔ اس لئے عنقریب ہی دین اسلام کو ہر دین پر غلبہ حاصل ہو کر رہے گا۔ اگرچہ ان کفار و مشرکین کو یہ بات کتنی ہی ناگوار ہو۔ مگر یہ ہو کر رہے گی۔

چودھواں درس

۱۴؍شعبان	قَوْلُ النَّبِی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ	درس حدیث شریف

حدیث شریف: لَاتَزَالُ طَائِفَۃٌ مِّنْ اُمَّتِیْ مَنْصُوْرِیْنَ لَایَضُرُّھُمْ مَنْ خَذَلَھُمْ حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَۃُ۔ (ابن ماجہ)

وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَاتَزَالُ طَائِفَۃٌ مِنْ اُمَّتِیْ قَوَّامَۃٌ عَلٰی اَمْرِ اللّٰہِ لَایَضُرُّھَا مَنْ خَالَفَھَا۔ (صحیح ابن ماجہ)

ترجمہ حدیث: میری امت کی ایک جماعت برابر ہر زمانہ میں اللہ تعالےٰ کی نصرت ومدد سے سرفراز رہے گی۔ انکی مخالفت کرنے والوں کی مخالفت انھیں کوئی نقصان نہ پہنچاسکے گی۔ یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔

اور ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ میری امت کی ایک جماعت اللہ تعالےٰ کے احکام پر ہمیشہ ثابت قدم رہیگی۔ مخالفین کی مخالفت اسے کچھ بھی نقصان نہ پہنچاسکے گی۔

تشریح: حدیث شریف کی ابتداء "لَاتَزَالُ طَائِفَۃٌ مِّنْ اُمَّتِیْ مَنْصُوْرِیْنَ" کے فقرے سے فرمائی گئی ہے۔ "لَاتَزَالُ" کے معنی ہوتے ہیں "ہمیشہ رہے گی" اور طائفۃ لوگوں کی جماعت اور گروہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جو کسی ایک فکر ورائے یا کسی ایک مذہب پر مجتمع اور متفق ہوں۔ اور اسی فکر ومذہب کی وجہ سے وہ لوگ دوسروں سے ممتاز ہوجاتے ہوں۔ اس کے بعد حدیث شریف میں "منصورین" فرماکر اس طائفہ اہل حق کو یہ خوشخبری دے دی گئی ہے کہ یہ لوگ اہل باطل پر منصور وغلبہ یافتہ بھی رہیں گے۔ اور اس غلبہ کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اہل باطل کی ساری

زور آزمائی و مخالفت اس دین حق کی حقانیت اور اس کی ضیا پاشی کو کسی طرح کا نقصان نہ پہنچا سکیں گے، یہاں تک کہ اسی کشمکش کی حالت میں قیامت آجائیگی اور اہل حق کی حقانیت غالب و منصور ہی رہے گی۔

حدیث شریف کی اس مسرت افزا پیشگوئی کی یہ عقلی دلیل بھی پیش کی جاسکتی ہے کہ اگر ہم کسی بھی وقت یہ صورت فرض کرلیں کہ ہماری آباد دنیا میں اسلام حقیقی سے باخبر کوئی بھی مسلمان باقی نہیں رہ گیا ہے جو اس پر خود عمل پیرا ہو اور دوسروں کو اسکی طرف دعوت دے سکے، تو یہ صورت حال ہمارے نزدیک اس وجہ سے ممکن ہی نہیں ہے کہ اس صورت کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم لوگوں کی طرف سے یہ بات کہے جانے کی گنجائش تسلیم کرلیں گے کہ وہ قیامت میں اپنا یہ عذر پیش کرسکیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں کوئی ایسا شخص ملا ہی نہیں جو ہمیں آپ کی ذات اور آپ کی حقیقی عبادت و بندگی سے آگاہ کرتا۔ اور ظاہر ہے کہ ایسی بات کا امکان اس لئے نہیں ہے کہ اسمیں اسلام کے بنیادی عقیدہ ختم نبوت کا انکار چھپا ہوا ہے۔ اسی کی جڑ کاٹنے کے لئے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نائبین نبوت علماء اسلام کی قیام قیامت تک موجودگی کی خوشخبری دیدی ہے کہ یہ علماء حق دین کی صحیح اور پوری رہنمائی کرتے رہیں گے اور کسی دجال و کذاب کو یہ موقع ہی نہ دیں گے کہ وہ کسی چور دروازے سے داخل ہوکر دعوائے نبوت کرسکے۔ یہی مضمون حدیث کی ایک دوسری روایت میں بھی کچھ فرق کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱،۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ اللہ تعالےٰ کے خلاف کسی ایک کے پاس بھی کوئی دلیل وحجت نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ اس طائفہ کی قیامت تک برابر حفاظت کرتا رہے گا جو دین حق کی حفاظت میں لگا رہے گا اور ہمیشہ اسے منصور و غالب رکھے گا۔

۴۔ آپ اپنے مخاطب سامعین کو یہ بھی بتا دیجئے کہ یہ منصور و غالب وہی جماعت اہل اسلام ہوگی جو آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کرام صحابۂ عظام رضؓ کے مسلک وطریقہ پر ہوگی۔ عقائد میں بھی اسی طریقہ پر اور عبادات و اعمال میں بھی، آداب و اخلاق میں بھی انہی کی پیرو ہوگی۔ کیونکہ خود حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جب فرقۂ ناجیہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے یہی جواب دیا تھا کہ فرقۂ ناجیہ (نجات پانے والا فرقہ) وہی ہوگا جو میرے اور میرے صحابہؓ کے اس طریقہ پر چلے گا جس پر ہم سب آج چل رہے ہیں، اس مسلک و طریقہ میں کوئی تغیر و تبدل نہ کرے گا۔

۵۔ اپنے سامعین کو مثال کے طور پر فرقہ ناجیہ کو سمجھانے کیلئے سعودی حکومت کو پیش کر دیجئے۔ (احقر مترجم عرض کرتا ہے کہ جس وقت حضرت مصنف شیخ ابوبکر جابر الجزائری نے یہ خیال ظاہر کیا ہے ممکن ہے اس وقت سعودی حکومت کے "حکمراں" کچھ ایسے رہے ہوں، لیکن اب جو صورت ہمارے سامنے ہے یہ سعودی حکمراں اولاد ابلیس شیاطین کو اپنا رب اور مربی بنائے ہوئے ہیں۔ انھیں اب اپنے دین کی فکر اتنی نہیں ہے جتنی فکر اپنی اور اپنی حکومت کو محفوظ رکھنے کی ہے "لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَمْرًا" مرحوم و مغفور شاہ فیصل رحؒ علیہ الرحمۃ کے بعد سعودی حکومت عافیت کوش ہوگئی ہے۔)

پندرہواں درس

۱۵ شعبان	قول اللہ تعالیٰ عزوجل	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

(الاعراف ۳۳)

ترجمہ آیت: آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے حرام کیا ہے صرف بیحیائی کی باتوں کو جو ان میں کھلی ہوئی ہوں اور جو چھپی ہوئی ہوں، اور گناہ کو اور ناحق کی زیادتی کو، اور اس بات کو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک کرو جس کی کوئی سند اللہ نے نہیں اتاری ہے۔ اور اس بات کو (بھی حرام کیا ہے) کہ تم اللہ کے ذمہ وہ باتیں لگاؤ جو تم کو معلوم نہیں ہیں۔

تشریح: اس آیت شریفہ کا شان نزول یہ ہے کہ جب مشرکین مکہ نے دین سے بے بہرہ و بے خبر ہونے کی وجہ سے جہالت و نادانی پر مبنی دین میں یہ تبدیلیاں کر ڈالیں کہ "مردوں اور عورتوں دونوں ہی کو اس بات کا پابند کر دیا کہ وہ بیت اللہ شریف (خانہ کعبہ) کا طواف برہنہ ہو کر ہی کریں اور مندرجہ ذیل جانوروں کو بھی حرام قرار دے دیا: بحیرہ (وہ اونٹنی جس کا دودھ بتوں کے نام کر دیتے اپنے استعمال میں نہ لاتے) سائبہ (وہ جانور جو جانوروں کے نام پر چھوٹا چھوڑ دیتے ہیں، جیسے یہاں سانڈ چھوڑ دیتے ہیں) وصیلہ (وہ اونٹنی جو پہلی دو بار مادہ بچہ جنے درمیان میں نر بچہ

نہ جنے، اسے بھی بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے، اپنے اوپر حرام کر لیتے تھے)
حام (وہ نر اونٹ ہے جو ایک مقرر تعداد تک جفتی کر چکا ہو تو اسے بھی بتوں کے
نام پر چھوڑ دیتے تھے) تو اللہ تعالٰی نے ان کی ان تحریمات پر تنبیہ فرمائی کہ
تحریم کے لئے تو کوئی مُحرّم (حرام کرنے والا) ہونا چاہئے اور وہ محرّم خدا تعالٰی کی
ذات ہے۔ تو اب سنو کہ اللہ تعالٰی نے یہ چھ باتیں حرام فرمائی ہیں۔

(۱) بے حیائی کی باتیں حرام کی ہیں۔ کھلی ہوئی بے حیائی ہو یا چھپی ہوئی بے حیائی ہو
(اور برہنہ اور مادر زاد ننگے ہو کر طواف کرنا تو کھلی بے حیائی ہے)۔

(۲) زنا بدکاری حرام کی ہے اور ہر گناہ حرام کیا ہے۔

(۳) ظلم و زیادتی اور ہر قسم کی سرکشی حرام کی ہے اللہ تعالٰی نے۔

(۴) بغی (ظلم و زیادتی) کے ساتھ "بغیر الحق" کی قید بھی لگا دی کہ
قصاص (جان کے بدلہ جان) کو ناجائز و حرام نہ سمجھ لیا جائے۔

(۵) اور اللہ تعالٰی کے ساتھ اس کی ذات یا صفات میں کسی کو
شریک سمجھنا۔

(۶) اور آخری چھٹی بات یہ کہ تم اللہ تعالٰی کے ذمہ اپنی طرف سے
وہ باتیں لگاؤ جو تم کو معلوم ہی نہیں ہیں۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱،۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ اللہ تعالےٰ نے اس آیت کریمہ میں وہ چھ بنیادی مفاسد بتادیے ہیں جن سے بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ یعنی بے حیائی کھلی[۱] اور چھپی[۲] دونوں ہی۔ ہر قسم کا گناہ[۳]۔ ظلم[۴] و تعدی۔ اللہ تعالےٰ کے ساتھ شرک[۵]۔ اللہ تعالےٰ پر کذب[۶] و افتراء۔

۴۔ سامعین کو بتادیجئے کہ فواحش فاحشہ کی جمع ہے یعنی ہر قسم کی بے حیائی کھلی ہو یا ڈھکی چھپی ہو۔ جیسے زنا، لواطت وغیرہ۔

۵۔ یہ بھی بتادیجئے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف اپنی طرف سے غلط طور پر کوئی حکم منسوب کردینا کہ اس نے فلاں چیز حلال کی ہے یا حرام کی ہے۔ اور یہ کام مشروع و جائز ہے، یہ جائز نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ پر افتراء ہے جو بہت بڑی جسارت ہے۔

۱۷ رجب ۱۴۲۴ھ

سولہواں درس

۱۶؍ شعبان | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: اِنَّ کَذِبًا عَلَیَّ لَیْسَ کَکَذِبٍ عَلٰی اَحَدِکُمْ مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ۔ (مسلم)

وقولہ: مَنْ حَدَّثَ عَنِّیْ حَدِیْثًا وَّھُوَ یَرٰی اَنَّہٗ کَذِبٌ فَھُوَ اَحَدُ الْکَاذِبِیْنَ۔ (رواہ مسلم فی المقدمہ)

ترجمۂ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:۔ یہ بات بالکل یقینی ہے کہ میرے خلاف کوئی بات جھوٹ بناکر نقل کرنا اس جھوٹ کی طرح نہیں ہے جو تم میں سے کوئی شخص اپنے کسی دوسرے ساتھی کی طرف سے نقل کر دیتا ہے۔ میری طرف جھوٹ بناکر کوئی حدیث منسوب کرنا بہت ہی بڑا گناہ ہے۔ جو شخص دانستہ طور پر میری طرف کوئی جھوٹی حدیث منسوب کرکے نقل کرتا ہے وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالیتا ہے۔

اور فرمایا کہ: جو شخص میری طرف سے کوئی حدیث بیان کرتا ہے اور وہ یہ جانتا ہوتا ہے کہ یہ حدیث جھوٹی ہے تو وہ شخص بھی دو جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے (پہلا جھوٹا تو وہ جس نے وہ حدیث گڑھی اور دوسرا جھوٹا یہ جو اسے جھوٹ جانتے ہوئے دوسروں سے نقل کرتا ہے۔)

تشریح: اوپر مذکور پہلی حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اپنی امت کو عام دروغ گوئی اور غلط بیانی سے اور خاص طور پر اپنی ذات اقدس

کے خلاف غلط بیانی اور دروغ گوئی کے عذاب سے ڈرا رہے ہیں کہ جو شخص بھی میری طرف جھوٹ بولتے ہوئے کوئی ایسی حدیث منسوب کرے گا جو میں نے نہ کہی ہو تو پھر وہ شخص اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔ کیونکہ جھوٹ ایک ایسی چیز ہے جس سے لوگوں کے حقوق اوران کی قدر و مرتبت کو ڈھا دیا جاتا ہے اور اس کے ذریعہ ہر طرح کے شر و فساد کی طرف رہنمائی ہوتی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں ایک سے زائد متعدد آیات میں یہ ارشاد فرمایا ہے:-

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا۔

اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ بول کر بہتان طرازی اور افتراء پردازی کرتا ہے۔

کیونکہ خدا اور رسولؐ پر جھوٹ و افتراء پردازی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ "شریعت الٰہیہ سے ہٹ کر ایک دوسری جھوٹی شریعت چلانا چاہتا ہے۔ اور بالکل ظاہر بات ہے کہ یہ بہت بڑا فساد ہے۔ دنیا میں شرک کی جو صورتیں نکلی ہیں وہ ایسی ہی جھوٹی تشریعات سے نکلی ہیں۔

دوسری حدیث شریف کی تشریح میں بھی یہی باتیں کہی جاسکتی ہیں، صرف لفظی طور پر تھوڑا فرق ہے کہ اس دوسری حدیث میں جھوٹی حدیث بیان کرنے والے کو دو جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا کہا گیا ہے جو مبنی برحقیقت ایک دلچسپ تعبیر بھی ہے۔

مربّی کیلئے ہدایات

۲،۱۔ حسب معمول سابق زیر عمل رہے۔
۳۔ اپنے سامعین کو یاد دلائیے کہ جھوٹ بولنا یوں تو مطلقاً برا ہے ہی، لیکن یہ جھوٹ جس وقت خدا و رسولؐ پر افترار کی صورت میں ہو تو یہ بہت ہی بڑا اور بڑا گناہ ہے۔ اور ان دونوں میں بھی اللہ تعالےٰ پر کذب و افترار کے نتیجہ میں تو شریعت الٰہیہ ہی تبدیل ہو جاتی ہے جو بہت سے گمراہیوں اور فساد پر مبنی ہے۔ جیسا کہ پندرہویں درس میں جہاں اصول مفاسد بیان کئے گئے ہیں، اللہ تعالےٰ کا یہ ارشاد بھی نقل کیا گیا ہے: "وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ"۔ اور یہ کہ اللہ تعالےٰ کی مرضی کے خلاف ایسی باتیں کہہ دینا جن کا تم کو علم ہی نہیں ہے۔
۴۔ اپنے سامعین کو جھوٹی حدیث بیان کرنے کے "انجام بد یعنی داخلہ جہنم" سے آگاہ کر دیجئے۔

سترہواں درس

۱۷ رشعبان | قول اللہ تعالیٰ عزوجلّ | درس قرآن مجید

آیات شریفہ: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ۝ یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۗ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ۝ (الاحزاب ۷۰، ۷۱)

ترجمہ آیات: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو (اس سے اور اس کے عذاب سے ڈرو) اور سچی اور درست بات کہا کرو (اگر ایسا کرو گے تو) اللہ تعالیٰ تمھارے اعمال (بھی) درست کر دیں گے اور تمھارے سارے گناہ بھی بخش دیں گے اور (یہ بھی سمجھ لو کہ) جس شخص نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کی وہ بڑی کامیابی پا گیا۔

تشریح: آج کی زیر درس سورۂ احزاب کی یہ آیات اللہ تعالیٰ کے ان منجملہ خطابات میں سے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اہل ایمان بندوں کو مخاطب فرمایا ہے یہ خطاب دو حکموں اور دو خوش خبریوں پر مشتمل ہے۔

جن میں سے پہلا حکم تو "اِتَّقُوا اللّٰهَ" ہے۔ یعنی اہل ایمان کو تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے اور دوسرا حکم "وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا" ہے جس میں اہل ایمان کو راست بازی اور درست گوئی کا حکم فرمایا گیا ہے۔

اس کے بعد اہل ایمان کو دو عظیم خوشخبریاں بھی دی گئی ہیں جن میں سے

پہلی خوش خبری یہ ہے کہ اگر اہل ایمان ان دونوں حکموں کی تعمیل کرلیتے ہیں تو اس کے صلہ میں ان کے سارے اعمال درست کردیئے جائیں گے کہ اللہ تعالٰی کے ہاں لائق قبول اور مستحق اجر و ثواب ہو جائیں۔ اور دوسری خوشخبری یہ ہے کہ ان دونوں حکموں کی تعمیل کرنے والے اہل ایمان کے معاصی و ذنوب بخش دیئے جائیں گے جس کی وجہ سے انھیں داخل جنت ہونے کی صورت نکل آئے گی۔

اب یہ بات بھی سمجھ لیجئے کہ آیت شریفہ میں پہلا حکم جو تقویٰ کا دیا گیا ہے تو تقویٰ سے کیا مراد ہے؟ تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ اللہ کا بندہ اپنے پروردگار کی نافرمانی و معصیت کے اس عذاب کا خوف دل میں رکھے جو اسے اس معصیت کی سزا میں ملنے والا ہے۔ مومن کے دل میں اگر یہ تقویٰ اور خوف رہے گا تو اللہ تعالٰی کے کسی حکم کو چھوڑنے کی نافرمانی یا کسی ممنوع اور روکی ہوئی بات کا ارتکاب ہرگز نہ کرے گا۔ اور اگر کسی وقت شیطان اسے بہکا بھی دے اور اس سے کسی فرض و واجب کا ترک ہو جائے یا کسی حرام و ناجائز کا ارتکاب عمل میں آجائے تو وہ فوراً اس معصیت سے سچی توبہ کرلے۔ اور اس کی صورت یہی ہے کہ وہ اللہ تعالٰی سے استغفار کرنے اور معصیت کو چھوڑ دینے، آئندہ دوبارہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرلے۔ چاہے جیسے بھی حالات ہوں دوبارہ گناہ نہ کرے۔

دوسرے حکم "وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا" کا مطلب یہ ہے کہ مومن جب بھی کوئی بات کہنا چاہے تو کہنے سے پہلے ہی اس کا انجام سوچ لے کہ اسکا انجام کیا ہوگا؟ اس پر کوئی اجر و ثواب ملے گا یا یہ موجب عتاب و عقاب ہوگا؟ اگر کوئی اچھی بات ہے تو کہے ورنہ خاموش رہے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اس حدیث پر عمل کرے کہ جو شخص اللہ و رسول پر ایمان رکھتا ہو تو صرف اچھی ہی بات کہے ورنہ خاموش رہے کیونکہ "قَوْلًا سَدِيْدًا" ایسی ہی بات کو کہتے ہیں جو درست اور حق ہو، برائی اور شر کا ذریعہ نہ ہو۔

آیت شریفہ میں مومن کیلئے جو دو انعام بتائے گئے ہیں تو ایک انعام تو اصلاحِ اعمال ہے کہ اس کے اعمال درست کر دیئے جائیں گے اور دوسرا انعام یہ ہے کہ اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے "وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ" والی آیت کے ذریعہ اہلِ ایمان کو بڑی خوشخبری سنادی کہ جو کوئی بھی اللہ و رسول کی فرمانبرداری کرے گا تو بہت بڑی کامیابی کا مستحق ہوگا کہ اسے اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور جنت خلد کا مستحق بنادیا جائے گا۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱،۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ لوگوں کو اچھی طرح سمجھا دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کی ولایت و دوستی کا دوسرا رکن یہی تقویٰ ہے اور اس کا پہلا رکن اسلام و ایمان ہے۔ لہٰذا کوئی غیر مسلم و غیر مومن جس طرح اللہ کا ولی نہیں ہو سکتا اسی طرح کوئی غیر متقی اور فاسق و فاجر اور مبتدع (بدعتی) بھی اللہ تعالیٰ کا ولی نہیں ہو سکتا۔

۴۔ لوگوں کو بتا دیجئے کہ مومن کی باتیں درست اور خیر و حق پر مبنی ہی ہونی چاہئیں کیونکہ مومن صاحب عقل ہوتا ہے کہ اس نے ایمان اختیار کر کے کامیابی کا راستہ اختیار کر لیا ہے۔ اور عقلمند آدمی وہی بات کہتا ہے جسے وہ درست اور مفید سمجھتا ہے۔

اٹھارہواں درس

۱۸ شعبان | قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم | درس حدیث شریف

حدیث شریف: عَلَيْكُمْ بِتَقْوَى اللهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَاِنْ عَبْدًا حَبْشِيًّا وَسَتَرَوْنَ مِنْ بَعْدِي اِخْتِلَافًا شَدِيْدًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِيَّاكُمْ وَالْاُمُوْرَ الْمُحْدَثَاتِ فَاِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔ (صحیح ابن ماجہ)

ترجمہ حدیث: تم لوگ اپنے ذمہ اللہ تعالیٰ کا خوف اور پرہیز گاری کو لازم کرلو، اور سننے و فرماں برداری کو لازم کرلو، اگرچہ تمھارا حاکم حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ تم لوگ میرے بعد بہت زیادہ اختلاف دیکھوگے۔ تو اُس وقت میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت کو اختیار کرنا۔ اور اُس کو مضبوطی کے ساتھ پکڑلینا۔ اور دین میں نئی ایجاد کردہ باتوں سے دور رہنا۔ کیونکہ دین میں ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت (گمراہی) ہے۔

تشریح: حدیث شریف کی پہلی ہدایت جو "عَلَيْكُمْ بِتَقْوَى اللهِ" سے شروع ہوئی ہے اس میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت (یعنی ہم مسلمانوں) کو دو بڑی باتوں کی پابندی کا حکم دیا ہے کہ جب تک یہ امت دنیا میں موجود رہے ان دونوں باتوں کی پابند ہو کر رہے۔

پہلی بات ، اللہ تعالےٰ کے خوف وتقویٰ اور پرہیزگاری کی پابندی ہے جوظاہر وباطن دونوں ہی حالتوں میں ملحوظ رہنی چاہیئے۔ تقویٰ سے مراد وہ حالت وکیفیت ہے کہ دل میں اللہ تعالےٰ کا خوف وتقویٰ اس طرح راسخ ہوجائے کہ وہ ہر حالت میں اللہ تعالےٰ کی اطاعت وفرمانبرداری پر ابھارتا رہے کہ انسان اللہ تعالےٰ کے جملہ احکام کی پیروی کرتا رہے اور اس کی ممنوعات ومحرمات سے اجتناب وپرہیز کرتا رہے اور یہ اطاعت صرف اللہ تعالےٰ کی اطاعت میں محدود نہیں ہے بلکہ اسی کے ساتھ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی بھی پوری فرمانبرداری کرے۔ جیساکہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے :۔
مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ۔ (یعنی جس نے رسول کی اطاعت کی تو اس نے درحقیقت اللہ ہی کی اطاعت کی) اور پھر اسی کے نتیجہ میں اسے حاکم اسلام اور امیر المومنین کی بھی اطاعت کرنی ہوگی۔ حدیث شریف میں دوسرا حکم یہی دیاگیا کہ تم سب اپنے امیر کی اطاعت اپنے اوپر لازم رکھو خواہ وہ امیر کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو اور یہ حکم اس لئے دیا گیاکہ اس اطاعت امیر میں بالخصوص اس وقت کہ وہ امیر کسی منکر کا حکم نہ دے رہا ہو، وحدت امت کا راز پوشیدہ ہے اور امت کی مادی وروحانی حیات بھی اسی سے وابستہ ہے جس کے ذریعہ غزوات اسلامی اور فتوحات بلاد کفر کا سلسلہ جاری رہے گا، جو دنیا میں ہدایت کا پیغام پہنچانے کا ذریعہ ہوگا۔ اور اس کے برخلاف اگر امیر وحاکم کی نافرمانی کی جاتی ہے تو یہ صورت شر وفساد اور اختلاف وافتراق کا سبب بنے گی جس کے نتیجہ میں امت مسلمہ میں ضعف پیدا ہوگا اور اسے ہزیمت وشکست کا سامنا کرنا پڑے گا اور دعوت اسلام کا سلسلہ موقوف ہوجائے گا۔

حدیث شریف میں اس کے بعد یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ تم لوگ میرے بعد بہت شدید اختلاف دیکھو گے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بنی بر حقیقت پیشگوئی ہے جو حرف بحرف صادق ہو کر ہمارے سامنے آچکی ہے۔ اس اختلاف سے بچنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم تمام اہل اسلام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت اور خلفائے راشدین کے طریقہ کی پابندی کریں۔ اس کے سوا جو صورت ہوگی وہ گمراہی ہوگی۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱،۲۔ پر بدستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو زیر درس حدیث میں آئی ہوئی ہدایات (اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے اور حاکم مسلمین کی اطاعت کرنے) کو اچھی طرح سمجھائیے اور اسکی پابندی کی طرف متوجہ کیجئے، بشرطیکہ کسی معصیت کا حکم نہ ہو۔

۴۔ اپنے سامعین کو دین میں نکالی ہوئی بدعتوں سے اجتناب کی تاکید کیجئے۔ جو باتیں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے طریقہ کے خلاف ہوں، ان سے ثابت نہ ہوں، ان حضرات کے بعد ائمہ دین اسلام سے بھی ثابت نہ ہوں وہ سب بدعت کا مصداق ہیں۔ ان سے پرہیز کریں۔

اُنیسواں درس

۱۹؍شعبان	قَولُ اللّٰہِ تَعالیٰ عَزَّوَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ الْکِتٰبِ وَیَشْتَرُوْنَ بِہٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا ۙ اُولٰٓئِکَ مَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِھِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا یُزَکِّیْھِمْ ۚ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○ (البقرۃ ۱۷۴)

ترجمہ آیت: بیشک ہے یہ بات کہ جو لوگ اللہ تعالےٰ کی نازل کی ہوئی کتاب میں سے کچھ چھپا لیتے ہیں اور اس کے بدلہ کچھ قیمت خرید لیتے ہیں تو یہ لوگ اپنے پیٹوں میں صرف دوزخ کی آگ ہی کھاتے ہیں۔ قیامت کے دن اللہ تعالےٰ ان سے بات نہ کریں گے اور نہ ان کا تزکیہ کریں گے۔ اور ان کیلئے بہت دردناک عذاب ہوگا۔

تشریح: آیت زیر درس اگرچہ مخصوص اہل کتاب اور چند خاص یہود سے متعلق ہے لیکن اصولی طور پر یہ قاعدہ مسلم و معروف ہے کہ تفسیر میں عموم الفاظ معتبر ہوتا ہے اور بات اپنے خصوصی شان نزول اور خصوصی مورد تک محدود نہیں رہتی ہے۔ چنانچہ یہاں بھی وہ یہود بھی اس کا مصداق ٹھہریں گے جنھوں نے تورات و انجیل میں آئی ہوئی پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی صفات اور نشانیوں کو چھپایا اور انکی ایسی تاویل و تحریف کر ڈالی جسکی وجہ سے انھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے گریز کی راہ نکل آئے۔ اور یہ سب اس لئے کیا کہ ان اہل کتاب کو اس وقت کے عوام میں خاص قسم کی جو دینی چودھراہٹ حاصل تھی وہ ان کے

ہاتھ سے نکل نہ جائے۔ اسی دنیوی مفاد کو کم قیمت پر خریدنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اس تشریح کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر کوئی مسلمان قرآن مجید کے کسی صریح حکم کو چھپا کر کسی ممنوع کو حلال کر لیتا ہے یا کسی مامور کو ممنوع و حرام ٹھہرا لیتا ہے تو اس کا یہ طریقہ بھی انہی یہود کی پیروی سمجھی جائے گی جن کے بارے میں زیر درس آیت نازل ہوئی ہے جس میں انھیں عذاب دوزخ سے ڈرایا گیا ہے لہذا صاحب علم مسلمان عالم کو اس سے پرہیز کرنا بہت ضروری ہے کہ وہ ایسے اہل کتاب کا راستہ چلے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ جب اس سے کوئی سوال کیا جائے تو وہ جو بات حق ہو وہی کہے۔ چاہے اس کے لئے اپنا سر ہی کیوں نہ کٹوانا پڑ جائے۔ اُسے وہی کام کرنا چاہئے جو حق ہو اور مسلمانوں کیلئے بہتر ہو۔

ان یہود کے لئے فرمایا گیا ہے کہ یہ لوگ اپنے پیٹوں میں صرف دوزخ کی آگ ہی کھا رہے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ آج جو رزق حرام کھا کر پیٹ بھر رہے ہیں، یہ حرام کھانے قیامت میں انھیں دوزخ تک پہنچا دیں گے اور اللہ تعالیٰ ان سے بات بھی نہ کریں گے اور نہ ان کے گناہ سے انھیں پاک کریں گے۔ انجام کار یہ ہوگا کہ انھیں دردناک عذاب دیا جائے گا۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱،۲۔ حسب سابق عمل جاری رکھیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو اس بات سے ڈرائیے کہ وہ کسی مالی فائدے کی وجہ سے یا کسی رشتہ داری کے لحاظ سے حق بات کو چھپائیں یا اس کا انکار کریں۔ ہر مسلمان کو حق بات ہی کہنی چاہیئے چاہے وہ خود اس کی ذات ہی کے خلاف کیوں نہ ہو۔

۴۔ اپنے مخاطبین کو یہ بھی بتائیے کہ اگر کسی شخص کو کوئی رقم اس وجہ سے دی جارہی ہے کہ وہ کوئی غلط اور جھوٹی بات کہہ دے یا حق بات کو چھپائے رکھے، تو یہ رقم آخرت کے برے انجام کو دیکھتے ہوئے تھوڑی ہی قرار پائے گی چاہے وہ لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے دنیاوی متاع و دولت کو قلیل ہی کہا ہے۔ باقی رہا فائدہ تو آخرت ہی کا فائدہ ہے۔

۵۔ لوگوں کو یاد دلا دیجیے کہ صالح اہل ایمان قیامت میں اللہ تعالےٰ کے دیدار کی نعمت اور ہمکلامی کے شرف سے فائز المرام اور کامیاب ہوں گے۔

بیسواں درس

۲۰ شعبان | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم | درس حدیث شریف

حدیث شریف: مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغٰى بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ لَا يَتَعَلَّمُهٗ إِلَّا لِيُصِيْبَ بِهٖ عَرَضًا مِنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَعْنِيْ رِيْحَهَا۔ (صحیح ابن ماجہ)

وقولہ: مَا مِنْ رَجُلٍ يَحْفَظُ عِلْمًا فَيَكْتُمُهٗ إِلَّا أُتِيَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مُلْجَمًا بِلِجَامٍ مِنَ النَّارِ (ابن ماجہ)

ترجمہ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالٰے کی رضامندی وخوشنودی کا علم صرف اس نیت سے حاصل کیا کہ اس کے ذریعہ دنیاوی مال ودولت حاصل کرے گا تو اسے عَرفِ جنت یعنی جنت کی خوشبو تک نہ ملے گی۔

اور آپؐ کا ارشاد یہ بھی ہے کہ جو شخص علم دین سیکھتا اور یاد کرتا ہے اور اسے چھپائے رکھتا ہے لوگوں کو بتاتا نہیں ہے تو اسے قیامت میں اس طرح لایا جائے گا کہ اس کے منہ میں آگ کی لگام ہوگی۔

تشریح: ان دونوں حدیثوں میں علم دین وشریعت کی فضیلت اور اس کے صحیح طور پر استعمال کرنے کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ علم دین وشریعت سے مراد کتاب وسنت کا علم ہے۔ اور یہ علم صرف اس نیت سے حاصل کیا جانا چاہئے کہ اس سے اللہ تعالٰے کی معرفت حاصل ہوگی۔ اسکی پسندیدہ اور محبوب

چیزوں کا علم ہوگا کہ ان پر عمل کرکے اسی طرح اس علم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدہ اور مکروہات و محرمات کا علم بھی حاصل ہوگا کہ ایسی چیزوں سے پرہیز کیا جائے اور ان سے دور رہا جائے۔ کیونکہ ان ہی دو باتوں سے نفس بشری پاک و صاف ہوتا ہے اور اسی طہارت نفس کی بدولت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و رضامندی حاصل کرنے اور ملکوت اعلیٰ یعنی دار السلام جنت میں اللہ تعالیٰ کا قرب و جوار حاصل کرنے میں کامیابی مل سکتی ہے لیکن یہ اسی وقت ہو سکے گی کہ علم دین صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی و خوشنودی کی غرض سے حاصل کیا جائے۔ علم دین کو دنیا کمانے کی غرض سے ہرگز نہ حاصل کیا جائے۔ کیونکہ اس صورت میں وہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ اور محبوب چیزوں پر نہ تو عمل پیرا ہوگا اور نہ ہی اس کی ناپسند چیزوں سے پرہیز و اجتناب کرے گا۔ اس کا انجام یہ ہوگا کہ ایسے شخص کو مرنے کے بعد جنت میں داخلہ تو مل ہی نہیں سکے گا جنت کی خوشبو بھی نہ ملے گی۔

اور جو شخص علم دین حاصل کرنے کے بعد اسے چھپلے رگا، اسے قیامت میں اس طرح پیش کیا جائے گا کہ اس کے منہ میں آگ کی لگام ہو گی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے عذاب سے محفوظ فرمائے۔

آمین!

مُربّی کیلئے ہدایات

۱،۲۔ حسب معمول درس حدیث شریف کا ترجمہ اور اس کی تشریح اچھی طرح سمجھا دیجئے۔

۳۔ لوگوں کو یہ بات بتا دیجئے کہ کسی مسلمان کیلئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ علم دین کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنائے۔ اور دین فروشی کرکے اس کے بدلہ میں تھوڑی دنیا کی رقم حاصل کرے۔

۴۔ لوگوں کو یہ بھی اچھی طرح بتا دیجئے کہ دین و شریعت کے علم و حکم کو چھپانا بالکل حرام ہے۔ کیونکہ عالم کے ذمہ تو پہلے ہی سے یہ ذمہ داری ڈال دی گئی ہے کہ وہ اپنا علم دوسروں تک پہنچائے۔ ایسی صورت میں یہ بات کیسے درست ہو سکے گی کہ وہ کسی کے سوال کرنے پر بھی اسے دین نہ بتائے۔ کیونکہ دونوں حدیثوں سے یہ بات صاف ہو گئی ہے کہ جس علم دین کو دنیا کمانے کی نیت سے حاصل کرنا حرام ہے، اسی طرح دین کو چھپانا بھی حرام ہے۔ پہلے شخص کو جنت کی خوشبو تک نہ ملے گی اور دوسرے کو آگ کی لگام لگائی جائے گی۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو اپنے عذاب سے محفوظ فرمائے۔

آمین!

اکیسواں درس

۲۱ر شعبان	قول اللہ تعالیٰ عزّوجلّ	درس قرآن مجید

آیات شریفہ؛ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۗ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝ (المومنون ۱۲-۱۴)

ترجمہ آیات؛ یہ تحقیقی بات ہے کہ ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا ہے پھر ہم نے اسے ایک محفوظ ٹھکانے میں رکھ دیا، پھر نطفہ کو ہم نے جما ہوا خون بنا دیا پھر اس جمے ہوئے خون کو گوشت کا لوتھڑا بنا دیا پھر گوشت کے ٹکڑے کو ہڈیاں بنا دیں، پھر ہڈیوں کو ہم نے گوشت کی پوشاک پہنا دی۔ پھر ہم نے (اس میں روح ڈال کر) ایک دوسری ہی (طرح کی) مخلوق بنا دیا۔ سو کیسی شان ہے اللہ کی جو تمام تخلیق کاروں سے بڑھ کر ہے۔

تشریح؛ سورہ مومنون کی یہ آیات اللہ تعالیٰ کی ربوبیت (پرورش بندگان) کے مظاہر پر مشتمل ہیں۔ ان آیات سے اللہ تعالیٰ کی صفات خلق و تدبیر پر روشنی پڑتی ہے جن سے اللہ تعالیٰ کے علم و حکمت بے نہایت کا فی الجملہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ تمام ہی صفات خداوندی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت و الوہیت کے لئے لازمی صفات ہیں۔

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالٰی نے انسان کی پیدائش مٹی کے خلاصہ و جوہر سے کی ہے۔ اس موقع پر انسان سے مراد ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام ہیں کہ ان کی تخلیق "سُلالہ طین" یعنی جوہر خاک اور مٹی کے خلاصہ ہی سے ہوئی تھی۔ پھر ان کی اولاد و نسل کی پیدائش نطفہ پدری سے ہوئی۔

حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالٰی نے مٹی سے پیدا کیا تھا جس کے لئے قرآن مجید میں مختلف مقامات پر مختلف تعبیرات آئی ہیں۔ کہیں "طِیْنٍ لَّازِب" (لسدار چپکنے والی مٹی) کہا گیا ہے۔ کہیں "حَمَاٍ مَّسْنُوْن" (گارا اور کیچڑ جس میں بو پیدا ہو گئی ہو) کہا گیا ہے۔ کہیں "صَلْصَال اور فخار" (کھنکتی ہوئی ٹنٹناتی ہوئی مٹی) کہا گیا ہے۔ یہ سب مٹی ہی کی مختلف حالتوں کے نام ہیں۔

اور حضرت آدم علیہ السلام کی ذریت و اولاد کو رحم مادر میں محفوظ کئے ہوئے نطفہ پدری سے پیدا کیا گیا ہے۔ آیت زیر درس میں تخلیق انسانی کے مختلف ادوار و مراحل کو اس طرح بیان کیا گیا ہے بچوں کی تخلیق و پیدائش پہ کام کرنے والے ڈاکٹر بھی ان تفصیلات کو پڑھ کر حیران ہو گئے ہیں۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱،۲۔ حسب دستور یہاں بھی عمل جاری رکھیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ ان وجوہ سے اللہ تعالیٰ کی بندگی و غلامی کرنا اور ماسوا کی بندگی و غلامی ترک کرنا واجب و ضروری ہے کہ وہی ہمارا خالق ہے، وہی ہمارا مدبّر و کارساز ہے، وہی روزی دیتا ہے۔ اس کے سوا کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو یہ سب کام انجام دے سکے۔

۴۔ لوگوں کو بتائیے کہ بچہ ماں کے پیٹ میں کس طرح مختلف مرحلوں سے گزرتا ہے۔ جسے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس طرح کھول کھول کر بیان فرمادیا ہے کہ، تم میں سے ہر ایک کی تخلیق اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک بشکل نطفہ ہوتی ہے۔ پھر اسی طرح چالیس دن وہ "علقہ" رہتا ہے۔ پھر اسی طرح چالیس دن تک وہ "مضغہ" رہتا ہے۔ (اسی طرح جملہ مراحل حدیث میں بیان ہوئے ہیں۔)

ان تفصیلات کو دیکھ کر جنین اور بچوں کی پیدائش کے معاملات سے تعلق رکھنے والے آج کے ڈاکٹر بھی حیران ہیں کہ ایک اُمّی لقب پیغمبر کو یہ تفصیلات کس طرح حاصل ہوئیں۔

بائیسواں درس

۲۲ر شعبان	قولُ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	درس حدیث شریف

حدیث شریف: خَلَقَ اللّٰہُ اٰدَمَ وَطُوْلُہٗ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا ثُمَّ قَالَ اِذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلٰی اُولٰٓئِكَ الْمَلٰٓئِكَةِ فَاسْتَمِعْ مَا یُجِیْبُوْنَكَ تَحِیَّتُكَ وَتَحِیَّةُ ذُرِّیَّتِكَ، فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ فَقَالُوْا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ فَزَادُوْہُ "وَرَحْمَةُ اللّٰہِ" فَكُلُّ مَنْ یَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلٰی صُوْرَةِ اٰدَمَ فَلَمْ یَزَلِ الْخَلْقُ یَنْقُصُ حَتَّی الْاٰنَ۔

(عند المؤلف لابن ماجہ وعند المحشی للشیخین)

ترجمۂ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اس وقت ان کے قد کی لمبائی ساٹھ ہاتھ تھی، پھر ان سے فرمایا کہ جاؤ ان فرشتوں کو سلام کرو اور سنو کہ وہ تمھیں کیا جواب دیتے ہیں، وہی جواب تمھارا اور تمھاری ذریت واولاد کا سلام ہے تو حضرت آدم علیہ السلام نے ان فرشتوں سے کہا، "السّلام علیکم" تو فرشتوں نے جواب دیا "السّلام علیک ورحمۃ اللہ" فرشتوں نے سلام کے ساتھ "رحمت" کا اضافہ کر دیا۔ تو ہر وہ شخص جو جنت میں داخل ہوگا وہ حضرت آدمؑ کے قد وقامت کا ہوگا۔ پھر برابر انسانی مخلوق کا قد وقامت گھٹتا رہا یہاں تک کہ اب اس قدر رہ گیا ہے۔

تشریح: اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت

آدم علیہ السلام کی پیدائش کا بیان فرمایا ہے، کہ انکی لمبائی ساٹھ ہاتھ تھی اور پھر یہ مقدار برابر گھٹتی رہی یہاں تک کہ اب اتنی رہ گئی ہے کہ کوئی آدمی بہت لمبا ہوتا ہے تو پانچ ہاتھ سے زیادہ نہیں ہوتا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ جو فرشتے یہاں موجود ہیں تم ان کے پاس جاؤ اور انھیں سلام کرو اور ان کا جواب سنو کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں، کیونکہ یہی طریقہ سلام تمھارا اور تمھاری اولاد کا رہے گا۔ تو حضرت آدمؑ اس حکم پر عمل کرتے ہوئے فرشتوں کے پاس گئے اور "السلامُ علیکم" کہہ کر انھیں سلام کیا تو فرشتوں نے وَعَلیکَ السَّلامُ وَرحمۃُ اللہ کہہ کر انھیں جواب دیا۔ فرشتوں نے اپنے جواب میں " وَرَحْمَۃُ اللہ " کا فقرہ بڑھا دیا۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ جنت میں جتنے مسلمان داخل ہوں گے وہ آسمان کے ساٹھ ہاتھ لمبے ہوں گے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اگر یہ خبر نہ دی ہوتی تو آج ہمیں اس کی خبر بھی نہ ہوتی کہ ہر جنتی کا قد جنت میں ساٹھ ہاتھ ہوگا۔

لیکن کافروں کا قد بہت بے ڈول ہوگا۔ بعض کا موٹاپا اتنا ہوگا جتنا فاصلہ مکہ اور قدید کے درمیان ہے۔ اور بعض کافروں کی ڈاڑھ اُحُد پہاڑ جیسی ہوگی جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیثوں میں خبر دی ہے۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور عمل کریں۔

۳۔ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت اور اس کے علم کی وسعت سے آگاہ کیجئے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت وبزرگی کو جان کر اس کی عبادت وبندگی اختیار کریں۔

۴۔ لوگوں کو بتائیے کہ مسلمان کا سلام آج بھی یہی ہے کہ وہ "السَّلَامُ عَلَیکُم" کہے اور اس کا مسلمان بھائی "وعلیکم السَّلامُ ورحمۃُ اللہ" کہہ کر جواب دے اور اگر "وبرکاتُہ" بھی بڑھا دے تو اور اچھا ہے۔ اس کی وجہ سے دس نیکیاں بڑھ جائیں گی۔

۵۔ اسلام کے اس سلام کی حقیقت اور اس کی معنوی خوبیوں سے لوگوں کو آگاہ کیجئے جس سے اہل شرک وکفر محروم رہتے ہیں۔

۶۔ اپنے سامعین کو سلام سے متعلق یہ مسئلہ بھی بتا دیجئے کہ مسلمان اگر کسی خالی مکان میں داخل ہو جہاں کوئی موجود نہ ہو تو وہاں اس طرح سلام کرے "السَّلَامُ عَلَینَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِین۔"

تیئیسواں درس

۲۳ شعبان | قول اللہ تعالیٰ عزوجل | درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ۝ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ (الزمر ۴۷، ۴۸)

ترجمہ آیت: اور اگر ان ظالمین مشرکین کو (فدیہ دینے کیلئے) جتنا کچھ روئے زمین پر ہے وہ سب اور اتنا ہی مال و دولت اور ملا کر قیامت کے دن ملنے والی بدترین سزا کے فدیہ میں یقیناً دیدیں اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کے حق میں ایسا معاملہ بروئے کار آئیگا جسے وہ سوچ بھی نہ سکے ہوں گے اور ان کے کرتوت کی برائیاں کھل کر ان کے سامنے آجائیں گی، اور جس چیز کا مذاق اڑاتے تھے وہ ان کو گھیرے ہوگی۔

تشریح: آیت زیر درس میں "اَلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا" فرمایا گیا ہے۔ قرآن مجید میں بڑی کثرت سے "ظلم" کا استعمال "شرک" کے معنی میں کیا گیا ہے۔ بلکہ "اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ" کہہ کر شرک کو سب سے بڑا ظلم قرار دیا گیا ہے۔ لغت کی رو سے "ظلم" کی حقیقت ہے "کسی چیز کو اس کے اصل مقام سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھ دینا"۔ غور کیجئے تو صاف نظر آئے گا کہ شرک سب سے بڑا ظلم ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا حق

جو ساری مخلوقات کا خالق و مالک ہے اس کی عبادت و معبودیت کا حق اس کو نہ دے کر اسی کے کسی مخلوق و مملوک کو دے دیا جاتا ہے جس کے اختیار میں کوئی بات بھی نہیں، نہ وہ کسی کو کوئی نفع پہنچا سکے نہ نقصان، نہ کسی کو پیدا کر سکے نہ موت دے سکے۔ جبکہ اللہ تعالےٰ کے قبضۂ قدرت میں ہر مخلوق کا نفع و نقصان بھی ہے، ہر ایک کی زندگی و موت بھی ہے۔

آیت میں ان مشرکین کی بے کسی و بے بسی کی بہترین تصویر کشی کی گئی ہے کہ قیامت میں جب انھیں شرک کی بدترین و دردناک سزا دی جا رہی ہو گی تو وہ اس سزا سے بچنے کیلئے ساری دنیا کی دولت فدیہ میں دے کر جان چھڑانا چاہیں گے۔ بلکہ ساری دنیا کی دولت کے برابر اور دولت بھی فدیہ میں دینے کے لئے تیار ہوں گے۔ اس وقت انھیں سارے کرتوت کھلی آنکھوں دکھائی دیں گے، اور خدا تعالےٰ کے جس عذاب کا وہ دنیا میں مذاق اڑاتے رہتے تھے قیامت میں وہ اسی عذاب میں گھرے ہوں گے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

ا و ۲۔ حسب سابق معمول جاری رکھیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو ہر طرح کے ظلم کی شناعت و قباحت سے آگاہ کیجئے خواہ انسان کا خود اپنے نفس پر ظلم ہو یا دوسرے پر ظلم کرے، کسی کا حق تلف کرے، یا ظلم کی بدترین صورت اللہ تعالےٰ کی عبادت میں اس کی کسی مخلوق کو شریک ٹھہرالے۔

۴۔ لوگوں کو اس کے عذاب سے ڈرائیے کہ یہ عذاب ایسا سخت ہوگا کہ عذاب میں مبتلا شخص یہ چاہے گا کہ اگر مجھے روئے زمین کی ساری دولت بلکہ اتنی ہی دولت اور مل جائے تو میں اسے فدیہ میں دے کر اس عذاب سے اپنی جان چھڑالوں۔

۵۔ لوگوں کو گناہ کبیرہ سے آگاہ کیجئے اور ان کے عذاب سے ڈرائیے۔ گناہ کبیرہ تو بہت ہیں، ان میں سے چند بڑے گناہ یہ ہیں:۔

کفر[۱] و شرک[۲]، قتل[۳] نفس، زنا[۴]، سود[۵]، ماں باپ کی نافرمانی[۶] (جبکہ ان کا حکم خلاف شرع نہ ہو) جھوٹی شہادت[۷] جھوٹی قسم[۸]، غیراللہ کی قسم[۹]، یتیم کا مال کھانا[۱۰]، پاکدامن عورت پر تہمت[۱۱] لگانا، دین اور دینداروں کا مذاق[۱۲] اڑانا۔

چوبیسواں درس

۲۴؍شعبان	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	درس حدیث شریف

حدیث شریف: اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ لِاَھْوَنِ اَھْلِ النَّارِ عَذَابًا لَوْاَنَّ لَکَ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَیْءٍ اَکُنْتَ تَفْتَدِیْ بِہٖ ؟ قَالَ نَعَمْ۔ قَالَ فَقَدْ سَاَلْتُکَ مَاھُوَاَھْوَنُ مِنْ ھٰذَا وَاَنْتَ فِیْ صُلْبِ اٰدَمَ اَنْ لَا تُشْرِکَ بِیْ فَاَبَیْتَ اِلَّا الشِّرْکَ۔ (بخاری و مسلم)

ترجمہ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دوزخ کے سب سے ہلکے عذاب میں مبتلا شخص سے فرمائیں گے کہ اگر تجھے روئے زمین کی ساری دولت حاصل ہو جائے تو کیا اس کو فدیہ میں دے کر اس عذاب سے چھٹکارا پانا چاہے گا؟ تو وہ کہے گا جی ہاں! تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے کہ میں نے اس سے بہت آسان اور معمولی بات تجھ سے اس وقت چاہی تھی جب تو آدم (علیہ السلام) کی صلب میں تھا، وہ یہ کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائے گا۔ مگر تو نے اس سے انکار کر کے شرک ہی کو اختیار کیا۔

تشریح: حدیث زیر درس میں کوئی خاص بات قابل تشریح نہیں ہے ترجمہ حدیث ہی سے پوری بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں ایک ایسے دوزخی سے جسے بہت ہلکا عذاب دیا جا رہا ہوگا یہ سوال

فرمائیں گے کہ اگر تمھارے پاس روئے زمین کی ساری دولت بلکہ اتنی ہی اور دولت موجود ہو، اور وہ سب دولت تمھیں اس عذاب کے بدلے میں دینی پڑ جائے، تو کیا تم اس عذاب کے فدیہ میں اتنی زیادہ دولت دینے پر راضی ہو جاؤ گے؟ تو وہ کہے گا کہ ہاں ہاں! بڑی خوشی سے اتنی دولت دے کر اس بڑے عذاب سے چھٹکارا حاصل کر لوں گا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جس وقت تم (اپنے بابا) آدم کی صلب میں تھے، میں نے اس بات سے بہت ہلکی بات کہی تھی کہ دیکھو! میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرانا۔ لیکن تم نے تو صرف شرک ہی کو پسند کیا۔ (اب آج تو کوئی فدیہ قبول نہیں ہوگا۔)

حدیث زیر درس میں صلب آدم سے متعلق جو بات کہی گئی ہے اس میں آیت قرآنی " وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ " کی طرف تلمیح و اشارہ مقصود ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے (اے ہمارے پیغمبر! اس وقت کو یاد کیجیے جب آپ کے رب نے اولاد آدم کی صلب سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان کو ان کی جانوں کے خلاف گواہ بنا لیا تھا۔)

مربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ لوگوں کو یاد دلائیے کہ عذاب آخرت دوزخ کا شدید عذاب ہوگا۔ گناہوں کے ارتکاب سے پرہیز کر کے اس سے بچنے کی کوشش ضروری ہے۔ کبیرہ گناہ اوپر لکھے جاچکے ہیں۔

۴۔ لوگوں کو دنیاوی مال کی حقارت ذہن نشین کیجئے کہ غور کریں کہ دنیا کا سارا مال و متاع عذاب دوزخ کے فدیہ میں دینے کیلئے تیار ہو جائے گا، مگر ایسا ہو نہ سکے گا۔

۵۔ لوگوں کو شرک سے ڈرائیے اور شرک کی جتنی بھی صورتیں ہیں ان کو بتا دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے دعا کرنا بھی شرک ہے۔ فریاد رسی کے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے فریاد کرنا، غیر اللہ کی نذر ماننا اور غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنا، غیر اللہ کی قسم کھانا یہ سب شرک کی صورتیں ہیں۔

پچیسواں درس

۲۵ر شعبان	قول اللّٰہ تعالیٰ عزّ وجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝ (الاحزاب ۵۶)

ترجمہ آیت: یقینی طور پر اطلاع دی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی کریم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم سب ان پر صلوٰۃ وسلام بھیجا کرو۔

تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جملہ اہل اسلام کو پہلے تو یہ اطلاع دی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ اور اس اطلاع کے بعد تمام اہل ایمان کو یہ حکم دیا کہ وہ بھی حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجیں۔

اس جگہ اس بات کی تفسیر ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کا درود کیا ہے؟ مصنف کتاب شیخ جزائری حفظہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے درود کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف وتحسین فرماتے ہیں، ان سے اپنی رضامندی وخوشنودی کا اظہار فرماتے ہیں اور فرشتوں کے درود بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ کے حق میں

دعائے خیر اور استغفار کرتے رہتے ہیں۔ اور بندوں کے درود کا مطلب یہ ہے کہ بندے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان عالی کے شرف وعظمت کا اعتراف کرتے ہوئے حسن عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔

آیت شریفہ میں اس اطلاع کے بعد اہل ایمان سے فرمایا گیا کہ ایسی صورت میں کہ اللہ تعالیٰ بذات خود اور اس کے فرشتے آپ پر درود بھیجتے ہیں تو اے ایمان والو! تم سب کو بھی آپ کی ذات والا صفات پر درود وسلام بھیجنا چاہئے کہ تم سب کو ہدایت اور دولت ایمان آپ ہی کی بدولت حاصل ہوئی ہے، جس کی وجہ سے تمھیں سعادت ونیک بختی کی راہ مل گئی ہے۔

آیت زیر درس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کے درود بھیجنے کا ذکر اور پھر سب مسلمانوں کو درود بھیجنے کے حکم سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہمارے رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقام ومرتبہ کس قدر بلند ہے۔

درود شریف عمر بھر میں فرض تو حج کی طرح ایک مرتبہ ہے لیکن ہر مجلس میں پہلی مرتبہ درود پڑھنا تو ہر نام لینے والے اور سننے والے پر واجب ہے اور اس کے بعد جبتک مجلس تبدیل نہ ہو آپ کا نام نامی لینے اور سننے والے پر درود پڑھنا مستحب ہے جس کا اجر بہت ہے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب سابق عمل فرمائیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو درود شریف کی فضیلتیں بتائیے اور یہ بھی بتلائیے کہ درود بھیجنا جملہ اعمال حسنہ میں افضل ترین عمل ہے۔

۴۔ لوگوں کو یہ بھی بتائیے کہ درود شریف کے الفاظ اور صیغے تو بہت ہیں جن میں سب سے زیادہ فضیلت والا درود درود ابراہیمی ہے جو نماز کے قعدۂ اخیرہ میں پڑھا جاتا ہے۔

۵۔ لوگوں کو درود شریف کی سب سے بڑی یہ فضیلت بھی بتادیجئے کہ جو شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایک بار درود بھیجے گا اللہ تعالٰی اس پر دس بار درود بھیجیں گے۔

(اس جگہ اللہ تعالٰی کے درود کی حقیقت پھر ذہن میں تازہ کرلیجئے کہ اللہ تعالٰی اس شخص کی تعریف و توصیف فرمائیں گے اور اپنی رضامندی ظاہر فرمائیں گے۔ رومی۔)

چھبیسواں درس

۲۶ر شعبان | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: لَمَّا قَالُوْا لَہٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْكَ (لوگوں کے یہ کہنے پر کہ ہم آپ پر کیسے درود بھیجیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یوں کہو: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ (البخاری) (اے اللہ! درود بھیج حضرت محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر اور آپ کی ازواج مطہرات (اہل بیت) پر اور آپ کی ذریات پر جیسا کہ درود بھیجا آپ نے آل ابراہیم پر۔ اور بابرکت بنا حضرت محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اور ان کی ازواج مطہرات (اہل بیت) کو اور انکی ذریات کو جیسا کہ بابرکت بنایا آپ نے آل ابراہیم کو، بیشک آپ کی ذات لائق تعریف اور بزرگ ہے)

تشریح: اس حدیث شریف کا موقع ارشاد یہ ہے کہ جب درود شریف سے متعلق آیت نازل ہوئی تو صحابۂ کرام رضؓ نے صلوٰۃ (درود) کے بارے میں پوچھا کہ ہم کیسے درود پڑھیں؟ تو آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے انھیں اس درود ابراہیمی کی تلقین و تعلیم فرمائی۔

نمازی نماز میں آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھ کر گویا اللہ تعالےٰ سے یہ درخواست کرتا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے درجات شرف و عظمت کو اور بلند سے بلند تر فرمائے۔ کیونکہ وہ اسی کے اہل

و مستحق ہیں۔ جنھیں اللہ تعالےٰ نے اپنی رسالت و نبوت اور پیغامبری کیلئے منتخب فرمایا کہ وہ لوگوں کو صرف الٰہ واحد کی عبادت و بندگی کا پیغام پہنچا کر انھیں تنہا اسی ایک ذات کے سامنے سربسجود کر دیں اور اس عبادت کی بدولت دنیا و آخرت میں نیک بخت اور سعادتمند ٹھہریں۔ اور عبادت صرف نماز اور رکوع و سجود تک محدود نہیں ہے بلکہ ہر وہ کام جس سے انسان کی جسمانی و روحانی اصلاح ہوتی ہو وہ سب ہی عبادت کا مصداق ہیں۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱ و ۲۔ حسبِ دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم، آپ کی ازواج مطہرات اور اصحاب کرامؓ کی فضیلت سے اپنے سامعین کو آگاہ کیجئے۔

۴۔ اپنے سامعین و مخاطبین کو درود شریف کے فضائل سے باخبر کیجئے انھیں بتایئے کہ جو شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالےٰ اس پر دس بار رحمتیں نازل فرمائیں گے۔

۵۔ لوگوں کو درود شریف کی یہ فضیلت بھی بتا دیجئے کہ جو شخص درود شریف کے شغل میں مشغول ہونے کی وجہ سے اپنی دوسری ضروریات پوری نہ کر سکے گا تو اللہ تعالےٰ اس کی وہ دینی و دنیاوی ضروریات پوری کرا دیں گے

ستائیسواں درس

۲۷ر شعبان | قول اللہ تعالیٰ عزوجل | درس قرآن مجید

آیت شریف: وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ۝ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا

(الانبیاء ۷۸، ۷۹)

ترجمہ آیت: (اے ہمارے پیغمبر! آپ یاد کیجیے) داؤد و سلیمان (کے واقعہ) کو، جب یہ دونوں (باپ بیٹے) ایک کھیت (کے قضیہ) میں جب اس میں قوم کے لوگوں کی بکریاں چر گئی تھیں، اور ہم ان کے فیصلہ کے نگراں تھے تو ہم نے (اس کا صحیح فیصلہ) سلیمان کو سمجھا دیا۔ اور ہم نے تو علم و حکمت دونوں ہی کو عطا کیا تھا۔

تشریح: اس آیت میں حضرت داؤد و سلیمان (دونوں باپ بیٹوں) کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ واقعہ یہ ہوا تھا کہ ان کی قوم کے ایک شخص کا کھیت ایک دوسرے شخص کی بکریوں نے رات کو چر لیا تھا، وہ بکریاں آزاد تھیں، کوئی چرانے والا نگراں نہ تھا۔ صبح کو یہ مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے پیش ہوا تو آپ نے فیصلہ کیا کہ کھیت کا یہ نقصان جتنی قیمت کا ہوا ہو اتنی قیمت کی بکریاں اس بکریوں کے مالک سے لے لی جائیں یہ فیصلہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو معلوم ہوا تو انھوں نے ایک دوسرا فیصلہ

تجویز کیا کہ اس وقت یہ ناقص کھیت بکریوں کے مالک کو دے دیا جائے اور اس کی بکریاں کھیت والے کو دیدی جائیں۔ کھیت والا بکریوں سے فائدہ اٹھائے اور بکریوں والا کھیت کی وہ ناقص پیداوار لے لے۔ فصل کاٹنے کے بعد وہی غلہ کا بیج بوئے اور جب فصل ویسی ہو جائے جیسی بکریوں کے چرنے کے وقت تھی تو بکریوں کے مالک کو بکریاں اور کھیت کے مالک کو کھیت واپس کر دیا جائے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس فیصلہ سے متعلق اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا ہے کہ سلیمان کو یہ فیصلہ ہم نے ہی سمجھایا تھا جو سراسر انصاف پر مبنی تھا ورنہ کھیت کے نقصان کے بدلہ میں اتنی ہی قیمت کی بکریاں دلوانے میں کچھ کمی بیشی ہو جانا بھی ممکن تھا۔ اللہ تعالٰی نے یہ فیصلہ تو حضرت سلیمان کو سمجھا دیا۔ لیکن حضرت داؤد علیہ السلام کے فیصلہ پر ان سے کوئی مواخذہ بھی نہیں فرمایا کہ ان کا فیصلہ بھی ان کے اجتہاد پر مبنی تھا جس میں غلطی ہو جانے پر نہ تو کوئی گناہ ہوتا ہے نہ ہی اس پر مواخذہ ہوتا ہے اسی وجہ سے اللہ تعالٰی نے دونوں ہی کے حق میں یہ فرمادیا کہ ہم نے دونوں ہی کو علم و حکمت سے نوازا تھا۔

مُربی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور سابق عمل جاری رکھیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو اللہ تعالےٰ کے علم وسیع کی طرف متوجہ کیجئے کہ اپنی مخلوقات سے متعلق اللہ تعالےٰ کا علم کس درجہ محیط ہے۔ کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ بات اس سے مخفی نہیں ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالےٰ سے خوف بھی رکھا جائے اور اس سے حیا بھی کی جائے۔

۴۔ لوگوں کو بتائیے کہ اس طرح کے جو قصص و واقعات قرآن مجید میں ذکر کئے گئے ہیں وہ سب ہی حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی نبوت کی کھلی ہوئی دلیلیں ہیں۔

۵۔ اپنے سامعین کو یاد دلائیے کہ وہ اپنے حق میں اللہ تعالےٰ سے یہ سوال و دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالےٰ انھیں دین اور احکامِ دین کو سمجھنے والا فہم عطا فرمائیں کہ اصل سمجھانے والا صرف خدا تعالےٰ ہی ہے (جن لوگوں کو دین کے احکام خلاف عقل سمجھ میں آتے ہیں انھیں سمجھ لینا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ نے انھیں دین و احکامِ دین کو سمجھنے کی صلاحیت ہی عطا نہیں فرمائی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ "اللہ تعالےٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمالیتے ہیں اسے دین سمجھنے کا فہم عطا فرما دیتے ہیں۔)

اٹھائیسواں درس

۲۸ شعبان | قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم | درس حدیث شریف

حدیث شریف: کَانَتِ امْرَأَتَانِ مَعَهُمَا ابْنَاهُمَا جَاءَ الذِّئْبُ فَذَهَبَ بِابْنِ إِحْدَاهُمَا فَقَالَتْ صَاحِبَتُهَا: إِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ فَقَالَتِ الْأُخْرٰى إِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ فَقَالَتِ الْأُخْرٰى إِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ۔ فَتَحَاكَمَا إِلٰى دَاوُدَ فَقَضٰى بِهٖ لِلْكُبْرٰى فَخَرَجَتَا عَلٰى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ فَأَخْبَرَتَاهُ فَقَالَ ائْتُونِيْ بِالسِّكِّيْنِ أَشُقُّهُ بَيْنَهُمَا فَقَالَتِ الصُّغْرٰى لَا تَفْعَلْ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ هُوَ ابْنُهَا فَقَضٰى بِهٖ لِلصُّغْرٰى۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ حدیث: دو عورتیں تھیں دونوں کے ساتھ ان کے بچے تھے۔ پھر بھیڑیا آیا اور ایک کے بچے کو اٹھا کر لے گیا۔ اس پر اسکی ساتھی نے کہا کہ بھیڑیا تیرے بچے کو لے گیا، اس نے کہا (میرا نہیں) بلکہ تیرا بچہ لے گیا۔ دوسری عورت نے کہا (نہیں بلکہ) تیرے ہی بچے کو بھیڑیا لے گیا۔ پھر دونوں اس مقدمہ کو لے کر حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس پہنچیں، تو انھوں نے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ دیدیا پھر وہ دونوں اسی مقدمہ کو لیکر حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے پاس گئیں انھوں نے کہا کہ چھری لاؤ، اس بچے کے دو ٹکڑے کر کے تم دونوں میں تقسیم کر دوں۔ اس پر چھوٹی عورت نے کہا کہ اللہ آپ پر رحم کرے اس بچے کو قتل نہ کریں یہ اسی کا بچہ ہے (لہذا اسی کو دیدیں) تو سلیمانؑ نے چھوٹی کے حق میں فیصلہ کر کے بچہ اسی کو دیدیا۔

تشریح: یہ حدیث بھی حسب آیت سابقہ ایک حکایت واقعہ پر مشتمل ہے اس میں بھی حضرات داؤد و سلیمان علیہما السلام (دونوں باپ بیٹوں) کے فیصلوں میں اختلاف اور حضرت سلیمانؑ کے فیصلہ کی درستی ظاہر کی گئی ہے۔

یہ بھی قدیم زمانہ کا ایک واقعہ ہے جس کی اطلاع اتنی مدت کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تک پہنچنے کی اس کے سوا کوئی دوسری صورت ہی نہیں تھی کہ اللہ تعالےٰ نے وحی کے ذریعہ آپ کو اس واقعہ سے مطلع فرما دیا ہو۔ اس لئے اس واقعہ سے متعلق یہ حدیث شریف بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی نبوت کے ثبوت میں ایک کھلی ہوئی دلیل مانی جائے گی۔

حدیث شریف میں بیان کیا ہوا واقعہ تو کسی تشریح کا محتاج نہیں ہے واقعہ تو صرف ترجمہ ہی سے سمجھا جا سکتا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے دو عورتوں کے درمیان ایک بچہ کے نزاعی معاملہ میں کسی ثبوت و دلیل کے بغیر یہ فیصلہ کس بنیاد پر کیا کہ وہ بچہ بڑی عورت کا ہے، چھوٹی کا نہیں ہے۔ ممکن ہے دوسری عورت زیادہ کمسن ہو، جس سے بچہ کی ولادت نہ سمجھی جا سکی ہو۔ یا بڑی عورت کو سنجیدہ اور راست گو سمجھ کر اس کے حق میں فیصلہ کیا ہو۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہاں بھی اللہ تعالےٰ نے فیصلہ کی صحیح صورت سمجھا دی اور انھوں نے اللہ تعالےٰ کی دی ہوئی فہم سے بچہ کو نصف نصف تقسیم کرنے کی ترکیب سمجھا دی جس کی وجہ سے بچہ کی واقعی اور اصلی ماں اپنی مامتا کی وجہ سے پہچان لی گئی اور

اس نے بچہ کو جھوٹی مدعیہ کو دیدینا تو گوارہ کر لیا مگر بچہ کو قتل کر کے آدھا آدھا تقسیم کرنے پر راضی نہ ہو سکی۔

مربی کیلئے ہدایات

۱ و ۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ لوگوں کو سمجھا دیجئے کہ اس قسم کے قصے اور واقعات جو زمانہ قدیم میں پیش آئے ہوں ان سے حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا باخبر ہونا آپ کی نبوت کی قطعی ویقینی دلیل ہے۔

۴۔ لوگوں کو یاد دلایئے کہ ماں کو اپنے بچہ کی ممتا اور محبت کس درجہ ہوتی ہے وہ اس واقعہ سے اچھی طرح روشن دکھائی دے رہی ہے۔

۵۔ لوگوں کو بتا دیجئے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو کس درجہ تفقہ اور فہم دین کا مادہ ودیعت فرمایا تھا جو مذکورہ دونوں واقعات میں نمایاں طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔

اُنتیسواں درس

۲۹ر شعبان	قَوْلُ اللهِ تَعَالٰی عَزَّ وَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝ (النساء ۲۹)

ترجمہ آیت: اے ایمان والو تم اپنے اموال کو باہم اپنے درمیان ناجائز اور غلط طریقہ پر نہ کھاؤ، مگر (ہاں اس وقت کھا سکتے ہو) جبکہ باہم تجارت کے ذریعہ رضامندی سے وہ مال حاصل ہوا ہو اور تم اپنے نفس کو قتل بھی نہ کرو بیشک اللہ تعالےٰ تمھارے حق میں بہت ہی مہربان ہیں۔

تشریح: یہ آیت بھی منجملہ ندارات رحمٰن ہے جس میں اللہ تعالےٰ نے ان اہل ایمان کو مخاطب فرما کر یہ حکم دیا ہے جو اللہ تعالےٰ کو اپنا رب اور معبود مانتے ہیں اور دین اسلام کو اپنے دین و شریعت کے طور پر تسلیم کرتے ہیں اور پیغمبر آخرالزماں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اپنا نبی و رسول یقین کرتے ہیں، اللہ تعالےٰ نے اپنے مخاطبین کو ندا دیتے ہوئے ان کی صفت ایمان کو اس وجہ سے ملحوظ رکھا ہے کہ ایمان کے بغیر کسی کافر کو احکام شرعیہ کا مکلف اور پابند کیا ہی نہیں جاتا، لہذا اہل ایمان ہی کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے مال کو آپس میں باطل اور ناجائز طریقہ پر نہ کھایا کریں۔ صرف وہی

مال کھائیں جس کے کھانے کا انھیں حق حاصل ہو، یعنی کسی نے خوشدلی سے دیا ہو یا کسی چیز کے بدلے میں انھیں حاصل ہوا ہو۔ اس حکم سے تجارت کے ذریعہ حاصل ہونے والی نفع کی رقم کو مستثنیٰ کر دیا گیا کہ تجارت کا معاملہ طرفین کی رضامندی سے ہوتا ہے۔ اسمیں منافع کی رقم ناحق اور ناجائز نہیں ہوگی چنانچہ حدیث شریف میں بیع خیار میں دونوں کو معاملہ کے قبول کرنے نہ کرنے کا اختیار رہتا ہے۔ ابن ماجہ کی ایک حدیث میں معاملہ بیع کو باہم رضامندی پر مبنی قرار دیا گیا ہے "اِنَّمَا الْبَیْعُ عَنْ تَرَاضٍ" (بیع کا معاملہ باہمی رضامندی پر ہوتا ہے)۔ آگے اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اپنی جانوں کو قتل نہ کیا کرو۔ یہ نہی اس صورت کیلئے بھی ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کو قتل کر دے۔ اور اس صورت کیلئے بھی ہے کہ کوئی خودکشی کر کے اپنے آپ ہی کو قتل کر ڈالے۔ یہ دونوں ہی قتل حرام ہیں اور بڑے گناہوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اس نہی کے موقع پر اللہ تعالےٰ نے اپنے رحیم ہونے کا ذکر فرما کر یہ بھی اشارہ فرما دیا کہ اس ممانعت کا منشا اللہ تعالےٰ کی صفت رحم ہے۔

مُرَبّی کیلئے ہدایات

۱ و ۲۔ حسب دستور عمل فرمائیں۔

۳۔ لوگوں کو بتا دیجئے کہ ہر وہ مال جو ناحق حاصل کیا گیا ہو وہ حرام ہے جس سے محرومی اور عذاب ہی حاصل ہوں گے۔

۴۔ لوگوں کو بتا دیجئے کہ سامان تجارت پر جو منافع حاصل ہوتا ہے اسے اس آیت کی وجہ سے ناحق و ناجائز نہیں کہا جا سکتا چاہے وہ رقم لاکھوں کروڑوں تک ہی کیوں نہ پہنچ جائے۔

۵۔ سامعین کو بتا دیجئے کہ دوسرے کو قتل کرنے کی طرح خود اپنے آپ کو قتل کرنا خودکشی کر لینا بھی حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ جس کی سزا دائمی دوزخ ہے۔

تیسواں درس

۳۰ شعبان | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ بِهِ جُرْحٌ فَجَزِعَ فَاَخَذَ سِكِّيْنًا فَحَزَّ بِهَا يَدَهٗ فَمَا رَقَأَ الدَّمُ حَتّٰى مَاتَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى بَادَرَنِيْ عَبْدِيْ بِنَفْسِهٖ حَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ
(بخاری ومسلم)

ترجمۂ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں سے پہلے گزرے زمانہ میں ایک شخص تھا جس کے جسم میں کوئی زخم تھا (جو اچھا نہیں ہو رہا تھا، اس کی تکلیف وہ برداشت نہ کر سکا) تو اس نے چھری لے کر وہ ہاتھ ہی کاٹ ڈالا (جس میں زخم تھا) ہاتھ سے جو خون نکلنا شروع ہوا وہ کسی طرح بند نہیں ہوا یہاں تک کہ وہ آدمی مر ہی گیا۔ اللہ تعالٰے نے (اسکی بے صبری و جلدبازی پر) فرمایا کہ میرے بندے نے جلدی کر کے اپنی جان میرے پاس بھیج دی ہے تو میں نے بھی اس پر جنت حرام کر دی ہے۔

تشریح: اس حدیث میں مذکور واقعہ پر بھی اگر غور کیا جائے تو یہ حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے کہ پچھلے زمانہ کا یہ واقعہ اللہ تعالٰے کی اطلاع کے بغیر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو معلوم ہی نہیں ہو سکتا تھا، کیونکہ اس قسم کی خبریں اپنی رائے سے نہیں دی جا سکتی تھیں جب تک کہ ان کا کوئی ذریعۂ علم نہ ہو، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم جیسی اُمّی شخصیت کو

ایسے علوم اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل شدہ وحی ہی کے ذریعہ حاصل ہوا کرتے تھے۔ لہذا یہ بات ماننی پڑے گی کہ یہ کوئی فرضی واقعہ نہیں ہے بلکہ یہ سچا اور یقینی واقعہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول و پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ اطلاع دی ہے۔

واقعہ کوئی دقیق مضمون نہیں ہے جس کی تشریح کی جائے، وہ تو ترجمۂ حدیث ہی سے پوری طرح سمجھ میں آجاتا ہے۔ جو بات بتانے اور سمجھانے کی ہے وہ حدیث کا وہ ٹکڑا ہے جس سے اس انسان کی بے صبری و جلدبازی پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی و برہمی سمجھی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکی بے صبری و جلدبازی کو اس درجہ ناپسند کیا کہ اس کے لئے جنت کا داخلہ ہی حرام کردیا۔ اور جب وہ جنت میں نہ جاسکے گا تو لامحالہ دوزخ ہی میں جائے گا۔ کیونکہ آخرت میں لوگوں کے دو ہی ٹھکانے بتائے گئے ہیں "فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ" (روز قیامت ایک فریق جنت میں ہوگا اور ایک فریق دوزخ میں ہوگا۔)

اسی طرح کا ایک واقعہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی و موجودگی میں بھی پیش آیا تھا کہ آپ کے کسی غزوہ میں ایک شخص کو دیکھا گیا کہ وہ شیر کی طرح سے کافروں کو تہ تیغ کررہا ہے۔ حضرات صحابہؓ نے اسے بہت حیرت و تعجب سے دیکھا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی۔ تو آپؐ نے صحابہؓ کو بتایا کہ یہ شخص دوزخ میں جائے گا تو سب کو بہت تعجب ہوا اور سب اسکی ٹوہ میں رہے۔ تو دیکھا کہ وہ جنگ میں زخمی ہوگیا تھا زخم برداشت نہ کرسکا تو خودکشی کرلی۔ اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی سچ ہو کر رہی۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ لوگوں کو بتادیجئے کہ "اَلْعِبْرَۃُ بِالْخَوَاتِیْم" (خاتمہ ہی کی حالت کا اعتبار ہوتا ہے) خاتمہ اچھا ہے تو اچھا ہے۔ اور اگر خدانخواستہ خاتمہ برا ہوا تو برا ہے۔

۴۔ لوگوں کو آگاہ کر دیجئے کہ خون بہنے کو اگر روکا نہ جائے تو اسی سے موت ہو جاتی ہے۔

۵۔ یہ بھی بتادیجئے کہ جس طرح دوسرے انسان کا قتل حرام ہے اسی طرح اپنے آپ کو مار ڈالنا اور خودکشی کرلینا بھی حرام ہے۔ اس کی حرمت بھی آیت قرآنی اور حدیث سے ثابت ہے۔

الحمدللہ، آج ۲۰؍ ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ

مطابق ۱۲؍ فروری ۲۰۰۴ء

بروز پنجشنبہ بوقت ۱۲ بجے دن

ماہ شعبان سے متعلق ترجمانی مکمل ہوئی۔

(رومی الٰہ آبادی)

پہلا درس

یکم رمضان المبارک	قول اللہ تعالیٰ عزوجل	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ (التوبہ ۱۰۰)

ترجمہ آیت: اور وہ لوگ جو قدیم (الاسلام) ہیں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اور وہ لوگ جو ان کی مدد کرنے والے ہیں، اور وہ لوگ جو نیکی کرنے میں ان کے پیرو ہوئے، اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اور وہ جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے تیار کر رکھے ہیں ایسے باغات جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، یہ لوگ ان (باغات) میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

تشریح: آیت زیر درس "السَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ" سے شروع ہوتی ہے ان سے مہاجرین و انصار کے وہ لوگ مراد ہیں جو ایمان لانے، ہجرت کرنے اور (امداد باہمی کے جذبہ سے) ایک دوسرے کی مدد کرنے میں تمام امت سے سبقت رکھتے ہوں۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا ہے: "وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ" ان سے وہ لوگ مراد ہیں جو ایمان لانے، ایک دوسرے کی

مدد کرنے میں اور پھر دینی جد و جہد اور جہاد میں اوّلین مہاجرین و انصار کے پیرو ہو گئے۔

آیت شریفہ میں مہاجرین و انصار کی تشریح نہیں ہے، اسے بھی سمجھ لیں مہاجر اسم فاعل کا صیغہ ہے، اس کے معنی ہیں ہجرت کرنے والا۔ اسکی جمع "مُہاجرین" ہے۔ انصار ناصر کی جمع ہے۔ مدد کرنے والے کو ناصر کہتے ہیں۔ مہاجر کا لفظ ہجرت سے بنا ہے۔ ہجرت کے لغوی معنی ترک کرنے اور چھوڑ دینے کے آتے ہیں۔ کسی سے بات چیت چھوڑ دینا، شوہر کا بیوی سے علیحدہ سونا بھی لغت کے لحاظ سے ہجرت ہی کہا جاتا ہے۔ لیکن دین و مذہب کی اصطلاح میں ہجرت اس ترک وطن کو کہتے ہیں جو دین کی بنیاد پر کیا جائے (لہٰذا جو لوگ دینی پہلو کو نظر انداز کر کے سعودی عرب یا دوسرے مسلم ممالک کو جاتے ہیں وہ مہاجر نہ کہلائیں گے۔) اس قسم کی پہلی ہجرت مکہ شریف سے ملک حبشہ کیلئے کی گئی تھی جہاں کا بادشاہ نجاشی نصرانی تھا جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرتبہ و مقام سے پوری طرح باخبر اور دل سے آپ کا معتقد تھا۔

اور آخری ہجرت شرعیہ مسنونہ ہجرت مدینہ منورہ ہوئی جو فتح مکہ تک جاری رہی تھی۔ فتح مکہ کے بعد آپ نے اعلان فرمادیا " لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ " یعنی فتح مکہ کے بعد یہ ہجرت مسنونہ باقی نہ رہے گی۔ اب عام طور پر مہاجرین سے یہی حضرات مراد لئے جاتے ہیں، جنھوں نے مدینہ منورہ کو ہجرت کی تھی اور انصار سے بھی یہی انصارِ اسلام و اہل اسلام مراد لئے جاتے ہیں جنھوں نے اپنے وطن مدینہ میں آنے والے مسلمانوں کی ہر ممکن طریقہ سے مدد کی ان کے لئے مکان فراہم کئے، معاش میں شریک کیا، مردوں کو بیویاں

اور عورتوں کو شوہر فراہم کئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ہر مہاجر کیلئے انصار میں سے کسی ایک کو اس کا بھائی بنادیا۔ اس طبقہ انصار کے لوگ مدینہ منورہ کے دو مشہور قبیلوں اور خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے۔ ایک قبیلہ اوس تھا، دوسرا قبیلہ خزرج تھا۔

الغرض آیت زیر درس کا حاصل یہ نکلا کہ یہ تمام مہاجرین و انصار بلکہ امت کے اور بقیہ لوگ بھی جنہوں نے ایمان و عمل صالح اور نصرت و جہاد میں حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ساتھ دیا ہے اللہ تعالےٰ نے ان سب سے اپنی رضامندی کا اعلان فرمادیا ہے کہ وہ ان سے راضی ہوگیا ہے اور یہ رضامندی یک طرفہ نہیں ہے بلکہ یہ حضرات صحابہؓ بھی اللہ تعالےٰ سے راضی ہوگئے ہیں۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱ و ۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو مہاجرین و انصار کے مناقب سے آگاہ کیجئے اور انہیں یہ بتائیے کہ حضرات صحابہ کرام سے محبت رکھنا ایمان کی علامت ہے اور ان سے بغض و عداوت رکھنے والا بے ایمان منافق ہے۔

۴۔ سامعین کو یہ بتائیے کہ مومن کیلئے نجات کا راستہ یہی ہے کہ وہ سلف صالحین ہی کے نقش قدم پر چلے خواہ عقائد کا معاملہ ہو یا عبادات کا، معاملات و معاشرت کا معاملہ ہو یا آداب و اخلاق سے تعلق رکھتا ہو۔ ہر معاملہ میں پیروئی اسلاف ہی کے ذریعہ نجات مل سکتی ہے۔

۵۔ اپنے سامعین کو یہ خوشخبری سنادیں کہ جس شخص نے بھی اخلاص کے ساتھ صحابہ کرام کا مکمل طور پر اتباع کیا تو وہ شخص یقینی طور پر راہ یاب ہوگا اور اللہ تعالےٰ کی خوشنودی و رضا کی نعمتوں سے مالا مال ہوگا۔ اس نے جنت میں اپنا ٹھکانہ بنالیا جس کا وعدہ اللہ تعالےٰ نے اپنے مخلص بندوں سے فرمایا ہے۔

دوسرا درس

۲؍رمضان المبارک | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: وَالْاَنْصَارُ لَا یُحِبُّھُمْ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا یُبْغِضُھُمْ اِلَّا مُنَافِقٌ فَمَنْ اَحَبَّھُمْ اَحَبَّہُ اللّٰہُ وَمَنْ اَبْغَضَھُمْ اَبْغَضَہُ اللّٰہُ (بخاری ومسلم) وَقَوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْلَا الْھِجْرَۃُ لَکُنْتُ مِنَ الْاَنْصَارِ۔ (بخاری ومسلم)

ترجمۂ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انصار سے صرف باایمان شخص ہی محبت کرے گا اور ان سے نفرت و بغض اور عداوت وہی رکھے گا جو بے ایمان منافق ہوگا۔ لہٰذا جو شخص انصار سے محبت رکھتا ہے تو اللہ تعالٰی اس سے محبت رکھتا ہے اور جو شخص انصار سے بغض و دشمنی رکھتا ہے اللہ تعالٰی بھی اسے مبغوض رکھتے ہیں۔ ایک دوسری حدیث میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر ہجرت کی فضیلت میرے لئے اللہ تعالٰی کی طرف سے مقدر نہ ہوئی ہوتی تو میں بھی (لازمی طور پر) انصار ہی میں ہوتا (کیونکہ اس وقت روئے زمین پر جتنے مسلمان تھے ان میں سے اکثر و بیشتر دو طبقوں سے متعلق تھے تیسرا کوئی طبقہ معتد بہ تعداد میں کہیں نہیں تھا۔)

تشریح: مصنف نے تشریح درس میں لفظ انصار کی لغوی تشریح بھی فرمادی ہے کہ یہ لفظ انصار جمع ہے جس کا واحد ناصر یا نصیر ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ یہ انصار مدینہ منورہ کے دو قبیلوں سے تعلق رکھتے تھے جن کے نام اوس و خزرج ہیں

اور انھیں انصار اس وجہ سے کہا گیا کہ ان حضرات نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات مہاجرین کی ہر طرح سے مدد کی تھی۔ (مناسب تھا کہ اس موقع پر قرآن مجید میں آئی ہوئی اس بات کا ذکر بھی ہو جاتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب اپنے حواریین سے نصرت و تعاون چاہا تھا تو ان سے ان الفاظ میں دریافت فرمایا تھا "مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ" (اللہ کے راستہ میں میرا مددگار کون ہوگا؟) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی رسول و نبی کے مددگار کو پہلے بھی انہی الفاظ سے یاد کیا گیا ہے۔ اور اگر مزید غور و فکر سے کام لیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے "من انصاری" صیغہ جمع کے اعلان سے یہ بات بھی سمجھی جا سکتی ہے کہ دعوت دین جیسے بڑے اور عظیم کام کے لئے ایک دو ناصر کافی نہیں ہو سکتے، اس کے لئے انصار کی ضرورت ہوگی۔ یہ بات الگ ہے کہ وہ بہت سے انصار علیحدہ علیحدہ کام کریں یا پوری جماعت ایک ساتھ کام کرے۔ حسب ضرورت و حسب موقع دونوں صورتیں اختیار کی جا سکتی ہیں۔) (روحی)

حدیث زیر درس کا دوسرا فقرہ "لَا یُحِبُّھُمْ اِلَّا مُؤْمِنٌ" ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر مومن چونکہ اللہ تعالےٰ سے محبت رکھتا ہے اسی وجہ سے وہ اللہ تعالےٰ کے ہر محبوب شخص سے بھی محبت رکھے گا۔ اس کا لازمی نتیجہ یہی ہوگا کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالےٰ کے کسی محبوب سے محبت نہ رکھے گا تو وہ اللہ کا کوئی دشمن ہی ہوگا۔

اس کے بعد اگلے ہی فقرہ میں یہ ارشاد فرما کر "فَمَنْ اَحَبَّھُمْ اَحَبَّہُ اللّٰہُ" کہ جو شخص ان حضرات انصار سے محبت رکھے گا اللہ تعالےٰ اسے اپنا محبوب بنا لیں گے کہ اس نے اللہ کے محبوبین سے محبت رکھی ہے۔

مختصر یہ کہ زیر درس حدیث میں اللہ تعالےٰ نے انصار اسلام انصار مسلمین

انصار مدینہ کی محبت کو شرطِ ایمان اور شرطِ نجات قرار دیا ہے۔ اور ان سے بغض و دشمنی کو اللہ تعالٰی سے بغض و عداوت ٹھہرایا ہے۔ دوسری مختصر حدیث صاحب جامع الکلم کے کمال بلاغت کا ثبوت فراہم کرتی ہے کہ ایک طرف آپ نے پہلی حدیث میں انصار کی فضیلت بیان فرماکر دوسری حدیث میں نہایت لطیف انداز میں اپنا مہاجر ہونا اس انداز سے ظاہر فرمایا جس سے ہجرت کی فضیلت بھی ظاہر ہوگئی کہ اللہ تعالٰی نے چونکہ ہجرت کی فضیلت حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیلئے مقدر فرمادی تھی اس لئے آپ کو تو مہاجر ہونا تھا۔ اگر ایسا نہ ہوا ہوتا تو آپ بھی انصار ہی میں ہوتے یہ فرماکر آپ نے انصار کی دلجوئی بھی خوب فرمادی۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب سابق معمول جاری رکھیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو مہاجرین و انصار رضی اللہ تعالٰی عنہم کی فضیلتوں سے آگاہ کیجئے اور یہ بتادیجئے کہ ان حضرات سے محبت رکھنا شرطِ ایمان ہے۔ ان سے محبت کے بغیر نہ نجات ہوگی نہ جنت میں داخلہ ممکن ہوگا۔ اور ان سے بغض و عداوت حرام ہے۔

۴۔ اپنے سامعین کو یہ بھی سمجھا دیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے کسی ایک پر بھی طعن و تشنیع کرنا، چھپایا کھلا تبرا کرنا خواہ وہ مہاجرین میں سے ہوں یا انصار میں سے ہوں گناہ کبیرہ سخت حرام اور بڑے درجہ کا فسق ہے جو نفاق پر مبنی ہے۔

۵۔ اسی طرح سلف صالحین حضرات تابعین و تبع تابعین، ائمہ دین، مشائخ کبار میں سے کسی کی شان میں کسی قسم کی بے ادبی و گستاخی بھی ہرگز نہ کرے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اسے علاماتِ قیامت میں شمار کیا ہے۔ اللہ تعالٰی ہم کو محفوظ رکھے۔ آمین!

تیسرا درس

درس قرآن مجید	قول اللہ تعالیٰ عزوجل	۳ر رمضان المبارک

آیت شریفہ: يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۖ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ اللَّهِ ۚ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا ۝ (الاحزاب ٦٣)

ترجمہ آیت: لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں (اے رسول!) آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے (کہ وہ کب ہوگی) اور آپ کو کیا خبر شاید وہ گھڑی قریب ہی ہو۔

تشریح: آیت زیر درس میں "یَسْـَٔلُكَ النَّاسُ" فرمایا گیا ہے کہ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں۔ لوگ کو مبہم رکھا گیا ہے۔ یہ نہیں بتایا گیا کہ یہ سوال کرنے والے کون لوگ ہیں۔ اس طرز تعبیر میں نہایت لطیف و بلیغ انداز میں ان پر خود جاہلین منکرین بعث و قیامت کی تحقیر و اہانت بھی درپردہ ملحوظ رکھی گئی ہے کہ قیامت جیسی یقینی بات کا انکار کرنے والے یہ احمق و جاہل اس لائق نہیں ہیں کہ یہاں انکی صراحت کرکے ان کی عزت افزائی کی جائے۔

قیامت سے متعلق سوال کرنے والے ازلی فتنہ پرداز شریر یہودی تھے جو قیامت و بعث کے منکر تھے۔ اور یہ سوال انھوں نے بطور مضحکہ و استہزاء چیلنج کے انداز میں کیا تھا۔ وہ یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالے علیہ وسلم ان کے اس سوال کا کیا جواب دیتے ہیں۔ آیت مبارکہ کے نازل ہونے پر جب انھوں نے

آیت کے اس انداز پر غور کیا ہوگا کہ اللہ تعالٰی نے آیت میں ان شریروں کو اس طرح نظر انداز کیا کہ ان کا نام ہی نہیں لیا، تو انھیں اپنی یہ تحقیر کیسی کچھ ناگوار ہوئی ہوگی۔

اللہ تعالٰی کی طرف سے ان کے اس سوال کا یہ جواب دیا گیا کہ آپ ان لوگوں سے یہ کہہ دیں کہ قیامت کا صحیح اور یقینی علم بس خدا تعالٰی ہی کو ہے اس نے یہ علم اپنی ذات تک ہی محدود رکھا ہے، کسی کو بھی نہیں بتایا ہے۔ اور اس علم کو مخفی رکھنا بھی مصلحت و فائدہ سے خالی نہیں ہے۔ اور وہ مصلحت یہ ہے کہ انسان کسی وقت بھی اپنی موت اور قیامت سے غافل نہ رہے۔ ہر وقت موت اور قیامت کیلئے اپنے آپ کو تیار رکھے۔

یہ مصلحت اللہ تعالٰی کی مخلوق پر رحمت و شفقت کی وجہ سے ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالٰی نے رمضان المبارک کے عشرۂ اخیرہ میں شب قدر کو بھی مخفی رکھا ہے کہ لوگ شب قدر کی فکر و تلاش میں برابر کوشش کرتے رہیں۔ زیر درس آیت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی کے ذریعہ قیامت کے وقت معین سے لاعلمی کی بات کہی گئی ہے۔ ورنہ قیامت کے قریب الوقت ہونے کا اعلان تو سورۂ قمر میں کیا جا چکا ہے۔ "اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ" یعنی قیامت قریب آگئی ہے (جس کی ایک علامت یہ ہے کہ) چاند دو ٹکڑے کیا جا چکا ہے۔ اور خود حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ارشاد فرما چکے ہیں "بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةَ كَهَاتَيْنِ" (میری بعثت اور قیامت کا آنا دونوں ایسے قریب قریب ہیں جیسے میری یہ دونوں انگلیاں ایک دوسرے سے قریب ہیں۔)

خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کا آنا تو یقینی ہے۔ اس کا انکار صریح جہالت و گمراہی اور خالص کفر ہے۔ ہاں اس کے وقت کی تعیین یہ صرف اللہ تعالٰی ہی کے علم میں ہے ہر ایک اس سے بے خبر ہے۔

مربی کیلئے ہدایات

اور حسب معمول عمل جاری رکھیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو یہ بھی بتائیں کہ قیامت کے بارے میں یہود و مشرکین کے سوال کی بنیاد یہ تھی کہ مشرکین تو قیامت کا اعتقاد ہی نہیں رکھتے تھے، اس کا انکار کرتے تھے مذاق اڑاتے تھے اور یہود اگرچہ منکر نہیں تھے لیکن اس سوال کے ذریعہ وہ آپ کا امتحان لینا چاہتے تھے کہ دیکھیں آپ اس سوال کا کیا جواب دیتے ہیں۔ اگر واقعی نبی ہوں گے تو انبیاء سابقین کی طرح قیامت کے علم کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کردیں گے اور اگر نبی نہیں ہوں گے تو اٹکل سے کوئی جواب دیدیں گے جس سے آپ کی نبوت کی حقیقت ظاہر ہوجائیگی کہ آپ سچے نبی نہیں ہیں۔

۴۔ اپنے سامعین کو قیامت کے مخفی رکھنے کی مصلحت و حکمت بھی بتادیجئے کہ اسے اس لئے مخفی رکھا گیا ہے کہ آدمی کو ہر وقت قیامت کیلئے تیار رہنا چاہیئے۔ اور اسی مصلحت سے موت کا وقت بھی مخفی رکھا گیا ہے کہ انسان موت سے غافل نہ رہے۔ ہر وقت اس کی تیاری میں لگا رہے۔

۵۔ اپنے سامعین کو یہ بھی بتائیں کہ قیامت کے مقرر خاص وقت کے لئے انسان کو ہر وقت تیار رہنا چاہیئے۔ اور اس کا صرف یہی طریقہ ہے کہ اپنا ایمان درست رکھے، فرائض و واجبات اور جملہ اوامر پر عمل کا اہتمام کرے، چھوٹے بڑے ہر قسم کے گناہوں سے پرہیز کرے۔ یہ بھی سمجھا دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت یعنی ساری دنیا کی موت کو جس طرح مخفی رکھا ہے اسی طرح ہر انسان کی ذاتی و شخصی موت بھی معلوم نہیں ہے اسے "ساعتِ فرد" کہا جاتا ہے۔ یہ بھی بالکل یقینی ہے ہر انسان کو ہر وقت اس کیلئے بھی تیار رہنا چاہیئے۔

چوتھا درس

۴ رمضان المبارک | قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم | درس حدیث شریف

حدیث شریف: لِلَّذِیْ سَأَلَ عَنِ السَّاعَةِ قَائِلًا مَتَی السَّاعَةُ؟ وَمَاذَا أَعْدَدْتَ لَهَا؟ قَالَ لَا شَیْءَ إِلَّا أَنِّیْ أُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَالَ أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ۔ قَالَ أَنَسٌ (رَاوِی الْحَدِیْث) فَمَا فَرِحْنَا بِشَیْءٍ فَرِحْنَا بِقَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ۔ قَالَ أَنَسٌ فَأَنَا أُحِبُّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَأُحِبُّ أَبَا بَکْرٍ وَعُمَرَ وَأَرْجُوْ أَنْ أَکُوْنَ مَعَهُمْ بِحُبِّیْ إِیَّاهُمْ إِنْ لَمْ أَعْمَلْ بِمِثْلِ أَعْمَالِهِمْ (بخاری ومسلم)

ترجمہ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد اس شخص کیلئے جس نے قیامت کے بارے میں یوں کہہ کر سوال کیا تھا کہ قیامت کب آئیگی؟ تو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسکی بات کا جواب دیتے ہوئے اس سے یہ سوال فرمالیا کہ تم نے قیامت کیلئے کیا کچھ تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے کہا کہ کچھ بھی تیاری نہیں کی ہے۔ بس اتنی بات ضرور ہے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (یعنی آنحضرت) سے محبت کرتا ہوں۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم انہی کے ساتھ رہو گے جن سے تم محبت رکھتے ہو۔ (راویٔ حدیث) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ کسی بات سے اتنا خوش کبھی نہیں ہوئے جتنا خوش آپ کی زبان مبارک سے یہ بات سن کر ہوئے کہ تم انہی کے ساتھ رہو گے جن سے تم محبت رکھتے ہو۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ میں

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں اور حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرتا ہوں، اور امید کرتا ہوں کہ میں ان لوگوں سے محبت رکھنے کی وجہ سے انہی کے ساتھ رہوں گا، اگرچہ میرے اعمال ان لوگوں کے درجہ کے نہیں ہیں۔

تشریح : زیر درس حدیث میں قابل غور یہ پہلو ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے قیامت سے متعلق سوال کرنے والے کو کوئی جواب دینے کے بجائے اس سے یہ سوال کر لیا کہ تم جو قیامت کے بارے میں سوال کر رہے ہو، پہلے تم یہ بتاؤ کہ تم نے قیامت کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے۔ قیامت تو جزائے اعمال اور نتیجہ سنائے جانے کا دن ہے نتیجہ سنائے جانے کا انتظار تو اسی کو ہونا چاہئے جس نے امتحان میں پرچے اچھے کئے ہوں جس کے پرچے ہی اچھے نہ ہوئے ہوں وہ کیوں انتظار کرے۔ اس کا دل خود ہی جانتا ہے کہ اس نے پرچے اچھے نہیں کئے ہیں اس لئے وہ تو ناکام ہی رہے گا۔

لیکن پوچھنے والے نے جب یہ جواب دیا کہ میں نے اور تو کچھ نہیں کیا ہے لیکن میرا ایمان و یقین اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر پکے دل سے ہے اور میں ان سے محبت بھی رکھتا ہوں۔ اب اگر اللہ و رسول سے دلی محبت قیامت میں کام آنے والا عمل ہے تو یہ عمل بیشک میرے پاس ہے۔ تو آپ نے سائل کو یہ کہہ کر مطمئن فرما دیا کہ تم قیامت میں انہی لوگوں کے ساتھ رہو گے جن سے محبت کرتے ہو۔

ظاہر ہے کہ آپ کے اس جواب سے قیامت کا سوال کرنے والے کو اپنا حشر اور اپنا نتیجہ دنیا ہی میں معلوم ہو گیا۔ اور یہ کس درجہ کی خوش خبری تھی جسے خوشخبری سننے والوں کا دل ہی جان سکا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کو آپ کی اس خوشخبری سے جتنی خوشی ہوئی کسی دوسری بات سے نہیں ہوئی۔ کیونکہ مجھے خود حضرت سرور کائنات صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے محبت ہے اور آپ کے خصوصی اصحاب و رفقاء

حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی محبت ہے۔ تو اگرچہ اعمال میں ان سے کوئی نسبت نہیں رکھتا لیکن اس کے باوجود میرا حشر انکے ساتھ ہوگا۔ یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاص خادم ہیں۔

مربی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو بتا دیجئے کہ قیامت آنے سے متعلق سوال کرنا لایعنی اور بے فائدہ سوال ہے۔ اسی وجہ سے آپؐ نے اسے کوئی جواب دینے کے بجائے اس سے سوال فرمالیا۔

۴۔ سامعین کو بتا دیجئے کہ اس حدیث کی روشنی میں یہ بات صاف دیکھی جاسکتی ہے کہ دنیا میں جس شخص کو جس سے محبت و تعلق ہوگا قیامت میں بھی وہ اسی کے ساتھ ہوگا۔ اگر یہاں اللہ والوں سے دوستی و محبت ہے تو حشر میں بھی انہی کے ساتھ ہوگا۔ اور اگر یہاں اہل کفر اور بد دینوں سے دوستی ہے تو حشر میں بھی انہی کے ساتھ ہوگا۔

۵۔ اپنے سامعین کو بتا دیجئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے محبت رکھنا واجب ہے کہ بغیر اس کے ایمان مکمل نہیں ہوتا اور ان سے بغض و عداوت نفاق ہے جیسا کہ اوپر دوسرے درس میں گزر چکا ہے۔

پانچواں درس

۵ رمضان المبارک | قول اللہ تعالیٰ عزوجل | درس قرآن مجید

آیت شریفہ: لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۚ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (البقرۃ ۲۵۶)

ترجمہ آیت: دین (اسلام قبول کرلے میں) کسی طرح کا جبر واکراہ نہیں ہے (کیونکہ) ہدایت گمراہی سے (بالکل الگ ہوکر) ظاہر ونمایاں ہوچکی ہے۔ اب جو شخص بھی گمراہ کرنے والوں کو نہ مانے اور ان کا انکار کرکے) اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے تو اس نے مضبوط حلقے کو اچھی طرح پکڑ لیا ہے، جو ٹوٹنے والا نہیں ہے۔ اور اللہ سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

تشریح: آیت زیر درس میں "لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ" (دین میں کوئی جبر واکراہ نہیں) کا عنوان اگرچہ ایک اطلاع وخبر کا ہے لیکن اس سے مقصود اکراہ کی ممانعت ونہی ہے یعنی اہل اسلام سے فرمایا جارہا ہے کہ کسی بھی غیر مسلم پر اس بات کیلئے جبر واکراہ نہ کرو کہ وہ اسلام قبول کرلے۔ (اسی وجہ سے تبلیغ واشاعت اسلام کا طریقہ یہ رکھا گیا تھا کہ چونکہ اسلام اللہ تعالیٰ کا سرکاری حکم ہے اس لئے اسے قبول کرلو، اگر قبول نہیں کرتے ہو تو اسلامی ملک میں جزیہ ادا کرکے رہو، پھر تم پوری طرح محفوظ رہو گے۔ اگر جزیہ دے کر رہنا بھی منظور نہیں کرتے تو پھر جہاد کے لئے تیار ہوجاؤ۔ اور اسلامی جہادوں کی تاریخ

کے کھلے اوراق یہ شہادت دینے کیلئے کافی ہیں کہ ہر جہاد میں اہل اسلام اپنی تعداد اور سامان جنگ کے لحاظ سے نمایاں طور پر کم اور کمزور ہی رہے ہیں۔ ایسی صورت میں کسی بھی جہاد کو قبول اسلام کیلئے جبر واکراہ قرار دینا صرف دھاندلی ہی کہا جاسکتا ہے)۔ "قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ" فرماکر اس حقیقت کا اعلان فرمادیا گیا ہے کہ آخری رسول حضرت سیدنا محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو دنیا میں بھیج کر ان کی نبوت و رسالت کا اعلان فرماکر اور قرآن مجید جیسی کتاب نازل فرماکر رشد و ہدایت کو بغی وکفر سے بالکل علیحدہ و نمایاں کردیا گیا ہے۔ اب حق پوری طرح آشکارا ہوچکا ہے۔ لہٰذا جو شخص بھی بت پرستی کا انکار کردے کہ یہ بت نہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان، اور ایک خدائے برحق پر ایمان لے آئے کہ نفع نقصان اسی کے قبضہ میں ہے تو اس شخص نے دین کا بہت مضبوط حلقہ (کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ) پکڑ لیا ہے جو ٹوٹنے والا نہیں ہے۔

اور جس شخص نے بت پرستی کو ترک نہیں کیا ہے اس نے مکڑی کے جالے کو سہارا بنایا ہے جو منہ کی پھونک ہی سے ٹوٹ جاتا ہے

ہر ولی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور جاری رکھیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ کسی کو کسی قسم کی عبادت پر مجبور کرنا، زبردستی کسی سے عبادت کرانا بالکل ہی نامناسب اور لغو و بے فائدہ کام ہے۔ کیونکہ عبادت کا عمل ایک ایسا عمل ہے جس میں دل کا قصد و ارادہ اور اس کی رضامندی بنیادی چیز ہے۔ اس کے بغیر کوئی عبادت عبادت ہی نہ ہوگی اور نہ ہی لائق قبول ہوگی۔ جیسا کہ کفر بھی اگر جبر و اکراہ سے کیا جائے گا تو وہ بھی نہ قابل تسلیم ہوگا

نہ اس پر کوئی مواخذہ ہوگا۔

۴۔ اپنے سامعین کو بتادیجئے کہ اہل عرب اپنے بتوں کیلئے " طاغوت" کا لفظ استعمال کرتے تھے (جس کی دلیل مجمع بحار الانوار میں موجود ہے" ویقال للصنم طاغوت" صنم کو طاغوت کہا جاتا ہے۔ لہٰذا کتاب کے محشی کا یہ لکھنا غلط ہے کہ مصنف کی یہ بات بے ثبوت ہے کہ عرب میں بتوں کو " طاغوت" کہا جاتا ہے۔ مجمع بحار الانوار میں پوری تفصیل دیکھی جاسکتی ہے۔ روحی)

۵۔ اپنے سامعین کو بتادیجئے کہ جس شخص نے کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی حقیقت کو پوری طرح اپنالیا کہ اللہ ورسول پر ایمان لے آیا اور صرف معبود واحد برحق کی عبادت کی، اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں کیا، تو اس نے مضبوط حلقہ کو مضبوطی سے پکڑلیا اور وہ نجات پاکر جنت کا حقدار ہو گیا جو اہل دین و اصحاب عقل کے نزدیک کامیابی کی معراج اور اسکی آخری منزل ہے۔

چھٹا درس

۶ رمضان المبارک | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم | درس حدیث شریف

حدیث شریف: لِعَبْدِاللّٰہِ بْنِ سَلَامٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مُفَسِّرًا رُؤْیَاہُ تِلْكَ الرَّوْضَةُ رَوْضَةُ الْاِسْلَامِ وَذَالِكَ الْعَمُوْدُ عَمُوْدُ الْاِسْلَامِ وَتِلْكَ الْعُرْوَةُ الْوُثْقٰى فَاَنْتَ عَلَى الْاِسْلَامِ حَتّٰى تَمُوْتَ

(بخاری ومسلم)

ترجمہ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے (حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے خواب کی تعبیر بتاتے ہوئے) ارشاد فرمایا کہ وہ باغ (جو تم نے خواب میں دیکھا ہے) اسلام ہے اور وہ عمود اور ستون (جو تم نے دیکھے ہیں وہ) اسلام کے ستون (نماز، روزہ، زکوٰۃ وحج) ہیں اور وہ مضبوط حلقہ (جو تم نے خواب میں دیکھا ہے کہ ٹوٹنے والا نہیں ہے) اس کی تعبیر یہ ہے کہ تم مرتے دم تک اسلام پر ثابت قدم رہو گے۔

تشریح: احقر مترجم نے حدیث شریف کا ترجمہ جس انداز سے کیا ہے وہ پوری طرح مطلب خیز ہے۔ بظاہر تشریح کی ضرورت باقی نہیں رہ گئی ہے لیکن حضرت مصنف شیخ جزائری نے اپنی تشریح میں کچھ اور باتیں بھی لکھی ہیں اس لئے ان کی ترجمانی تو کرنی ہی ہے۔ موصوف نے اپنی تشریح میں سب سے پہلے راوی حدیث اور صاحب خواب حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا مختصر تعارف کرایا ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن سلام یہود مدینہ کے علماء میں سے تھے اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی

جو نشانیاں توراۃ میں بیان ہوئی تھیں ان سے پوری طرح باخبر تھے اور اسی وجہ سے انھوں نے مدینہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی زیارت کی، ان علامتوں کو کھلی آنکھوں سے دیکھ کر پہچان لیا کہ آپ وہی نبی ہیں جن کی علامتیں توراۃ میں بیان کی گئی ہیں اور دیکھتے ہی بے تامل و بلا تاخیر فوراً آپ کی نبوت کا اقرار کر کے پورے مسلمان ہو گئے اور آخر وقت تک آپ کا اسلام قابل تعریف رہا۔

اس کے بعد شیخ جزائری نے اس حدیث اور اس کے خواب کی بنیاد پر یہ نکتہ علمی بھی لکھا ہے کہ اس حدیث کو نظر میں رکھتے ہوئے آپ کو منامی طور پر مبشر بالجنۃ (جنت کا مژدہ ملا ہوا) سمجھا جا سکتا ہے۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ وارضاہ۔

اس کے بعد مصنف کتاب نے حضرت عبداللہ بن سلام کا وہ خواب نقل کیا ہے جس کی تعبیر اوپر بیان ہو چکی ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے (خواب میں) دیکھا کہ جیسے میں کسی باغ میں ہوں اور انھوں نے اس باغ کی وسعت و گنجائش اور اس کی شادابی و تر و تازگی کا بھی ذکر کیا۔ اس باغ کے وسط میں لوہے کے بڑے لمبے لمبے ستون ہیں، جن کا نچلا حصہ تو زمین پر ہے اور اوپر کی طرف تو وہ آسمان سے باتیں کر رہے ہیں۔ اور اس کے اوپر پکڑنے کیلئے ایک حلقہ اور دستہ ہے، تو مجھ سے کہا گیا کہ اس پر چڑھ جاؤ یعنی اوپر چڑھ جاؤ۔ میں نے کہا کہ میں چڑھ نہیں سکتا ہوں تو میرے پاس ایک ملازم (نوکر) آیا، اس نے میرا لباس (قمیص و عبا وغیرہ) پیچھے سے اٹھا لیا تو میں چڑھ گیا۔ یہاں تک کہ میں بالکل اوپر پہنچ گیا اور وہ حلقہ و دستہ پکڑ لیا تو مجھ سے کہا گیا کہ اسے اچھی طرح پکڑ لو۔ تو میری آنکھ ایسی حالت میں کھل گئی کہ وہ دستہ میرے ہاتھ میں تھا۔ تو میں نے یہ خواب حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے بیان کیا، تو آپ نے یہ تعبیر دی کہ وہ باغ تو دین اسلام کا باغ ہے اور وہ ستون

ارکانِ اسلام ہیں اور اس دستہ کو پکڑ لینا گویا اسلام کو قبول کر لینا ہے۔ لہٰذا تم مرتے دم تک مسلمان ہی رہو گے۔ خواب کی اس تعبیر کے بعد گویا حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مژدۂ جنت پا گئے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور انھیں بھی خوش کر دے۔ اور جنت کو ان کا اور ہمارا بھی ٹھکانہ بنا دے۔ اور ہر اس پڑھنے والے اور سننے والے کا ٹھکانہ بنا دے جو ہماری دعا پر آمین کہے۔ آمین!

مربّی کیلئے ہدایات

۱ اور ۲۔ حسب دستور عمل فرمائیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو بتا دیجئے کہ دینِ اسلام یہ دینِ آسمانی و دینِ خداوندی ہے حکومتِ خداوندی کا سرکاری دین ہے اس کے ذریعہ ہر وہ شخص کامل طور پر سعادت مند اور بہرہ ور ہو جاتا ہے جو ایمان لا کر دینِ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے اور اسکی تمام تعلیمات پر عمل پیرا ہو جائے۔ اسلام کا یہ فائدہ ہر شخص کو حاصل ہو جاتا ہے جو اسلام قبول کر کے اس پر پوری طرح عمل بھی کرے چاہے وہ پہلے مشرک کافر رہا ہو یا اہل کتاب میں سے (یہودی و نصرانی) رہا ہو۔

۴۔ اپنے سامعین کو یہ بھی بتائیے کہ رویائے صالحہ (اچھے سچے خواب) بھی ایک طرح کی وحی ہوتے ہیں حدیث میں سچے خواب کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ قرار دیا گیا ہے۔

۵۔ اپنے سامعین کو بتا دیجئے کہ زیرِ درس حدیث میں اور اس خواب میں "عروۃ وثقیٰ" کہا گیا ہے وہ دستہ حلقۂ اسلام ہے۔ اس سے مراد کلمۂ شہادت کا اقرار اور اس پر عمل ہے۔ جو اس کو مضبوطی سے پکڑے گا نجات پا جائیگا اور جو روگردانی کرے گا دوزخ کا مستحق ٹھہرے گا۔

اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ آمین!

ساتواں درس

۷ رمضان المبارک | قولُ اللہِ تعالیٰ عزّوجلّ | درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ۝ (المؤمن ۲۸)

ترجمہ آیت: اور فرعون ہی کے خاندان کے ایک ایماندار آدمی نے جو اپنا ایمان (فرعون کے خوف سے) چھپائے ہوئے تھا یہ کہا کہ تم ایک ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے (فرعون خدا نہیں ہے) اور وہ (اپنے اس دعوی پر) دلیلیں بھی رکھتا ہے (بے دلیل بات نہیں کہتا ہے) اب اگر وہ غلط کہتا ہے تو جھوٹ کا وبال اور اس کی سزا اس کو ملے گی۔ اور اگر وہ اپنے اس دعوے میں سچا ہے تو پھر جس عذاب کی تم کو وہ دھمکی دے رہا ہے اس کا کچھ نہ کچھ حصہ تو تم پر آہی جائے گا۔ بیشک اللہ تعالےٰ حد سے بڑھ جانے والے جھوٹے لوگوں کو سیدھی راہ دکھاتا ہی نہیں ہے۔

تشریح: آیت زیر درس میں " وقال رجل مومن من آل فرعون" (ایک مرد مومن نے جو فرعون کے خاندان سے تعلق رکھتا) یہاں پر اس شخص کا نام نہیں لیا گیا ہے کیونکہ وہ فرعون کے خوف اور ڈر سے اپنا ایمان ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا

اس لئے اللہ نے بھی اس کا نام ظاہر نہیں کیا۔ مصنف کتاب کو کسی روایت میں
اس کے نام کا ذکر مل گیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس کا نام شمعان تھا اور وہ فرعون کا
چچازاد بھائی تھا، وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت اور آپ کے لائے ہوئے
پیام ہدایت پر ایمان رکھتا تھا۔ لیکن فرعون اور اس کی باطل پرست جماعت کے
ڈر سے اپنے ایمان کو ظاہر نہیں کرتا تھا۔ اس کا کہنا یہ تھا کہ تم لوگوں نے جو ان
(حضرت موسیٰ علیہ السلام) کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا ہے تو کیا صرف اس وجہ سے
کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے (فرعون جھوٹا خدا ہے) حالانکہ وہ
اپنی بات دلیل کے ساتھ کہتے ہیں، بے دلیل نہیں کہتے۔ ان کی دلیل سے یہ بات
اچھی طرح ثابت ہو جاتی ہے کہ اللہ صرف ایک ذات ہے اس کے سوا کوئی الٰہ
نہیں ہے، اور یہ بھی کہ حضرت موسیٰؑ اس کے رسول ہیں۔ ان کی دلیلوں میں انکی
لاٹھی (جو اژدہا بن جاتی ہے) اور ان کا ید بیضاء (سفید چمکدار ہاتھ) بھی ہے۔

اور اس مرد مومن (شمعان) نے یہ معقول بات بھی کہی کہ اگر حضرت موسیٰؑ اپنی
رسالت کا دعویٰ بے بنیاد طور پر جھوٹا دعویٰ کر رہے ہیں تو اس جھوٹ کی سزا
وہ بھگتیں گے تم سے کیا مطلب ہے۔ اور اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو انکار کی صورت
میں وہ جن عذابوں کی دھمکی دے رہے ہیں تو پھر یہ امکان تو بہر حال ہے کہ ان میں سے
کوئی نہ کوئی عذاب تم لوگوں پر آ ہی جائے۔ مرد مومن نے یہ بات نہایت معقول اور
عمدہ طریقہ پر کہی تھی، مگر ان کی عقل پر تو پتھر پڑے تھے، ان پر اس بات کا کوئی اثر
کیسے ہوتا۔ تو مرد مومن نے بھی اپنی آخری بات کہہ دی کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو
سیدھی راہ دکھاتے ہی نہیں ہیں جو گمراہی میں حد سے بڑھا ہوا اور پکا جھوٹا ہو اور
اپنے اسی جھوٹ پر زندگی گزارنا چاہتا ہو۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱ اور ۲۔ حسبِ دستورِ عمل جاری رکھیں۔

۳۔ اس آیت میں مردِ مومن سے متعلق جو یہ بات بھی نقل ہوئی ہے کہ وہ مردِ مومن دوسرے عام لوگوں سے اپنا مومن ہونا ظاہر نہیں کرتا تھا کہ اسے فرعون اور اسکی جماعت سے کوئی تکلیف اور نقصان نہ پہنچے۔ قرآن مجید نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے اور اس طرزِ عمل کی کوئی برائی بھی نہیں ظاہر کی ہے، جس سے یہ بات سمجھی گئی ہے کہ اس کا یہ طرزِ عمل جائز تھا۔ لہٰذا اب بھی جہاں اس قسم کا خطرہ ہو یہ طرزِ عمل اختیار کیا جا سکتا ہے۔

چنانچہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو کفارِ مکہ کی ایذا رسانیوں کو دیکھ کر ان کے وطن واپس کر دیا تھا کہ ابھی چلے جاؤ حالات صحیح ہو جائیں تو آجانا۔

۴۔ اپنے سامعین کو یہ بھی سمجھا دیجئے کہ موقع و محل کو دیکھتے ہوئے گفتگو میں نرمی کے ساتھ لطیف انداز میں بھی بات کرنا درست ہے۔ جس طرح مردِ مومن نے انھیں سمجھایا کہ اگر حضرت موسیٰؑ عذاب کی دھمکیاں دینے میں (بالفرض) جھوٹے بھی ہوں تو تم سے کیا مطلب، اللہ تعالےٰ انھیں سزا دیں گے۔

۵۔ اپنے سامعین کو صدق اور سچائی کی فضیلت جھوٹ اور دروغ گوئی کی مذمت اور برائی سے آگاہ کیجئے میانہ روی اور اعتدال کی خوبیاں سمجھائیے اسراف اور فضول خرچی کی مذمت کیجئے۔

آٹھواں درس

۸ رمضان المبارک | قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم | درس حدیث شریف

حدیث شریف: (لابی ذرؓ) اِرْجِعْ اِلٰی قَوْمِكَ فَاَخْبِرْهُمْ حَتّٰی یَاْتِیَكَ اَمْرِیْ۔ قَالَ ھٰذَا لِاَبِیْ ذَرٍّ الْغِفَارِیْ اِلَّا اَنَّ اَبَاذَرٍّ قَالَ: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَاَصْرُخَنَّ بِهَا بَیْنَ ظَهْرَانَیْهِمْ فَخَرَجَ حَتّٰی اَتَی الْمَسْجِدَ فَنَادٰی بِاَعْلٰی صَوْتِهٖ: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ثُمَّ قَامَ الْقَوْمُ فَضَرَبُوْهُ حَتّٰی اَضْجَعُوْهُ وَاَتَی الْعَبَّاسُ فَاَكَبَّ عَلَیْهِ وَقَالَ وَیْلَكُمْ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مِنْ غِفَارٍ وَاَنَّ طَرِیْقَ تُجَّارِكُمْ اِلَی الشَّامِ فَاَنْقَذَهٗ مِنْهُمْ۔ ثُمَّ عَادَ فِی الْغَدِ بِمِثْلِهَا فَضَرَبُوْهُ وَصَارُوْا اِلَیْهِ فَاَكَبَّ الْعَبَّاسُ عَلَیْهِ۔ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمۂ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے یہ فرمایا کہ (اس وقت) تو تم اپنی قوم (اپنے قبیلہ) کے لوگوں میں واپس چلے جاؤ اور انھیں ان حالات کی خبر دے دو، اور ابھی وہیں رہو جبتک تمھیں میری طرف سے کوئی نئی اطلاع نہ پہنچے۔ مگر حضرت ابو ذر نے اس وقت اپنی عزیمت کا اظہار کیا اور اسی پر عمل کرنا چاہا۔ انھوں نے یہ کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میں تو ان لوگوں کے سامنے کھلم کھلا اعلان حق کر کے رہوں گا۔ چنانچہ وہ آپ کی مجلس سے اُٹھ کر باہر نکلے اور مسجد حرام (خانہ کعبہ)

میں آئے اور وہاں للکار کر بلند آواز سے اعلان کیا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ "لائق عبادت صرف ایک اللہ ہے اور حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اللہ کے رسول و پیغمبر ہیں۔"

ان کی زبانی یہ اعلان سننا تھا کہ قوم مکہ کے لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے اور اُنھیں اس قدر مارا کہ زمین پر گرا دیا۔ اتنے میں حضرت عباس (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) ادھر آ گئے اور حضرت ابوذر رضؓ کو مار سے بچانے کے لئے ان کے اوپر لیٹ کر ڈھال بن گئے۔ اور ان لوگوں سے کہنے لگے کہ تم لوگ کیسے بے عقل ہو کہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ شخص قبیلہ غفار سے تعلق رکھتا ہے اور تمھارے تجارتی لوگ اسی راستے سے تجارت کیلئے شام کو جاتے ہیں (یہ لوگ تمھارا راستہ بند کر دیں گے) یہ کہہ کر حضرت عباس نے حضرت ابو ذر کو ان لوگوں کی بھیڑ سے باہر نکال لیا۔ لیکن حضرت ابو ذرؓ کو اللہ کی راہ میں تکلیف اٹھانے میں بھی مزہ آتا تھا۔ وہ دوسرے دن پھر اسی طرح اعلانِ حق کر بیٹھے اور ان لوگوں نے بھی دوبارہ وہی طریقہ اختیار کیا اور پھر حضرت عباسؓ ہی نے اسی طرح انھیں کافروں کے مجمع سے باہر نکالا۔

(ترجمۂ حدیث ختم ہوا)

تشریح: اوپر ترجمۂ حدیث اس انداز میں کیا جا چکا ہے کہ تشریح کی ضرورت نہیں رہ گئی ہے۔ تاہم بعض باتیں لکھی جاتی ہیں۔ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جس صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑا تھا، ایسی صورت میں شریعت اسلامیہ نے عمل کے دو درجے بتائے ہیں۔ پہلے درجہ کو عزیمت اور دوسرے درجہ کو رخصت کہتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اس وقت حضرت ابوذرؓ کو

برملا اعلان نہ کرنے اور اپنے وطن واپس جانے کا جو مشورہ دیا تھا وہ رخصت کا تقاضا تھا
مگر حضرت ابوذرؓ نے اعلان حق کے جذبے سے سرشار ہو کر برملا اعلان کا فیصلہ کر لیا۔ یہ درجۂ عزیمت تھا
(اور ان حالات میں اس کا ترک ہی مناسب تھا جسے آخر کار حضرت ابوذرؓ کو بھی اختیار کرنا ہی پڑا تھا
وہ تین دن تک اسی طرح اعلان کر کے اللہ کی راہ میں چوٹ کھاتے اور زخمی ہوتے رہے۔ پھر اپنے گھر واپس
چلے گئے۔ اور جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جماعت صحابہؓ کو استحکام اور قوت حاصل ہوگئی تو یہ
دوبارہ واپس آگئے اور یہیں کے ہو گئے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں وہ مدینہ کی بستی سے
دور مقام ربذہ میں مقیم ہو گئے تھے، وہیں انتقال ہوا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ۔

مربی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو حضرت رحمۃ للعالمینؐ کی اس شفقت و رحمت کی طرف متوجہ کیجئے کہ آپ نے اس نازک وقت میں آپ سے اسلام کا اعلان کرنے کا مطالبہ نہیں کیا بلکہ ایمان کو مخفی رکھتے ہوئے گھر واپس جانے کا مشورہ دیا جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب میں حضرت شمعان نے اپنے ایمان کو چھپائے رکھا تھا جو فرعون کے چچازاد بھائی تھے۔

۴۔ اپنے سامعین کو مسئلہ کا یہ پہلو بھی سمجھا دیجئے کہ اگر کوئی شخص (حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی طرح) رخصت پر عمل ترک کر کے مصیبتیں برداشت کرے تو وہ ایسا بھی کر سکتا ہے اور اسے اس کا اجر بھی ملے گا۔ لیکن ایسے حالات میں بہتر یہی ہے کہ عزیمت پر عمل چھوڑ دے اور رخصت پر عمل کرے۔ شریعت کی رعایت سے فائدہ اٹھانا ہی بہتر ہے۔

۵۔ حضرت عباس کی شرافت اور انکے حسن اخلاق کی تعریف کیجئے کہ انھوں نے کافر ہوتے ہوئے انسانیت کے ناطے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کافروں کے چنگل سے چھڑایا۔

نواں درس

۹ رمضان المبارک	قول اللہ تعالیٰ عزوجل	درس قرآن مجید

آیت شریفہ : قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیۡۤ اَرٰی فِی الۡمَنَامِ اَنِّیۡۤ اَذۡبَحُکَ فَانۡظُرۡ مَاذَا تَرٰی ؕ قَالَ یٰۤاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ ۝ فَلَمَّاۤ اَسۡلَمَا وَ تَلَّہٗ لِلۡجَبِیۡنِ ۝ وَ نَادَیۡنٰہُ اَنۡ یّٰۤاِبۡرٰہِیۡمُ ۝ قَدۡ صَدَّقۡتَ الرُّءۡیَا ۚ اِنَّا کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ۝ اِنَّ ہٰذَا لَہُوَ الۡبَلٰٓـؤُا الۡمُبِیۡنُ ۝ وَ فَدَیۡنٰہُ بِذِبۡحٍ عَظِیۡمٍ ۝ (الصافات ۱۰۲ تا ۱۰۷)

ترجمہ آیات : (حضرت ابراہیمؑ نے) کہا، اے میرے پیارے بیٹے! میں خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، اب تو بتا تیری سمجھ میں کیا بات آتی ہے (بیٹے نے) کہا، اے میرے ابا جان! آپ وہ کام کر ڈالیں جس کا حکم آپ کو دیا جا رہا ہے۔ انشاء اللہ تم آپ مجھے صبر کرنے والوں ہی میں پائیں گے۔ پھر جب وہ دونوں (اللہ کے حکم کے لئے) جھک گئے اور باپ نے بیٹے کو کروٹ لٹا دیا، تو ہم نے انھیں پکار کر کہا کہ اے ابراہیم تو نے خواب کو سچ کر دکھایا، ہم نیکو کار لوگوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ یہ کھلی ہوئی آزمائش اور امتحان تھا۔ اور ہم نے ایک بڑی قربانی سے اس (بیٹے) کا فدیہ دے دیا (یعنی حضرت اسمٰعیلؑ کی جگہ جنت سے آیا ہوا دنبہ ذبح ہو گیا۔)

تشریح : حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اپنے اس خواب کی اطلاع مکہ میں دی تھی (جب وہ ان ماں بیٹوں سے ملنے کیلئے عراق سے

لکھ آئے ہوئے تھے، بیٹے کو یہ بات معلوم تھی کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا خواب بھی وحی خداوندی کے حکم میں ہوتا ہے جس پر عمل کرنا ان کیلئے ضروری ہوتا ہے) اور وہ خود بھی نبی بنائے جانے والے تھے اس لئے انھوں نے وہی جواب دیا جو انھیں دینا چاہئے تھا کہ آپ کو خواب کے ذریعہ جو حکم دیا جا رہا ہے آپ بے کھٹک اس پر عمل کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ مجھے صابرین ہی میں پائیں گے۔

" فلما اسلما " کے معنی عام حضرات مفسرین نے تو وہی لئے ہیں جو مشہور ہیں۔ اسلام کہتے ہیں فرمانبرداری کیلئے سر جھکا دینے کو، یعنی دونوں نے تعمیل حکم کیلئے سر جھکا دیا۔ لیکن شیخ جزائری نے اسکی تعبیر یوں کی ہے کہ دونوں نے اس معاملہ میں کسی فیصلہ کو اللہ تعالیٰ ہی کی مرضی پر چھوڑ دیا کہ جیسی اسکی مرضی ہو۔ یہ فرق صرف تعبیر کا ہے مطلب ایک ہی ہے کہ دونوں نے ہنسی خوشی فرمانبرداری کے لئے گردن جھکا دی۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسمٰعیلؑ کو کروٹ لٹا دیا (جس طرح قربانی کا جانور لٹایا جاتا ہے) چھری ان کے ہاتھ میں تھی، بیٹا قربانی کیلئے اس حال میں لیٹا ہوا تھا کہ اس کے ہاتھ پاؤں رسی سے بندھے ہوئے تھے۔ کچھ گھڑی کیلئے حضرت ابراہیم ادھر ادھر متوجہ ہوئے تھے کہ فرشتے نے جنت سے دنبہ لا کر حضرت اسمٰعیلؑ کی جگہ لٹا دیا اور اب چھری ان کے بجائے دنبہ ہی پر چلی اور دنبہ ذبح ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس دنبہ کو حضرت اسمٰعیلؑ کے لئے فدیہ جان قرار دیا ہے کہ قربانی تو حضرت اسمٰعیل ہی کی ہوئی تھی لیکن دنبہ کو ان کا فدیہ ٹھہرا کر اسکی قربانی کرادی گئی۔ یہ قربانی منیٰ میں کی گئی تھی، جس کی یادگار اب تک چلی آرہی ہے اور قیامت تک رہیگی۔

ایک اہم نکتہ اور معاملہ پر غور کا قابل توجہ پہلو؛ اللہ تعالیٰ نے خواب کے ذریعہ حضرت ابراہیمؑ کو بیٹے کی قربانی کا حکم دیا تھا اور پھر صرف اپنی ہی مرضی سے بیٹے کی قربانی نہ کئے جانے کا فیصلہ کر لیا تھا لیکن جو حکم پہلے دیا جا چکا تھا اس حکم کی اہمیت ظاہر کرنے کیلئے پہلے فیصلہ کو یونہی منسوخ نہیں فرمایا کہ اس طرح شاہی حکم کی اہمیت ہی باقی نہ رہتی، وہ ایک کھیل بن جاتا۔ بلکہ اسے ضابطہ میں لا کر اس کا ایک فدیہ مقرر کیا اور وہ فدیہ بھی شاہی خزانہ سے مہیا کرا دیا گیا

کہ حکم شاہی کا احترام باقی رہے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

او ۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو بتادیجئے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی کے حکم میں ہوتے ہیں اور واجب العمل ہوتے ہیں۔ اور مومنین صالحین کے خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ قرار دیئے گئے ہیں۔

۴۔ اپنے سامعین کو بتادیجئے کہ اولاد کو اپنے والدین کا ہر وہ حکم ماننا ضروری ہے جو اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری پر مبنی ہو۔ خدا اور رسولؐ کی نافرمانی میں کسی کا بھی حکم نہ مانا جائے گا۔ حدیث شریف میں ہے: لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی بھی مخلوق کی فرماں برداری جائز نہیں ہے

۵۔ سامعین کرام کو بتادیجئے کہ مستقبل میں کوئی کام کرنے کی بات ہو تو اِنْ شَاءَ اللہ کہنا صحیح طریقہ ہے۔

۶۔ سامعین کو یہ بھی بتادیجئے کہ کسی عبادت میں تکلیف برداشت کرنا اور اس کے اجر و ثواب کا یقین رکھنا دین میں بڑی فضیلت رکھتا ہے۔ اس کیلئے مسلمان کو ہنسی خوشی تیار رہنا چاہیئے۔

دسواں درس

۱ رمضان المبارک | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِعَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اُرِیْتُکِ فِی الْمَنَامِ مَرَّتَیْنِ اَرٰی اَنَّکِ فِیْ سَرَقَۃٍ مِنْ حَرِیْرٍ وَیُقَالُ ھٰذِہٖ اِمْرَأَتُکَ فَاکْشِفْ عَنْہَا فَاِذَا ھِیَ اَنْتِ فَاَقُوْلُ اِنْ یَکُ ھٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ یُمْضِہٖ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے یہ ارشاد فرمانا کہ تم مجھے خواب میں دو بار دکھائی گئی ہو، میں نے تمھیں ریشمی کپڑے میں لپٹا ہوا دیکھا تھا۔ مجھ سے کہا گیا کہ یہ تمھاری اہل خانہ ہیں انھیں کھول کر دیکھ لو (میں نے دیکھا تو) وہ تم تھیں۔ میں نے کہا کہ اگر یہ (خواب) اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے تو وہی اسے پورا بھی کرے گا۔

تشریح: حضرت مصنف کتاب شیخ جزائری نے درس قرآن و درس حدیث کو جمع کرنے میں جس قسم کا ربط ملحوظ رکھا تھا، اس موقع پر ربط کی وہ صورت شاید ملحوظ نہ رکھی جا سکی۔ لیکن اس کے باوجود درس قرآن و درس حدیث میں یہاں بھی ربط موجود ہے، وہ یہ کہ درس قرآن میں بھی ایک رسول کے خواب کا ذکر ہے تو درس حدیث میں بھی خود حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ایک خواب کا ذکر کیا گیا ہے جس کی تعبیر اہل دنیا نے کھلی آنکھوں دیکھ لی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے فرمایا کہ شادی سے پہلے تم دو بار مجھ کو خواب میں دکھائی جا چکی تھیں۔ میں نے دیکھا کہ تم

ایک ریشمی کپڑے میں تھیں اور مجھ سے کہا گیا کہ یہ آپ کی بیوی ہیں آپ انھیں دیکھ لیں، تو میں نے اس کپڑے کو کھول کر دیکھا تو اس میں تمھاری تصویر بنی ہوئی تھی (کسی کو یہ خلجان نہ ہو کہ تصویر بنانا تو شریعت میں ناجائز ہے پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی تصویر کیسے بنائی گئی؟ یہ خلجان کم فہمی کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی تصویر بنانے کی وجہ ممانعت پر غور کرے تو بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ خلق (پیدا کرنا) اور تصویر (صورت و شکل بنانا) یہ دونوں ہی کام اللہ تعالےٰ کیلئے مخصوص ہیں، اس لئے اللہ تعالےٰ نے کسی دوسرے کو یہ حق نہیں دیا کہ وہ خلق و تصویر کا کام انجام دے۔ اللہ تعالےٰ کیلئے کوئی پابندی نہیں ہے کہ وہ خلق و تصویر سے دستبردار ہو جائے۔)

حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ریشمی کپڑے میں وہ تصویر دیکھ کر میں نے اپنے دل میں کہہ لیا کہ اگر یہ خواب اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے تو وہی اسے پورا بھی کرے گا۔

شیخ جزائری فرماتے ہیں کہ یہ خواب حقیقت میں اللہ تعالےٰ ہی کی طرف سے اشارہ واطلاع پر مبنی تھا اور اللہ تعالےٰ نے سچ مچ اسے پورا بھی کر دکھایا۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ بن کر رہیں۔ اور حضرت عائشہؓ کا یہ شرف ایسا ہے جو کسی دوسری زوجہ مطہرہ کو حاصل نہیں ہو سکا کہ شادی سے پہلے ہی ان کی صورت دکھلا کر اطلاع دی گئی ہو۔

رضی اللہ عنہا وارضاہا۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی فضیلت سے آگاہ کیجئے اور بتائیے کہ وہ کس قدر حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو محبوب تھیں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کس درجہ ان کو محبوب تھے۔

۴۔ سامعین کو بتائیے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے اور مومنین صالحین کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہوتا ہے۔

۵۔ اس خواب میں ریشمی کپڑے میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی تصویر حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو دکھائی گئی ہے اس سے یہ دلیل نہیں بن سکتی کہ ریشم کے کپڑے مرد پہن سکتے ہیں۔ مرد کیلئے دنیا میں ریشم حرام ہے۔ شریعت کے احکام دنیاوی زندگی سے متعلق ہیں۔ یہ احکام خوابوں کی دنیا میں یا جنت میں جاری نہیں رہیں گے۔

گیارہواں درس

۱۱ رمضان المبارک | قولُ اللّٰہِ تعالٰی عزّوجلّ | درس قرآن مجید

آیات شریفہ: اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝ سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝ (القدر)

ترجمہ آیات: بیشک ہم (با دولت عزت وجلال کے مالک) نے یہ (قرآن مجید) لیلۃ القدر میں نازل کیا ہے اور (کسی نے) آپ کو کیا بتایا کہ لیلۃ القدر (شب قدر) کیا ہے؟ (کیسی انوکھی اور عظیم رات ہے) (ہم بتاتے ہیں کہ) لیلۃ القدر (ایسے ہزار مہینوں سے بہتر ہے (جن میں شب قدر نہ ہو)۔ (اس (رات میں ہر کام کو سر انجام دینے کیلئے) اپنے رب کے حکم سے (بہت سے) فرشتے اور روح الامین اترتے ہیں۔ (مجسم) سلامتی ہوتی ہے۔ جو طلوع فجر (صبح صادق) تک رہتی ہے۔

تشریح: قرآن مجید کا یہ نزول جس کا ذکر زیر درس سورہ قدر میں اور سورہ بقرہ کی آیت "شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ" (وہ ماہ رمضان المبارک ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے) میں بیان کیا گیا ہے۔ اس سے مراد قرآن مجید کا وہ نزول ہے جو پہلی بار ہوا تھا جس میں پورا قرآن مجید ایک ہی بار میں مجموعی طور پر لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل کر دیا گیا تھا اور پھر بعد میں ۲۳ سال کی مدت میں حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا آسمان دنیا سے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے

قلب مبارک پر نازل ہوتا رہا ہے۔ قرآن مجید کے اسی پہلے نزول کا ذکر پچیسویں پارہ کے سورۂ دخان میں بھی کیا گیا، مگر وہاں "لیلۃ القدر" کی بجائے "لیلۃ مبارکۃ" کہا گیا ہے۔ اس سے بھی یہی رمضان المبارک کی شب قدر مراد ہے۔ شعبان کی پندرھویں شب وہاں مراد لینا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی متعدد آیات صاف طور پر بتا رہی ہیں کہ نزول قرآن پہلی بار رمضان المبارک کی شب قدر میں ہوا ہے۔
شب قدر کی عظمتِ شان دو وجہوں سے ہے۔ جن میں سے ایک وجہ تو یہی ہے کہ اس رات میں امت مسلمہ کو اس کا دستور حیات (جو ہر طرح کی صلاح و فلاح کا ضامن ہے) دیا گیا ہے اور دوسری وجہ وہ ہے جس کا ذکر سورۂ دخان میں کیا گیا ہے "فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ" (اس رات میں ہر طرح کے مضبوط (ناقابل اپیل) فیصلے کر کے متعلقہ فرشتوں کو سونپ دیئے جاتے ہیں) شب قدر کی عظمتِ شان ظاہر کرنے کے لئے اس کی یہ بڑی فضیلت بھی بتادی کہ یہ شب قدر ہزار مہینوں سے بڑھی ہوئی ہے (جن میں شب قدر نہ ہو) یعنی اس رات میں جو بھی عبادت کی جائے (نماز، تلاوت قرآن، دعائے خیر، درود وغیرہ) تو اس کا اتنا ثواب ملیگا جیسے یہ عبادات ہزار مہینوں میں کی گئی ہوں۔ اور ہزار مہینوں کا مطلب یہ ہوا کہ تراسی سال چار مہینے تک عبادت کی گئی۔

اس رات میں حضرت جبریل علیہ السلام اور لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں فرشتوں کا ہماری زمین پر اترنا کہ ان کے مجمع سے زمین تنگ ہو جائے، یہ بھی اس رات کی فضیلت ہے۔ ان فرشتوں کے پاس ان سے متعلق کاموں کی احکام ہوتے ہیں جو لوح محفوظ میں پہلے ہی سے لکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور یہ رات مجسم سلامتی ہوتی ہے۔ برکت و سلامت کا یہ سماں طلوع صبح صادق تک رہتا ہے۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو یہ بات سمجھادیں کہ اس سورت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا بھی ثبوت ملتا ہے اور نزولِ قرآن کے ذریعہ وحی کا بھی ثبوت ملتا ہے۔

۴۔ سامعین کو بتادیجئے کہ شب قدر میں فرشتوں کو لوح محفوظ میں لکھے ہوئے جو احکام دیئے جاتے ہیں ان کا تعلق اللہ تعالٰی کے فیصلوں سے ہوتا ہے جو بہت پہلے ہی کئے جاچکے ہیں۔ ان پر ایمان رکھنا ایمان کا ایک اہم رکن ہے جس پر ایمان ضروری ہے اس کا انکار کفر ہے۔

۵۔ اپنے سامعین کو شب قدر کی فضیلت بتائیے اور اسے حاصل کرنے کی رغبت دلائیے کہ رمضان کے آخری عشرہ میں شب قدر کی برکات حاصل کریں۔

بارہواں درس

۱۲ رمضان المبارک | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: إِنَّ هٰذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ وَفِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهٗ وَلَا يُحْرَمُ خَيْرَهَا إِلَّا مَحْرُوْمٌ۔ (صحیح ابن ماجہ)

ترجمہ حدیث: لوگو! یہ ماہ رمضان تمہارے درمیان آگیا ہے۔ اس میں ایک ایسی رات بھی ہوتی ہے جو فضیلت و برکت کے لحاظ سے (اپنی جیسی بافضیلت رات سے خالی) ہزار مہینوں سے بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ جو شخص اس بابرکت رات سے محروم رہ گیا تو وہ تو بالکل ہی محروم رہ گیا۔ کیونکہ ایسی رات سے وہی شخص محروم ہوتا ہے جو واقعی محروم ہی ہوتا ہے۔

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے شعبان کے آخری دن اپنے خطاب میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰے علیہم اجمعین سے ارشاد فرمایا کہ سنئے! یہ رمضان کا مہینہ آگیا ہے۔ انشاء اللہ تعالٰے (جو لوگ معذور نہ ہوں گے) سب ہی لوگ کل سے روزے رکھیں گے۔ اس مہینہ میں ایک بابرکت عظیم رات ہوتی ہے جو ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہوتی ہے (جو مہینے اس جیسی رات سے خالی ہوں) ہزار مہینوں کی تشریح پچھلے درس میں گزر چکی ہے کہ ہزار مہینوں کا شمار تراسی سال چار مہینے ہوتا ہے۔

اس رات کی خیریت و بزرگی سب سے پہلے تو اسی سورت میں بیان ہوئی ہے جو اللہ تعالٰے نے بیان فرمائی ہے۔ اس کے بعد کسی اور تصدیق کی مطلق ضرورت باقی نہیں

رہ جاتی۔ لیکن مزید اہتمام کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے متعدد مستند حدیثوں میں اسکی یہ فضیلت منقول ہوئی ہے۔

(ایسی صورت میں "تفہیم القرآن" کے مفسر کا یہ لکھنا کہ "

"مفسرین نے بالعموم اس کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ اس رات کا عمل خیر ہزار مہینوں کے عمل خیر سے افضل ہے جن میں شب قدر شمار نہ ہو۔ اس میں شک نہیں کہ یہ بات اپنی جگہ درست ہے (یہ اپنی جگہ کا مطلب کیا ہوا؟ اسکی اپنی جگہ کونسی جگہ ہے؟) ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

ـ ـ ـ ـ لیکن آیت کے الفاظ یہ نہیں ہیں کہ العمل فی لیلۃ القدر خیر من العمل فی الف شھر"۔ (تفہیم القرآن ص ۴۰۶ ج ۶)

برخود غلط محقق نے اعتراض کا یہ شوشہ چھوڑ کر کیا کارنامہ انجام دیا ہے، اسے لکھتے ہوئے قلم تھراتا اور دل کانپتا ہے۔ اس شوشہ کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ قرآنی آیت کا جو مطلب نہیں نکل سکتا تھا اسے زبردستی آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے نکال لیا اور ساری امت نے بے چون وچرا اسے صحیح سمجھ کر اپنا لیا (معاذاللہ) ورنہ تحقیق بے بدل کو اپنی بات کی تائید مستند کسی تفسیر سے تو پیش کرنا ہی چاہیئے تھا۔ یہ تفسیر بالرائے ہے جو حرام ہے

آگے حضرت شیخ جزائری شب قدر کی مزید فضیلت پر یوں روشنی ڈالتے ہیں کہ قرآن شریف بتاتا ہے کہ شب قدر میں بہت بڑی تعداد میں فرشتے اور حضرت جبرئیل امین روح القدس بھی آسمان سے زمین پر اتر آتے ہیں اور عبادت میں مشغول عابدوں کو سلام کرتے ہیں جو دعائے سلامتی ہے۔

آخر میں شیخ جزائری نے حدیث شریف کے آخری ٹکڑے وَلَا یُحْرَمُ خَیْرَھَا

اِلاَّ مَحْرُوْمٌ" (اس کے خیر سے وہی محروم ہوتا ہے جو واقعی محروم ہی ہوتا ہے۔)
کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص ایک ایسی رات کی عبادت میں بھی دلچسپی نہ لے
جس کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت کے برابر (بلکہ اس سے بھی بڑھ کر) مان لی گئی ہے
تو پھر اس سے بڑھ کر محروم کون ہو سکتا ہے۔

مربّی کیلئے ہدایات

ا و ۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو یاد دلایئے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اپنی امت کی صلاح وفلاح کا کس قدر اہتمام تھا۔

۴۔ لوگوں کو بتایئے اور انھیں شب قدر کی تلاش اور اسکی عبادات کیلئے آمادہ کرتے رہئے۔

۵۔ لوگوں کو یہ بھی بتا دیجئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد "اِلْتَمِسُوْهَا فِی الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ" (شب قدر کو آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو) سے یہ مطلب نہیں نکالا جا سکتا کہ شب قدر ستائیسویں شب کو ہوتی ہے جیسا کہ بعض لوگ سمجھ رہے ہیں اور وہ اسی وجہ سے اس رات میں محفلیں منعقد کرتے ہیں جس میں کھانے پینے کے انتظامات بھی کرتے ہیں اور شب بیداری کا مظاہرہ و نمائش بھی ہوتی ہے (حالانکہ عبادت میں اخفا ہی بہتر ہے) اور یہ بات اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ بہت سے لوگ صرف ستائیسویں کی ہی شب کو اپنی شب بیداری اور عبادت گزاری کیلئے متعین کر لیتے ہیں۔ دوسری طاق راتوں میں سوتے ہی رہتے ہیں یہ ایسی صورت ہے جو نہ تو شریعت سے ثابت ہے اور نہ خیر القرون کے اسلاف کا اس پر عمل رہا ہے۔

تیرہواں درس

۱۳ / رمضان المبارک | قولُ اللّٰہِ تعالیٰ عزّ وجلّ | درس قرآن مجید

آیت شریفہ: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰي سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰي مَا ھَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (البقرۃ ۱۸۵)

ترجمۂ آیت: وہ رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن (مجید) نازل کیا گیا لوگوں کیلئے ذریعۂ ہدایت بناکر اور حق و باطل میں فرق و امتیاز (کی پہچان) بناکر، لہٰذا جو شخص رمضان کا مہینہ پاجائے (یعنی رمضان میں ہوش و حواس کے ساتھ زندہ ہو) تو اسے روزہ رکھنا ضروری ہے۔ اور جو شخص مریض (بیمار) ہو یا حالت سفر میں ہو تو وہ (اس وقت چھوڑ کر) بعد میں روزوں کی گنتی پوری کرلے۔ اللہ تعالیٰ تمھارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتے ہیں، دشواری کا ارادہ نہیں کرتے۔ اور تمھیں یہی چاہیے کہ روزوں کی گنتی پوری کرلو اور اس (بات) پر اللہ تعالیٰ کی بڑائی ظاہر کرو کہ اس نے تم کو ہدایت دی۔ اور بہت ممکن ہے کہ تم اس کا شکر ادا کرو۔

تشریح: رمضان شریف کا مہینہ قمری سال کا نواں مہینہ ہے۔ رَمَض کہتے ہیں پیٹ میں پیدا ہونے والی اس جلن کو جو پیاس کی شدت سے پیدا ہو جاتی ہے۔

اسی وجہ سے اس مہینہ کا نام رمضان ہے۔ یہ صورت اگرچہ موسم گرما کے روزوں میں ہوتی ہے لیکن اس کے علاوہ دوسرے موسموں میں بھی بھوک کے مقابلہ میں پیاس کی شدت زیادہ پریشان کن ہوتی ہے اس لئے اسی پہلو کو نظر میں رکھتے ہوئے رمضان نام رکھا گیا ہے۔ اسی مبارک مہینے کی مبارک رات میں (جسے شب قدر کہتے ہیں) قرآن مجید نازل کیا گیا۔ پچھلے درس میں یہ بات بتائی جاچکی ہے کہ قرآن مجید کا یہ پہلا نزول ہے جو مجموعی طور پر ایک ہی دفعہ میں پورا قرآن مجید لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل کردیا گیا تھا۔ یہ شب قدر میں ہوا تھا۔ اس کے بعد نزول قرآن کا سلسلہ تیئیس سال تک چلتا رہا اور حسب ضرورت کبھی تھوڑا اور کبھی زیادہ نازل ہوتا رہا۔

نزول قرآن کی غرض و غایت بھی اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بتادی ہے کہ یہ قرآن لوگوں کو سیدھی راہ حق دکھلائے اور اس کے ذریعہ حق و باطل میں فرق و امتیاز کا ذریعہ اور نشانی ہے۔

اس کے بعد فرمایا " فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ " یعنی جو شخص رمضان کے مہینہ میں (ہوش وحواس کے ساتھ) حاضر و موجود ہو وہ روزے رکھے۔ اور جو شخص مریض ہو یا حالت سفر میں ہو تو وہ اس وقت روزہ نہ رکھے (یہ بات اس کیلئے جائز ہے، اگر رکھ سکتا ہو تو رکھ لے) اس کے بدلے بعد میں روزے رکھ کر روزوں کی گنتی پوری کرلے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ اپنی مخلوق کے ساتھ آسانی ہی کا ہے اس نے لوگوں کو دشواری میں ڈالنا نہیں چاہا ہے۔ مقصد یہی ہے کہ تم لوگ روزوں کی گنتی قضا روزے رکھ کر پوری کرلو۔ اور پھر عید کا چاند ہونے پر اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرتے ہوئے (تکبیر تشریق کہتے ہوئے عیدگاہ کو نماز پڑھنے جاؤ) اس طرح عمل کرنے سے بہت ممکن ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بن جاؤ۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱و۲: حسب دستور عمل کرتے رہیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو یہ بات اچھی طرح سمجھا دیجئے کہ "راہِ حق" صرف قرآن مجید ہی کے ذریعہ مل سکتی ہے۔ اور یہ قرآن مجید حق و باطل، صحیح و غلط کی پہچان کا صحیح ذریعہ ہے۔ لہٰذا اسکی تلاوت کرنی چاہیئے، اُسے اچھی طرح سمجھنا چاہیئے، اسکی تعلیمات پر عمل کرنا چاہیئے۔ جن باتوں کا حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کیا جائے، جن چیزوں سے روکا گیا ہے ان سے دور رہا جائے کہ راہ حق صرف تعلیمات قرآن اور سنت رسولؐ کی روشنی ہی میں مل سکتی ہے۔

۴۔ اپنے سامعین کو شب قدر کی فضیلت بتا کر اس میں عبادت و رجوع الی اللہ کی رغبت پیدا کیجئے اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیجئے کہ شب قدر کی عبادت کو عبادت ہی رکھیں اسے میلہ نہ بنائیں۔

۵۔ سامعین کو یہ بتا دیجئے کہ مریض و مسافر کو رمضان میں روزہ چھوڑ دینے کی بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں پر بطور رحمت ایک رخصت ہے اگر اس کی ضرورت ہو تو اس پر عمل کر سکتا ہے، روزہ چھوڑنے کا گناہ نہیں ہوگا لیکن اگر کوئی مریض یا مسافر روزہ رکھ سکتا ہو تو اس کو روزہ رکھ لینا ہی بہتر ہے۔ بعد کے روزوں میں رمضان کی برکت تو بہرحال نہیں ہوتی۔

چودھواں درس

۱۴ رمضان المبارک	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	درس حدیث شریف

احادیث شریفہ : (۱) مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ (بخاری ومسلم) (۲) وَقَوْلُہٗ : اِنَّ لِلّٰہِ عِنْدَ کُلِّ فِطْرٍ عُتَقَاءُ وَذَالِکَ فِیْ کُلِّ لَیْلَۃٍ (صحیح ابن ماجہ) (۳) وَقَوْلُہٗ : اَلصِّیَامُ جُنَّۃٌ مِنَ النَّارِ کَجُنَّۃِ اَحَدِکُمْ مِنَ الْقِتَالِ (صحیح ابن ماجہ)

ترجمہ احادیث : حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے بھی رمضان کے روزے اس پر ایمان ویقین رکھتے ہوئے اور صرف حصول ثواب ورضائے حق کی نیت سے رکھے تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

(۲) آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر افطار کے وقت کچھ لوگوں کو عذاب دوزخ سے نجات عطا فرما کر آزاد کر دیتے ہیں اور یہ عمل رمضان بھر ہر رات کو ہوتا ہے۔

(۳) آپ نے ارشاد فرمایا کہ روزہ دوزخ سے بچنے کیلئے ایسی ہی ڈھال ہے جیسی ڈھال تم لوگ جنگوں میں لئے رہتے ہو۔

تشریح : اس حدیث شریف کا مطلب تو ترجمہ ہی سے واضح ہو گیا ہے۔ اس حدیث میں اور اسی طرح کی بعض دوسری حدیثوں میں بھی " ایماناً واحتساباً " کے الفاظ آئے ہیں جو ذرا تشریح چاہتے ہیں۔ تو اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ یہ دونوں الفاظ نہایت ضروری اور اہم تعلیمات پر مشتمل ہیں۔ ان الفاظ کے بڑھانے کا مقصد یہ ہے کہ روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس میں روزہ دار کو کچھ کرنا نہیں پڑتا ہے

صرف کچھ باتوں سے رُکنا اور بچنا پڑتا ہے، لہٰذا یہاں نیت کو درست رکھنے کی خاص طور پر ہدایت کی گئی ہے کہ روزہ رکھنے میں اپنے ایمان کو درست رکھو اور یہ سمجھ کر روزہ رکھو کہ یہ اللہ تعالےٰ کا ایک حکم ہے اس کی تعمیل میں ہم نے روزہ رکھا ہے اور ہم اپنے اس عمل پر اللہ تعالےٰ سے پورے پورے ثواب کی بھی امید رکھتے ہیں۔ اس لئے ہماری یہ عبادت صرف اسی کی رضا و خوشنودی کے لئے ہونی چاہئے۔ کسی کو دکھانے اور دوسروں کی نظر میں عبادت گزار ہونے کا ذرا سا شائبہ بھی نہ ہونا چاہئے یعنی نہ تو کسی کی تعریف کا خیال ہو نہ اور کسی سے اس کا بدلہ چاہنے کی خواہش ہو، یہ عبادت صرف حکم خداوندی کی تعمیل اور اس کی رضامندی کے لئے کی جائے۔ اگر اس نیت سے روزہ رکھے گا تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

اس کے ساتھ دو حدیثیں اور بھی بیان ہوئی ہیں۔ دوسری حدیث میں روزہ داروں کو ایک عظیم خوشخبری دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر افطار کے وقت بہت سے ایسے لوگوں کو جو دوزخ کے مستحق ٹھہر چکے ہیں انھیں دوزخ سے رہائی دیدیتے ہیں۔ اور یہ عمل پورے رمضان میں برابر جاری رہتا کہ اِدھر لوگوں نے روزہ افطار کرنا شروع کیا اور اُدھر اللہ تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے اہل ایمان گنہگاروں کو دوزخ سے رہائی دینی شروع کر دی۔ اس طرح کتنے ہی مستحقین دوزخ رہائی پا جائیں گے۔ ان کی تعداد اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا نہ بتا سکتا ہے۔

تیسری حدیث میں روزہ کو دوزخ سے بچانے والی ڈھال بتایا گیا ہے کہ جس طرح لوہے کی بنی ہوئی ڈھال جنگ میں نیزہ و تیر اور شمشیر کے حملوں سے بچانے کا کام دیتی ہے اسی طرح روزہ بھی روزہ دار کو دوزخ کی آگ سے بچانے کا کام کرتا ہے۔

اسی حدیث کی ایک دوسری روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ،-

یہ روزہ دوزخ سے ڈھال اسی وقت تک بنتا ہے جب تک روزہ دار نے کسی کی غیبت کرکے ڈھال کو توڑ نہ دیا ہو۔ غیبت سے وہ ڈھال بیکار ہو جاتی ہے۔

مُرَبّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو اچھی طرح سمجھا دیجئے کہ کوئی بھی عبادت اسی وقت مقبول اور اجر و ثواب کا ذریعہ بنتی ہے جب وہ اخلاص پر مبنی ہو اور صرف رضائے خداوندی کیلئے کی جائے اور سنت کے مطابق کی جائے۔ ایسی ہی عبادت مقبول ہوتی ہے اور اسی سے تزکیۂ باطن بھی ہوتا ہے۔

۴۔ اپنے سامعین کو روزہ کی فضیلت سے آگاہ کیجئے کہ انھیں روزہ رکھنے کا شوق ہو۔

۵۔ سامعین کو بتا دیجئے کہ روزہ میں گالی گلوج، فحش باتیں، غیبت اور چغلی، جھوٹ اور جھوٹی گواہی یہ سب باتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے روزہ کا ثواب جاتا رہتا ہے۔

پندرہواں درس

۱۵؍ رمضان المبارک	قَوْلُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَزَّ وَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ○ (الاحزاب ۳۵)

ترجمہ آیت: یہ یقینی بات ہے کہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں، عبادت گزار دعا کرنے والے مرد اور عبادت گزار دعا کرنے والی عورتیں، سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں، صدقہ وخیرات کرنے والے مرد اور صدقہ وخیرات کرنے والی عورتیں، روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والی عورتیں، کثرت سے اللہ تعالےٰ کا ذکر کرنے والے مرد اور کثرت سے اللہ تعالےٰ کا ذکر کرنے والی عورتیں، ان سب کیلئے اللہ تعالےٰ نے بڑے پیمانہ پر مغفرت وبخشش اور اجر وثواب کا وعدہ کر رکھا ہے (اور اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔)

تشریح: اس آیت شریفہ میں اللہ تعالےٰ نے ان تمام صفات حسنہ اور عبادات مطلوبہ کا ذکر فرما دیا ہے جو ہر صاحب ایمان مسلمان مرد و عورت میں ہونی چاہئیں اور ان صفات سے آراستہ مردوں اور عورتوں کو یہ مژدۂ جانفزا سنا دیا ہے کہ اللہ تعالےٰ ایسے تمام لوگوں کی مغفرت فرما کر انھیں اس کا عظیم بدلہ اور اجر و ثواب بھی عطا فرمائیں گے۔ یعنی انھیں دارالسلام اور دارالنعیم جنت میں داخل کر دیں گے جو ہر طرح کے سامان عیش و راحت سے آراستہ ہو گی جہاں ہر دم اللہ تعالےٰ کی نظر عنایت اور خوشنودی مزاج ہر جنتی کو حاصل رہے گی۔ جنت کی سب سے بڑی نعمت اس ذات خداوندی کا دیدار ہو گا جو دنیا میں کسی کو بھی نصیب نہ ہو سکا تھا۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو اپنی وسیع و عظیم مغفرت میں ڈھانپ لے اور دارالسلام و دارالنعیم میں داخلہ دے کر اپنی رضا کے زیر سایہ رکھے۔ آمین!

مربی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو بتا دیجئے کہ اسلام (جس کے معنی فرمانبرداری کیلئے سر جھکانے کے ہیں) اور انقیاد (فرماں برداری) وغیرہ کی حقیقت یہی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تمام معاملات میں پوری طرح فرمانبرداری کی جائے اس نے جن باتوں اور جن اعمال کا حکم دیا ہے ان پر عمل کیا جائے اور جن کاموں اور جن باتوں سے روکا ہے ان سے پورا پرہیز کیا جائے۔

۴۔ سامعین کو بتا دیجئے کہ ایمان کا تعلق دل سے ہے جبکہ اسلام کا تعلق اعضاء و جوارح سے ہے۔ جن باتوں پر ایمان و یقین کا مطالبہ اللہ و رسول

صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی طرف سے کیا گیا ہے ان پر دل سے ایمان لانا اور یقین کرنا ضروری ہے، جن کا بیان کلمہ ایمان مفصل میں کیا گیا ہے کہ (۱) اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات پر ایمان ہو (۲) اس کے تمام فرشتوں پر ایمان ہو (۳) اس کی تمام کتابوں پر ایمان ہو (۴) اس کے تمام رسولوں پر ایمان ہو (۵) قیامت آنے کا یقین ہو کہ قیامت ضرور آئے گی اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ قیامت کے سلسلہ میں پل صراط پر گزرنے پر بھی ایمان رکھنا ضروری ہے، جنت و دوزخ اور حوض کوثر پر ایمان رکھنا ضروری ہے اعمال تولنے کی ترازو پر بھی ایمان رکھنا ضروری ہے۔

۵۔ لوگوں کو صدق کی تشریح میں بتائیے کہ صدق جس طرح قول میں ہوتا ہے اسی طرح عمل میں بھی ہوتا ہے۔ جو عمل اخلاص پر مبنی نہ ہو وہ عمل جھوٹا ہے۔ سچا عمل ہی جنت پہنچاتا ہے۔

۶۔ لوگوں کو بتا دیجئے کہ "شرمگاہ" کی حفاظت کے لئے "شرعی حجاب" کی پابندی بہت ضروری ہے، جس کا رواج بالکل ہی ختم ہو گیا ہے۔ شرعی حجاب اب دیندار گھرانوں میں بھی بہت کم باقی رہ گیا ہے۔ بے پردگی کی شناعت و قباحت ہی دلوں سے نکل چکی ہے، اسی وجہ سے فواحش کی کثرت ہو گئی ہے۔ اللہ تعالےٰ حفاظت فرمائے۔ آمین

(۹ ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ
۲۸ مئی ۲۰۰۴ء)

سولھواں درس

۱۶ر رمضان المبارک	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	درس حدیث شریف

احادیث شریفہ: مَنْ صَامَ یَوْمًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بَاعَدَ اللّٰہُ بِذَالِکَ الْیَوْمِ النَّارَ مِنْ وَجْہِہٖ سَبْعِیْنَ خَرِیْفًا۔ (ابن ماجہ)

(۲) وَقَوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا کَانَ لَہٗ مِثْلُ اَجْرِھِمْ مِنْ غَیْرِ اَنْ یُنْقَصَ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْئًا۔ (صحیح ابن ماجہ)

(۳) وَقَوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: صِیَامُ یَوْمِ عَرَفَۃَ اِنِّیْ اَحْتَسِبُ عَلَی اللّٰہِ اَنْ یُکَفِّرَ السَّنَۃَ الَّتِیْ قَبْلَہٗ وَالسَّنَۃَ الَّتِیْ بَعْدَہٗ

(۴) وَقَوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ صِیَامِ عَاشُوْرَاءَ "اِنِّیْ اَحْتَسِبُ عَلَی اللّٰہِ اَنْ یُکَفِّرَ السَّنَۃَ الَّتِیْ قَبْلَہٗ"

(صحیح ابن ماجہ)

ترجمہ احادیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے صرف اللہ تعالےٰ کی خوشنودی و رضا کے لئے ایک دن کا روزہ رکھا تو اللہ تعالےٰ اس ایک روزہ کی وجہ سے اسے ستر سال کی مسافت تک دوزخ کی آگ سے دور رکھیں گے۔

(۲) اور آپؐ کا فرمان ہے کہ جس نے کسی روزہ دار کو افطار کرا دیا تو اسے بھی اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا روزہ دار کو ملے گا۔ اور روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی نہ کی جائیگی۔

(۳) حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ یوم عرفہ کے روزہ پر

میں اللہ تعالیٰ سے یہ گمان رکھتا ہوں کہ ایک سال پچھلے اور ایک سال اگلے کے (صغیرہ) گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔

(۴) اور آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ یوم عاشورہ کے روزہ پر میں امید رکھتا ہوں کہ پچھلے ایک سال کے (صغیرہ) گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔

تشریح: اس حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک تھوڑے عمل پر بہت بڑے انعام اور اجر و ثواب کا بیان فرمایا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ ہی کا فضل و احسان ہے وہ جسے چاہتے ہیں دیتے ہیں۔ وہ بڑے ہی فضل والے ہیں۔

پہلی حدیث کے پہلے ٹکڑے میں ایک عمل نفل روزہ رکھنا ہے اور اس کا انعام روزہ دار کا دوزخ سے اس قدر دور رہنا ہے جس کی مسافت ستر سال میں طے ہو سکے گی۔

اور دوسری حدیث میں ایک چھوٹا سا عمل روزہ دار کو روزہ افطار کرانا ہے اور انعام یہ ہے کہ اسے بھی روزہ رکھنے والے کے برابر ثواب ملے گا اور روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی بھی نہ ہوگی۔

اسی طرح تیسری اور چوتھی حدیث میں ایک عمل یوم عرفہ (۹ ذی الحجہ) اور یوم عاشورہ (۱۰ محرم الحرام) کا روزہ ہے جو بہت تھوڑا عمل ہے، مگر اس کا انعام کس قدر ہے کہ یوم عرفہ کے ایک روزہ پر ایک سال اگلے اور ایک سال پچھلے (دو سال) کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور یوم عاشورہ کے ایک روزہ پر پچھلے ایک سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ لیکن صرف گناہ صغیرہ معاف ہوتے ہیں، کبیرہ گناہ بدون توبہ کے معاف نہیں ہوتے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱ و ۲۔ حسب معمول سابق عمل جاری رکھیں۔

۳۔ سامعین کو یہ بتادیں کہ حدیث زیر درس میں جن روزوں پر ثواب و انعام بتایا گیا ہے یہ انعام و ثواب اس شرط کے ساتھ ہے کہ یہ روزے اخلاص نیت کے ساتھ اور پورے ارکان کی ادائیگی کے ساتھ رکھے جائیں اور روزہ کی حالت میں ہر گناہ سے پرہیز بھی کیا جائے۔

۴۔ کسی کو روزہ افطار کرانے کا ثواب بھی اسی شرط کے ساتھ ہے کہ افطار کی چیزیں حلال و طیب مال سے تیار کی گئی ہوں، ان میں کوئی مکروہ و ناجائز چیز بھی نہ ہو۔ بیڑی، سگریٹ، سگار اور شراب وغیرہ سے روزہ افطار کرنا گناہ اور بڑی جسارت ہے۔

سترہواں درس

۱۷رمضان المبارک	قول اللہ تعالیٰ عزوجل	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: (۱) وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ (البقرہ ۱۸۷)

(۲) وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ (البقرہ ۱۲۵)

ترجمہ آیت: (۱) اور اپنی بیویوں سے اس حالت میں ہمبستری نہ کرو جبکہ تم مسجدوں میں اعتکاف کئے ہوئے ہو۔

(۲) اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل سے وعدہ لے لیا کہ تم میرے گھر (بیت اللہ) کو طواف کرنے والوں اور رکوع، سجدہ کرنے والے (نمازیوں) کے لئے پاک صاف رکھو گے۔

تشریح: اس درس میں دو آیتیں بیان کی گئی ہیں۔ پہلی آیت میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص مسجد میں اعتکاف کئے ہوئے ہو تو اس حالت میں اپنے گھر پر بھی اپنی بیوی سے ہمبستری نہ کرنی چاہئے۔ اگر ہمبستری کرلے گا تو اس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا۔ اگر یہ اعتکاف نذر کا ہے تو اس کی صحیح طور پر قضا کرنا پڑے گا۔ اور اگر اعتکاف نذر کا نہیں ہے تو ثواب ضائع ہوگا قضا نہ کرنا پڑے گا۔

دوسری آیت میں بیت اللہ شریف (خانہ کعبہ) کی طہارت اور اسے پاک و صاف رکھنے کی تاکید کا بیان ہے کہ ہم نے اپنے رسول (حضرت) ابراہیمؑ و (حضرت) اسمٰعیلؑ سے اس بات کا عہد کرالیا ہے کہ وہ میرے گھر (بیت اللہ) کو طواف کرنے والوں اور رکوع و سجدہ کرنے والوں (نمازیوں) کیلئے پاک و صاف رکھیں گے۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱ و ۲۔ حسب دستور سابق عمل جاری رکھیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو اعتکاف کے کچھ احکام بتادیں کہ اس کی نیت ضروری ہے اور یہ کہ طبعی و شرعی ضرورت ہی کیلئے مسجد سے باہر نکل سکتا ہے۔ لہذا نماز جنازہ یا عیادت مریض کیلئے نکلنا جائز نہیں ہے۔ حالت اعتکاف میں غیبت و بہتان اور دنیاوی گفتگو حرام ہے اس سے پرہیز ضروری ہے، خرید و فروخت بھی جائز نہیں ہے۔

۴۔ سامعین کو اعتکاف کی فضیلت بتائیے اور انھیں اس کے اجر و ثواب سے آگاہ کیجئے کیونکہ اعتکاف کی حقیقت یہ ہے کہ اسمیں معتکف پوری طرح ہر طرف سے کٹ کر صرف اللہ تعالیٰ کا ہو کر رہتا ہے اور اسی کی عبادت و ذکر اور اس کے کلام کی تلاوت میں لگا رہتا ہے اور اعتکاف کے دوران وہ روزہ بھی رکھتا ہے، نماز میں مشغول رہتا ہے تو صرف ایک عبادت نہیں ہے بلکہ متعدد عبادات کا مجموعہ ہے۔

۵۔ لوگوں کو یہ بھی بتا دیجئے کہ معتکف کیلئے اپنے مقام اعتکاف سے نکلنا قضائے حاجت طبعی و شرعی (مثلاً نماز جمعہ) کیلئے جائز ہے۔ نہانے کی حاجت ہو تو بھی نکلنا جائز ہے۔ ضروری غذا، و خوراک کی خریداری کے لئے بھی نکلنا جائز ہے۔

اٹھارہواں درس

۱۸ رمضان المبارک | قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم | درس حدیث شریف

حدیث شریف: اَلْمَسْجِدُ بَيْتُ كُلِّ تَقِيٍّ، وَتَكَفَّلَ اللهُ لِمَنْ كَانَ الْمَسْجِدُ بَيْتَهُ بِالرَّوْحِ وَالرَّحْمَةِ وَالْجَوَازِ عَلَى الصِّرَاطِ إِلَى رِضْوَانِ اللهِ إِلَى الْجَنَّةِ۔ (الطبرانی والبزار و مجمع الزوائد)

ترجمہ حدیث: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسجد ہر متقی (صاحب تقویٰ و پرہیزگار) کا گھر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر ایسے شخص کا کفیل اور ذمہ دار ہو گیا ہے جس کے لئے مسجد گھر بن گئی ہو کہ اسے راحت و رحمت سے نوازے گا اور پل صراط پر سے بخیریت گزار کر جنت میں اپنی رضا تک پہنچا دے گا (جہاں انبیاء و صدیقین اور شہداء و صالحین کا ساتھ ہوگا۔)

تشریح: اس حدیث شریف میں مسجد سے مراد جامع مسجد ہے جہاں جمعہ ہوتا ہو۔ ویسے تو مسجد سجدہ گاہ کو کہتے ہیں جہاں سجدہ کیا جاتا ہے لیکن یہاں جامع مسجد مراد لینا بہتر ہے تاکہ معتکف کو نماز جمعہ کے لئے جامع مسجد نہ جانا پڑے۔

حدیث شریف میں اس شخص کے لئے جو زیادہ تر مسجد ہی میں رہتا ہو یہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ راحت و رحمت کے ضامن ہوں گے اور پل صراط پر سے اسے آسانی کے ساتھ گزار کر جنت میں اپنی رضا سے سرفراز فرمائیں گے جہاں حضرات انبیاء علیہم السلام اور صدیقین و شہداء اور صالحین

کا ساتھ نصیب ہوگا۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور عمل فرمائیں۔

۳۔ سامعین کو ہر طرف سے کٹ کر صرف اللہ تعالیٰ کے در پر پڑے رہنے کی فضیلت بتلائیے (جسے شریعت میں اعتکاف کہا جاتا ہے۔)

۴۔ سامعین کو اعتکاف کی فضیلت بتائیے اور اعتکاف کے شرائط وآداب سے آگاہ کیجئے۔

۵۔ انھیں یہ بھی بتا دیجئے کہ اعتکاف کے دوران بیوی سے مباشرت کرنا چاہے اپنے گھر پر ہی ہو اعتکاف کو باطل کر دیتا ہے، جیسا کہ پچھلے درس میں قرآنی آیت میں بیان ہو چکا ہے۔

اُنیسواں درس

۱۹ رمضان المبارک | قولُ اللہِ تعالیٰ عزّ وجلّ | درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ وَهُم مِّنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ ۝ وَمَن يَقُلْ مِنْهُمْ إِنِّي إِلَٰهٌ مِّن دُونِهِ فَذَٰلِكَ نَجْزِيهِ جَهَنَّمَ ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ۝ (الانبیاء ۲۸-۲۹)

ترجمہ آیت: اور وہ (باعزت بندے اور ملائکہ) کسی کی سفارش نہیں کرتے مگر اس کی جس سے اللہ راضی ہو اور وہ اس کی ہیبت سے ڈرتے ہیں۔ اور ان میں سے جو شخص (بالفرض) یہ کہے (نعوذ باللہ) کہ میں خدا کے علاوہ معبود ہوں تو ہم اسے سزائے جہنم دیں گے۔ اور ہم ظالموں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔

تشریح: اوپر اللہ تعالیٰ نے ظالم مشرکین و کفار کی بہتان طرازی بیان فرمائی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اپنا بیٹا بنا لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بہتان سے پاک ہے۔ اس نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا ہے۔ وہ فرشتے تو اللہ تعالیٰ کے باعزت بندے ہیں۔ زیر درس آیت میں انہی باعزت بندوں کے متعلق یہ فرمایا گیا ہے کہ وہ بندے صرف ایسے ہی شخص کی سفارش کرتے ہیں جس سے اللہ راضی ہو، وہ تو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں اور ان میں سے اگر کوئی بھی بفرض محال یہ کہہ دے کہ نعوذ باللہ میں خدا تعالیٰ کے سوا معبود ہوں، تو ہم اسے سزائے جہنم دیں گے۔ اور ایسے ظالموں کو تو ہم ایسی ہی

سزادیا کرتے ہیں جو خود اپنے معبود ہونے کا دعویٰ کرتے ہوں۔ اس نے اپنے معبود ہونے کا دعویٰ کیوں کیا اور غیر اللہ کی عبادت پر کیسے راضی ہوگیا۔ لہٰذا اسی وجہ سے ہم ان لوگوں کو بھی جہنم کی سزا دیں گے جو فرشتوں کو اپنا معبود گردانتے ہیں۔ یہ مشرک ہیں اور شرک کا گناہ ناقابل معافی جرم ہے کہ یہ سب سے بڑی بغاوت ہے کہ جو مستحق عبادت ہی نہیں تھا اس کی عبادت کی گئی، اللہ تعالےٰ کا حق غیر اللہ کو دے دیا۔ یہ غیر اللہ خواہ فرشتے اور بزرگ لوگ ہوں یا پتھر کے بت ہوں۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو آگاہ کر دیجئے کہ مشرک کے حق میں کوئی بھی شفاعت و سفارش نہیں کرے گا کیونکہ اس کیلئے دوزخ کے دائمی عذاب کا حکم دیا جا چکا ہے اللہ تعالےٰ نے فرمادیا ہے کہ جس کسی نے بھی اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی کو شریک کیا، اللہ تعالےٰ نے اس پر جنت کا داخلہ حرام کر دیا ہے اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ظالم مشرکوں کا کوئی بھی مددگار نہ ہوگا۔

۴۔ سامعین کو یہ بھی بتا دیجئے کہ اللہ تعالےٰ کا کوئی بھی بندہ کسی کے حق میں اللہ تعالےٰ کی رضامندی و اجازت کے بغیر سفارش نہیں کرے گا۔

۵۔ سامعین کو یہ بھی بتا دیں کہ ناواقف عوام کا حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے شفاعت کرنے کی درخواست کرنا بھی شرک کے خطرے سے خالی نہیں ہے اس لئے اس سے بھی پرہیز کریں۔ اور اگر ایسا کر چکے ہیں تو اس سے توبہ کریں۔ صحیح صورت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ سے دعا کریں کہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو ان کے شافع و سفارشی بنا دیں۔

بائیسواں درس

۲۲ رمضان المبارک	قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	درس حدیث شریف

حدیث شریف: اَلصِّيَامُ وَالْقِيَامُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَقُوْلُ الصَّوْمُ رَبِّ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ بِالنَّهَارِ وَيَقُوْلُ الْقِيَامُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنَا فِيْهِ۔ (رواہ احمد والنسائی)

ترجمہ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (رمضان کے) روزے اور (رمضان کا) قیام شب (تراویح) قیامت میں روزہ رکھنے والے اور تراویح پڑھنے والے بندے کی شفاعت (سفارش) کریں گے۔ روزہ کہے گا اے اللہ! میں نے دن میں اسے دن بھر کھانے پینے سے روک رکھا تھا اور قیام تراویح کہے گا کہ میں نے اسے رات میں سونے سے روک رکھا تھا۔ لہٰذا اس کے حق میں ہماری سفارش آپ قبول فرما کر اسے جنت میں داخل فرما دیں۔

تشریح: زیر درس حدیث شریف میں روزہ داروں اور تراویح پڑھنے والوں کی ایک بہت بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ قیامت میں یہ روزے اور تراویح اللہ تعالیٰ سے اس کی شفاعت و سفارش کر کے اسے دوزخ سے نجات دلا کر جنت میں داخل کرا دیں گے۔ روزے کی حقیقت عام طور پر لوگوں کو معلوم ہے تاہم یہاں لکھی جا رہی ہے: روزہ کی حقیقت یہ ہے کہ صبح صادق کے وقت سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جنسی خواہش پوری کرنے سے پورا پرہیز کیا جائے اور جہاں تک ہو سکے چغلی، غیبت، گالی گلوج اور دوسرے

گناہوں سے بھی دور رہے۔ حدیث شریف میں حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے شفاعت کی تفصیل بھی بیان فرمادی ہے کہ روزہ اور تراویح کس طرح سفارش کریں گے۔
یہاں پر یہ بات بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ چونکہ اللہ تعالٰی ہی روزہ اور تراویح کو سفارش کیلئے گویائی عطا فرمائیں گے اس لیئے وہ انکی سفارش قبول بھی فرمالیں گے اور انکی سفارش پر روزہ دار تراویح خواں کو جنت میں داخل بھی فرمادیں گے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

ا و ۲۔ حسب دستور عمل فرمائیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو رمضان شریف کے روزوں اور قیام تراویح کی فضیلت سے آگاہ کیجئے۔

۴۔ سامعین کو اللہ تعالٰی کے اس انعام واحسان کیطرف متوجہ کیجئے کہ اس نے اپنے بندوں کیلئے ایسی عمدہ عبادات مقرر کیں اور پھر انھیں اس کے ادا کرنے کی توفیق بھی عطا فرمائی اور پھر قیامت میں انھیں ان عبادات پر اپنی شایانِ شان بدلہ بھی دیں گے۔

۵۔ سامعین کو یہ بھی بتادیجئے کہ شفاعت صرف اللہ تعالٰی ہی سے طلب کرنا چاہیئے، کسی اور سے شفاعت طلب کرنا جائز نہیں ہے۔ غیر اللہ سے اگر شفاعت طلب کریگا تو گمراہ ہوگا اور شفاعت سے محروم بھی رہے گا۔ شفاعت کرنے والا چاہے کوئی بادشاہ ہو یا کوئی پیغمبر و نبی ہو، جبتک اللہ تعالٰی کی اجازت و مرضی نہ ہو شفاعت نہیں کرسکتا۔ جب اللہ تعالٰی اس کو شفاعت کی اجازت دیدیں گے تب ہی شفاعت سنی جائے گی۔

اکیسواں درس

۲۱ رمضان المبارک	قَولُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَزَّوَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیات شریفہ: یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا کَانَ شَرُّہٗ مُسْتَطِیْرًا ○ (الدہر ۷)

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَۃٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُہٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ○ (البقرۃ ۲۷۰)

ترجمہ آیات: اور وہ (اللہ کے بندے) پوری کرتے ہیں اپنی نذریں اور وہ لوگ اس (سخت) دن سے ڈرتے ہیں جس کی خطرناکی ہر چہار طرف پھیلی ہو گی (اس سے گریز ممکن نہیں ہو گا۔)

اور جو کچھ بھی تم خرچ کرتے ہو اور جو بھی تم نذر مانتے ہو اللہ تعالےٰ سبھی کچھ جانتے ہیں۔ اور ظالموں کا کوئی مدد کرنے والا نہیں ہے۔

تشریح: آج کے درس قرآن میں مصنف نے دو آیات ذکر کی ہیں۔ پہلی آیت سورۂ دہر کی ہے جس میں اللہ تعالےٰ نے عباد الرحمٰن یعنی اپنے نیک بندوں کی کچھ صفات بیان فرمائی ہیں۔ اسی سلسلہ میں انکی یہ صفت بھی بیان فرمائی ہے کہ:۔

اللہ تعالےٰ کے وہ نیک بندے اللہ تعالےٰ سے جو نذریں مانتے ہیں انھیں پورا بھی کرتے ہیں۔ مثلاً کسی نے یہ نذر و منت مانی کہ اللہ کے لئے اتنی رکعت نماز پڑھوں گا، یا روزے رکھوں گا، یا اتنے روپئے صدقہ کروں گا، تو وہ اپنی اس نذر کو پورا بھی کرتے ہیں۔ مانی ہوئی نذر صرف مکمل معذوری کی حالت میں چھوڑی

جا سکتی ہے لیکن نذر کے ترک پر وہی کفارہ ادا کرنا ہوگا جو قسم توڑنے کا کفارہ ہے اور وہ یہ ہے کہ دس فقیروں کو دونوں وقت کھانا دیا جائے۔ یا پونے دو کلو گیہوں دیا جائے۔ اگر جَو دیا جائے تو گیہوں کا دوگنا یعنی ساڑھے تین کلو دیا جائے۔ یا اُن کو لباس کا جوڑا دیا جائے۔ یا غلام آزاد کیا جائے اور اگر ان مذکورہ بالا چیزوں پر قادر نہ ہو تو تین روزے رکھے۔

ان عباد الرحمٰن کی ایک صفت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ لوگ اس سخت دن (یعنی قیامت) سے ڈرتے ہیں، جس کی خطرناکی ہر چہار طرف پھیلی ہوگی۔ اس سے نکلنا اور بھاگنا ممکن نہیں ہوگا۔

دوسری آیت سورۂ بقرہ کی ہے، جس میں فرمایا گیا ہے کہ جو کچھ بھی تم اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو، یا جو نذر تم مانتے ہو، اللہ تعالےٰ سب کچھ جانتے ہیں۔ تم کو اس کی جزا دیں گے۔

دوسری آیت کے آخر میں فرمایا گیا ہے کہ "ظالموں کا روز قیامت کوئی مددگار نہ ہوگا" یہ فقرہ اس لئے فرمایا گیا کہ لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں کسی پر ظلم نہ کریں۔ یہ انفاق صرف اللہ تعالےٰ ہی کیلئے ہو، کسی اور کی خوشنودی اور تقرب اس سے مقصود نہ ہو، یا کسی غیر مستحق کو صدقہ نہ دیا جائے، یہ بھی ظلم ہے کہ مستحق کی چیز کسی غیر مستحق کو دیدی جائے۔

پہلی صورت میں شرک ہے جو اللہ تعالےٰ پر ظلم ہے (جبکہ اس سے غیر اللہ کی خوشنودی مقصود ہو۔) اور دوسری صورت میں مستحق پر ظلم ہوگا، کیونکہ جب غیر مستحق کو اس کا حق دے دیا گیا تو وہ محروم ہو گیا

مربّی کیلئے ہدایات

۱ اور ۲۔ حسب سابق عمل کریں۔

۳۔ سامعین کو اچھی طرح سمجھادیں کہ نذر بھی عبادت کی ایک صورت ہے جو غیر اللہ کیلئے جائز نہیں ہے۔ اور اللہ تعالےٰ سے جو نذر مانی جلئے اسے پورا کرنا ضروری ہے۔ بشرطیکہ کسی معصیت وگناہ اور ناجائز کام کی نذر نہ ہو جیسا کہ اگلے درس میں آرہا ہے۔ اور اگر نذر پوری کرنے سے معذوری ہو تو کفارہ قسم کی طرح کفارہ دے۔

۴۔ سامعین کو بتادیجئے کہ شہداء وصالحین اور بزرگوں کے نام پر نذر ماننا شرک ہے کیونکہ نذر عبادت ہے اور غیر اللہ کی عبادت شرک ہوتی ہے۔

۵۔ سامعین کو بتادیجئے کہ اگر کسی شخص نے اللہ تعالےٰ کی کسی معصیت ونافرمانی کی نذر مان لی یا کسی ایسی چیز کو دینے کی نذر مان لی جو اس کی ملک میں نہیں ہے تو دونوں صورتوں میں نذر پوری نہ کرے اور قسم کا کفارہ ادا کرے۔

بائیسواں درس

۲۲ رمضان المبارک | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ | درس حدیث شریف

احادیث شریفہ: لَا نَذْرَ فِیْ مَعْصِیَةٍ وَلَا نَذْرَ فِیْمَا لَا یَمْلِكُ ابْنُ اٰدَمَ۔ (رواہ مسلم)

وقولہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم لَا نَذْرَ فِیْ مَعْصِیَةٍ وَکَفَّارَتُہٗ کَفَّارَةُ یَمِیْنٍ۔ (رواہ ابن ماجۃ)

ترجمۂ احادیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی گناہ کی نذر نہیں ہوتی (یعنی گناہ کی نذر ماننا ناجائز ہے)۔ اسی طرح کسی ایسی چیز کی نذر نہ مانی جائے جو اپنی ملک میں نہ ہو۔

ایک دوسری حدیث میں یوں فرمایا کہ معصیت کی نذر نہیں ہوتی اور اس کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے۔

تشریح: حدیث شریف کے الفاظ جملہ خبریہ کے طور پر ہیں لیکن اس سے نہی کے معنی مراد لئے جائیں گے، اس سے ممانعت کا حکم مراد ہے۔ یعنی کسی مسلمان مرد و عورت کیلئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ کسی معصیت کی نذر مانے، مثلاً یوں کہے کہ میں نذر مانتا ہوں کہ آج نماز نہ پڑھوں گا، یا آج فلاں کو ماروں گا۔ ان صورتوں میں اس کے لئے ضروری ہے کہ ایسی نذر پوری نہ کرے اور کفارۂ قسم ادا کردے، یعنی دس مسکینوں و فقیروں کو کھانا کھلا دے یا ہر فقیر کو پونے دو کلو گیہوں دیدے۔ یا دس فقیروں کو لباس دے۔ یا غلام آزاد کرے۔ اور اگر ان چیزوں پر قادر نہ ہو

تو تین روزے رکھے

وَلَا نَذْرَ فِيمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ اٰدَمَ۔ یعنی کسی بھی شخص کے لئے قطعاً جائز نہیں کہ ایسی چیز کی نذر مانے جو اُس کے مِلک میں نہ ہو۔ مثلاً غریب شخص نذر مانے کہ مسجد بناؤں گا، وغیرہ۔ ایسے شخص پر لازم ہے کہ کفّارہ یمین ادا کرے۔

مربّی کیلئے ہدایات

ا و ۲۔ حسب دستور سابق عمل کریں۔

۳۔ اپنے سامعین کو صاف صاف بتا دیجئے کہ نذر عبادت ہے اور عبادت غیر اللہ کی حرام ہے اس لئے شہداء و صالحین اور بزرگوں کی نذر ماننا بھی حرام اور شرک ہے۔ اگر کوئی شخص کسی بزرگ کی نذر مانے تو اسے پورا کرنا بھی حرام ہے۔ اس کا کفارہ دے جو قسم کا کفارہ ہے۔

۴۔ لوگوں کو یہ مسئلہ بھی بتادیں کہ اگر کسی نے کچھ روزے نذر مانے اور نذر کے روزے رکھنے سے پہلے ہی وفات پاگیا تو فدیہ کی وصیت کر دے اور وارثین فدیہ ادا کریں۔ ایک فدیہ پونے دو کلو گیہوں یا اس کی قیمت ہے۔

۵۔ یہ مسئلہ بھی بتادیں کہ اگر کسی شخص نے غیر معین طور پر نذر مانی، صرف یہ کہا کہ میں نے نذر مانی ہے۔ کیا نذر مانی ہے؟ یہ نہیں کہا۔ تو وہ کفارہ ادا کرے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے یہی ارشاد فرمایا ہے کہ غیر معین نذر کا کفارہ ادا کرنا ہوگا، جو کفارۂ قسم ہے۔

(مسلم شریف)

تیئسواں درس

۲۳ رمضان المبارک	قَولُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (الجمعة ۹)

ترجمہ آیت: اے ایمان والو! جمعہ کے دن جب نماز جمعہ کی اذان دی جائے تو خطبہ ونماز جمعہ کے لئے جلدی کرو اور خرید و فروخت (کاروبار) بند کردو۔ تمھارے لئے یہی بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔ (تو تمھیں یہ بات معلوم ہونی چاہئے)

تشریح: اس آیت کی تشریح میں یہ بات لوگوں کو بتادی جائے کہ آیت میں جس اذان کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد جمعہ کی پہلی اذان ہے جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ سے شروع ہوئی۔ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین نے کسی اختلاف کے بغیر اسے قبول کر لیا۔ اس طرح اس اذان پر سب کا اجماع ہو گیا۔ لہٰذا اسی اذان کے وقت سے خرید و فروخت اور سارے کاروبار بند کردیئے جائیں۔ صرف وہی کام ہوں جن کا تعلق نماز کی ادائیگی سے ہو۔

مرّبی کیلئے ہدایات

ا و ۲۔ حسب دستور سابق عمل کریں۔

۳۔ سامعین کو بتادیں کہ نماز جمعہ فرض ہے۔ صرف ان لوگوں پر فرض نہیں ہے، عورتوں، غلاموں، مریضوں اور مسافروں پر فرض نہیں ہے۔

۴۔ لوگوں کو نماز جمعہ چھوڑ دینے سے ڈرائیے اور انھیں حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی اس حدیث کی وعید سنائیے کہ آپ نے فرمایا کہ لوگ نماز جمعہ ترک کرنے سے باز آجائیں ورنہ اللہ تعالےٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دیں گے اور وہ مستقل طور پر بے عمل اور غافل ہو جائیں گے۔

۵۔ لوگوں کو جمعہ کے آداب بتائیے کہ جمعہ کے آداب یہ ہیں :۔

(۱) غسل (۲) اچھا لباس (۳) خوشبو لگانا (۴) نماز جمعہ کیلئے وقت سے پہلے مسجد جانا۔

چوبیسواں درس

۲۴ رمضان المبارک | قول النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم | درس حدیث شریف

حدیث شریف: اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَیَّامِکُمْ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فِیْہِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِیْہِ النَّفْخَۃُ وَفِیْہِ الصَّعْقَۃُ فَاَکْثِرُوْا عَلَیَّ مِنَ الصَّلٰوۃِ فِیْہِ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ مَعْرُوْضَۃٌ عَلَیَّ فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ تُعْرَضُ صَلٰوتُنَا عَلَیْکَ وَقَدْ اَرَمْتَ یَعْنِیْ بَلِیْتَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ (صحیح ابن ماجہ)

ترجمہ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمھارے دنوں میں سے جو ایام افضل قرار دیئے گئے ہیں ان میں سے ایک دن جمعہ بھی ہے اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی، اسی دن صور قیامت پھونکا جائیگا اور اسی دن سب فنا کردیئے جائیں گے۔ اُس دن مجھ پر درود کثرت سے پڑھا کرو (حضرات صحابہ کرام نے جس طرح عمل کیا ہے درود شریف اسی طرح پڑھنا چاہیئے ان حضرات نے "یا نبی سلام علیک" کی راگنی نہیں گائی تھی، درود شریف جو نماز میں پڑھا جاتا ہے وہ پڑھیں یا کسی اور طرح پڑھیں۔ درود کے صیغے مختلف طریقوں سے آئے ہیں) آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تمھارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے یہ سنکر ایک صحابی نے سوال کیا کہ آپ تو قبر شریف میں بہت پرانے ہوچکے ہونگے پھر ہمارا درود کیسے آپ پر پیش ہوگا؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے جسم مبارک کو زمین پر حرام کردیا ہے وہ انھیں کھا نہیں سکتی۔ انکے جسم

ویسے ہی رہیں گے۔

تشریح: ترجمہ سے مطلب سمجھ میں آجاتا ہے۔ یہ بات رہ گئی کہ درود پڑھنے والوں کا درود آپ کے سامنے کیسے پیش ہوگا؟ تو مصنف نے اسکرین اور ٹیلی ویژن کی مثال دی ہے کہ اسکرین پر دکھادیا جائے گا۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور عمل کریں۔

۳۔ سامعین کو یوم جمعہ کی فضیلت بتائیے اور اس کے افضل ہونے کے اسباب بھی بتائیے کہ لوگ اس کی عظمت کریں۔

۴۔ لوگوں کو بتائیے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا نام نامی لینے اور سننے پر درود شریف پڑھنا واجب ہے۔ نام لکھنے پر بھی پورا درود لکھیں صرف صلعم لکھنا یا ﷺ بنانا بڑی محرومی کی بات ہے۔ یہ بھی بتائیے کہ جو شخص ایک بار درود پڑھتا ہے اللہ تعالےٰ اس پر دس بار رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔

۵۔ حدیث شریف میں کثرت سے درود پڑھنے کو فرمایا گیا ہے۔ کثرت کی حد تین سو ہے۔ اگر تین سو بار پڑھ لیا تو اس پر عمل ہو گیا۔

پچیسواں ۲۵ درس

۲۵ رمضان المبارک	قَولُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَزَّوَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیات شریفہ: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی ۙ وَ ذَکَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰی ؕ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ۫ۖ وَ الْاٰخِرَةُ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی ؕ اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی ۙ صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ وَ مُوْسٰی ۧ (الاعلیٰ ۱۴ تا ۱۹)

ترجمہ آیات: درحقیقت بامراد ہوا جو شخص (قرآن مجید کے ذریعہ غلط عقائد اور اخلاق رذیلہ سے پاک ہوگیا، اور اپنے رب کا نام لیتا اور نماز پڑھتا رہا۔ (مگر اے منکرو!) تم قرآن سن کر اس کو نہیں مانتے، اور آخرت کا سامان نہیں کرتے بلکہ تم دنیوی زندگی کو مقدم رکھتے ہو۔ حالانکہ آخرت دنیا سے بہت زیادہ کار آمد اور زیادہ پائدار ہے۔ اور یہ مضمون (صرف قرآن ہی کا دعویٰ نہیں ہے، بلکہ) اگلے صحیفوں میں بھی ہے یعنی ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں بھی موجود ہے۔

تشریح: آیات زیر درس چار آیات ہیں۔ پہلی آیت میں فرمایا گیا ہے کہ وہ شخص بامراد و کامیاب ہوگیا جو تعلیمات قرآنی کے ذریعہ غلط عقائد اور اخلاق رذیلہ سے پاک وصاف ہوگیا۔ اور دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے کہ وہ اللہ کا نام لیتا (اللہ اکبر کہتا) اور نمازیں پڑھتا رہا۔ یہاں سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی تو کوئی حد و انتہا ہی نہیں ہے۔ جبتک انسان زندہ ہے اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی ہوتا رہنا چاہیے، اور نمازیں تو پانچ وقت کی فرض ہیں۔ ان چار آیات کی

ترتیب و مضمون سے بعض علماء نے اشارۃً یہ بات بھی سمجھی ہے کہ نماز عید کے موقع پر صدقۂ فطر کی ادائیگی میں زکوٰۃ کی صورت ہو جاتی ہے اور عیدگاہ جاتے ہوئے تکبیر تشریق اللہ کا ذکر ہے، اور نماز عید کی نماز ہے۔ اس طرح اس دن یہ سب زیر عمل آجاتے ہیں۔

تیسری اور چوتھی آیت میں فرمایا گیا ہے کہ تم لوگ تو دنیاوی مشغولی کو ترجیح دیتے ہو، حالانکہ آخرت دنیا سے بدرجہا بہتر ہے کہ دنیا فانی ہے اور آخرت باقی رہنے والی ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے ہمیں اس طرح اپنے اوقات کا تجزیہ کرنا ہوگا کہ: ہر دن چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں۔ پانچ وقت کی نمازوں میں زائد سے زائد فرض کرلیں تو کل پانچ گھنٹے لگتے ہوں گے۔ اس کے بعد اُنیس گھنٹے بچتے ہیں جو ہم آخرت پر خرچ نہیں کرتے، دنیاوی کاموں میں اور بیوی بچوں میں لگاتے ہیں۔ اگر ہم آخرت کو قابل ترجیح قرار دیں تو ہماری مشغولی اس کے برعکس ہونی چاہیئے۔

یہ بات محض پڑھ لینے کی نہیں ہے۔ بلکہ ہمیں اسے ذہن نشین کرلینا چاہیئے کہ اس سے غفلت نہ ہونے پائے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور عمل کریں۔

۳۔ سامعین کو بتادیجئے کہ نماز عید بھی واجب ہے اور نماز عید سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرنا بھی واجب ہے۔

۴۔ سامعین کو بتادیجئے کہ دوزخ سے نجات اور داخلۂ جنت ملنے کی صورت میں ملنے والی فلاح انہی لوگوں کو نصیب ہو گی جنھوں نے اپنا ایمان درست رکھا، شرک سے دور رہے اور اعمال صالحہ کرتے رہے، گناہوں سے پرہیز کرتے رہے۔

۵۔ سامعین کو عقلمندوں کا یہ قول حکمت یاد دلادیجئے کہ اگر دنیا سونے کی بھی ہوتی اور آخرت ٹھیکرے کی ہوتی تب بھی آخرت ہی کو اختیار کرنا چاہئے کہ وہ باقی رہنے والی ہے اور دنیا فانی ہے۔

چھبیسواں ۲۶ درس

۲۶ رمضان المبارک | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

احادیث شریفہ: اَخْرِجُوا الْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ لِیَشْهَدْنَ الْعِیْدَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِیْنَ لِیَجْتَنِبْنَ الْحُیَّضُ مُصَلَّی النَّاسِ۔ (ابن ماجہ)

وَقَوْلُہٗ: قَدْ قَضَیْنَا الصَّلٰوۃَ فَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّجْلِسَ لِلْخُطْبَةِ فَلْیَجْلِسْ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّذْهَبَ فَلْیَذْهَبْ (ابن ماجہ)

ترجمہ احادیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کنواری وناکتخدا لڑکیوں کو اور پردہ کرنے والی مستورات کو گھر سے نکالو کہ عید کی جماعت میں حاضری دیں اور مسلمانوں کی دعاؤں میں شریک رہیں۔ اور شرعی طور پر معذور عورتیں نماز کی جگہ سے دور رہیں کہ انھیں نماز نہیں پڑھنی ہے۔

(دوسری حدیث میں) فرمایا کہ ہم نے نماز عید ادا کرلی ہے۔ اب جس کا جی چاہے بیٹھا رہے اور خطبہ سنے، اور جو شخص گھر جانا چاہے وہ چلا جائے۔ (ابن ماجہ)

تشریح: زیر درس حدیث میں تشریح کی تو کوئی ضرورت نہیں ہے. لیکن یہ بات لائق توجہ اور قابل توضیح ضرور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جس وقت اپنے نفوس قدسیہ کے ساتھ بنفس نفیس تشریف فرما تھے اس وقت کا معاشرہ انتہائی پاکیزہ صلاح وتقویٰ پر مبنی تھا، نیز اس وقت دینی واسلامی تعلیمات کی

تبلیغ واشاعت کا واحد ذریعہ بڑی حد تک آپ ہی کی ذات اقدس تھی، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ اور عیدین کے اجتماع میں خاص طور پر وعظ وتذکیر فرماتے تھے۔ اسی وجہ سے زیر درس حدیث میں نماز عید میں عورتوں کی شرکت پر زیادہ زور نہیں دیا گیا ہے، بلکہ زیادہ زور خطبہ سننے پر اور دعا میں شرکت پر دیا گیا ہے ایسی صورت میں ہمیں اس زمانۂ فساد میں اس حدیث پر عمل کرتے وقت اپنی عقل کی آنکھیں کھول کر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

قَدْ قَضَيْنَا الصَّلٰوۃَ الخ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خطبۂ عید کا سننا فرض یا واجب نہیں بلکہ سنت ہے لہٰذا اگر کوئی ضرورت کی وجہ سے خطبہ نہ سنے تو نماز پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

مربی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور سابق عمل کریں۔

۳۔ اپنے سامعین کو بتا دیجئے کہ شرعی عذر والوں کے علاوہ لوگوں کے لئے نماز عیدین واجب ہے۔

۴۔ یہ مسئلہ بھی بتا دیجئے کہ جن عورتوں کو نماز پڑھنے کی شرعاً ممانعت ہے وہ اگر نماز عید کیلئے جائیں تو اگر نماز میدان میں ہو رہی ہو تو نماز کی جگہ سے علیحدہ بیٹھیں۔ اور اگر نماز مسجد میں ہو رہی ہو تو مسجد سے باہر ہی رہیں۔

۵۔ سامعین کو بتا دیجئے کہ عید کی نماز کے لئے بوڑھی عورتوں کا اور چھوٹی لڑکیوں کا جانا حدیث شریف پر عمل کے لئے کافی ہے، جوان لڑکیوں کا جانا قابل ترک ہے (احقر مترجم اس مسئلہ میں حضرت شیخ سے اتفاق نہیں کر سکتا کیونکہ یہ مسلک احناف کے خلاف ہے۔)

ستائیسواں درس

۲۷ر رمضان المبارک	قولُ اللهِ تعالیٰ عزّوجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: فَخَلَفَ مِنۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۙ

(مریم ۵۹)

ترجمہ آیت: پھر ان مذکور (نیک لوگوں) کے بعد (بعضے ایسے) ناخلف پیدا ہوئے جنھوں نے نماز کو برباد کر دیا (خواہ سرے سے انکار ہی کر دیا، یا اسکی ادائیگی میں کاہلی وسستی کی، یا اس کے آداب ملحوظ نہیں رکھے) اور نفسانی ناجائز خواہشوں کے پیچھے لگ گئے، سو یہ لوگ عنقریب (آخرت میں) خرابی دیکھیں گے۔

تشریح: زیر درس آیت سے پہلے کی آیات میں حضرات انبیاء علیہم السلام اور اللہ تعالےٰ کے نیک بندوں کا تعریف کے ساتھ ذکر تھا۔ اب ان آیات میں ان کے بعد آنے والوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

خَلف کا تلفظ دو طرح سے ہے۔ ایک سکون لام کے ساتھ خَلْفٌ ہے دوسرا تلفظ لام کے زبر کے ساتھ خَلَفٌ ہے۔ پہلے کے معنی بُرے جانشین کے ہیں جبکہ دوسرے کے معنی اچھے جانشین کے ہیں۔ آیت شریفہ میں خَلْفٌ سکونِ لام کے ساتھ ہے۔ یہاں بُرے جانشین مراد ہیں۔ کیونکہ ان لوگوں نے نماز کو برباد کر دیا۔ یا تو سرے سے نماز ہی نہیں پڑھی یا صحیح طریقہ سے نہیں پڑھی اور خرمستیوں میں لگ گئے۔ نمازیں چھوڑ دیں، شراب نوشیاں کیں،

جھوٹی گواہیاں دیں، زناکاری اور بدکاری کی، تو ایسے لوگ عنقریب قیامت میں خرابی دیکھیں گے۔ مگر جن لوگوں نے توبہ کرلی، صحیح طور پر ایماندار ہوگئے، نیک کام کرنے لگے وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱ و ۲۔ حسب دستور عمل فرمائیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو نماز ترک کرنے سے ڈرائیے کہ نماز ہرگز ترک نہ کیا کریں نماز پڑھنے میں کاہلی و سستی نہ کریں، وقت پر نماز پڑھیں، جماعت کی پابندی کا اہتمام کریں، تنہا نماز نہ پڑھیں جیسا کہ عام لوگوں کا یہی طریقہ ہے۔

۴۔ لوگوں کو ڈرائیے کہ نفسانی خواہشات کے پیچھے نہ لگیں، کیونکہ اس کی عادت پڑجانے کے بعد چھوڑی ہی نہیں جاسکتی۔

۵ لوگوں کو سچے دل سے توبہ کی نصیحت کیجئے، کہ ہر قسم کے گناہ سے سچی توبہ کریں۔

اٹھائیسواں درس

٢٨ رمضان المبارک	قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	درس حدیث شریف

حدیث شریف: خَمْسُ صَلَوَاتٍ اِفْتَرَضَهُنَّ اللّٰهُ عَلٰی عِبَادِهٖ فَمَنْ جَاءَ بِهِنَّ لَمْ یَنْقُصْ مِنْهُنَّ شَیْئًا اِسْتِخْفَافًا بِحَقِّهِنَّ فَاِنِّیْ جَاعِلٌ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَهْدًا اَنْ یُّدْخِلَهُ الْجَنَّةَ وَمَنْ جَاءَ بِهِنَّ قَدِ انْتَقَصَ مِنْهُنَّ شَیْئًا اِسْتِخْفَافًا بِحَقِّهِنَّ لَمْ یَكُنْ لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدٌ اِنْ شَاءَ عَذَّبَهٗ وَاِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهٗ۔ (ابن ماجہ وابوداؤد)

ترجمۂ حدیث: حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ تو جو شخص ان نمازوں کو اس طرح ادا کرتا ہے کہ انھیں معمولی اور کم درجہ کی چیز سمجھ کر کسی قسم کی کمی و کوتاہی نہیں کرتا ہے تو میں قیامت میں اس کیلئے اس بات کا ذمہ لیتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔ اور جو شخص انھیں معمولی اور کم درجہ کی چیز سمجھ کر اس کی ادائیگی میں کچھ کمی اور کوتاہی کرے گا تو اس کیلئے اللہ کا کوئی ذمہ نہیں ہے چاہے تو اسے عذاب دے اور چاہے تو معاف فرمادے۔

تشریح: اس حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے پنج وقتہ نمازوں کی پابندی کرنے والے کیلئے اس کے داخلۂ جنت کے لئے جس عہد کا ذکر فرمایا ہے اس میں یہ شرط لگادی ہے کہ نمازیں پوری شرائط

اور آداب کی رعایت کے ساتھ ادا کی گئی ہوں۔ نماز کو معمولی سمجھ کر اسکی ناقدری
و بے احترامی کرتے ہوئے یونہی نہ ٹرخایا گیا ہو، تب جنت میں داخلہ کا عہد ہے
اور اگر نمازیں صحیح طور پر نہیں پڑھی گئی ہیں، تو اللہ تعالےٰ اگر قبول فرمانا چاہیں
تو کوتاہی معاف کرکے قبول فرمالیں گے، ورنہ اس پر عذاب دیں گے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱ اور ۲۔ حسب دستور عمل کریں۔

۳۔ اپنے سامعین کو نماز کی تاکید کیجئے، اسکی اہمیت بتائیے اور انھیں آگاہ کیجئے کہ نماز کا ترک بعض ائمہ کے نزدیک کفر ہے۔ فقہ حنفی کے مطابق نماز کا انکار تو کفر ہے لیکن اس کا ترک کفر نہیں ہے بلکہ فسق ہے اور بہت بڑا گناہ ہے جو کہ کفر کے قریب ہی ہے۔

۴۔ لوگوں کو یہ بھی بتلائیے کہ نماز ادا کرنے میں کاہلی و سستی اور لاپرواہی بھی ترک نماز کے قریب ہی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ایسے لوگوں کے لئے "وَیل" کا لفظ استعمال کیا ہے جس کے معنی ہلاکت کی بددعا ہے۔

۵۔ انھیں یہ بھی بتا دیجئے کہ عبادت کا استخفاف (اسے معمولی سمجھنا) ایمان کے مقابلہ میں کفر سے زیادہ قریب ہے۔

۶۔ انھیں یہ بھی بتا دیجئے کہ نماز کی ادائیگی کا حکم کرنا اور اس میں کاہلی و سستی سے روکنا واجب ہے اور حاکم اسلامی کے ذمہ ضروری ہے کہ وہ کچھ لوگوں کو اس کی نگرانی کیلئے مقرر کرے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کریں کہ نماز کا ترک نہ ہو، شراب نوشی نہ ہو۔

اُنتیسواں درس

۲۹ رمضان المبارک	قول اللہ تعالیٰ عزّ وجلّ	درس قرآن مجید

آیات شریفہ : وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیۡلِ ؕ اِنَّ الۡحَسَنٰتِ یُذۡهِبۡنَ السَّیِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكۡرٰی لِلذّٰكِرِیۡنَ ۚ وَاصۡبِرۡ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ۝ (ہود ۱۱۴، ۱۱۵)

ترجمہ آیات : (اے ہمارے رسول!) آپ نماز قائم کریں دن کے دونوں کناروں میں اور رات کے کچھ حصوں میں، بیشک نیک کام مٹا دیتے ہیں برے کام کو۔ یہ بات ایک جامع نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کیلئے۔ اور (ان منکرین کی طرف سے جو معاملات پیش آتے ہیں ان پر) صبر کیجئے۔ اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

تشریح : مؤلف کتاب حضرت شیخ ابو بکر جابر الجزائری نے اس موقع پر زیر درس کی آیت "اِنَّ الۡحَسَنٰتِ یُذۡهِبۡنَ السَّیِّاٰتِ الآیۃ" سے متعلق اس کے شان نزول کا یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ کوئی عورت تھی جس کا شوہر کسی غزوہ میں گیا ہوا تھا جس کی وجہ سے کھجور خریدنے کے لئے اسے بازار جانا پڑ گیا۔ عورت نے ایک کھجور والے سے کھجور خریدی اور کھجور کی قیمت ادا کرنے اور کھجور لینے کے لئے ہاتھ چادر سے باہر نکالا، کھجور والے کو عورت کی کلائی اچھی لگ گئی اور شیطان نے اس جذبہ کو اور بڑھا دیا تو کھجور والے نے اس کی کلائی چوم لی۔ لیکن اسے فوراً ہی اپنی اس ناجائز حرکت کا

احساس ہوگیا اور وہ چیخ چیخ کر چلّانے لگا، استغفار اور توبہ کرنے لگا اپنے سر پر دیوانوں کی طرح مٹی ڈالنے لگا۔ اسی وقت مغرب کی اذان ہوگئی اور وہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے گیا اور مسجد میں حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے اپنی یہ حرکت بتائی تو حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھ کر اسے سُنائی۔ اس شخص نے پوچھا کہ کیا یہ آیت صرف میرے حق میں ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ہر اس شخص کے لیے ہے جو اس پر عمل کرے۔

احقر مترجم عرض کرتا ہے کہ اوپر چھبیسویں سبق میں احقر نے لکھا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں معاشرہ جتنا پاکیزہ تھا وہ بعد میں باقی نہ رہ سکا۔ اس زمانہ کے معاشرہ کی پاکیزگی اس کھجور والے کے واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے کہ تھوڑی بد پرہیزی پر بالکل پاگل ہوگیا۔ اور اب تو زناکاری و بدکاری کے بعد بھی لوگ شاہ بنے رہتے ہیں۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور عمل کریں۔

۳۔ اپنے سامعین کو بہ تاکید یہ بات بتا دیجئے کہ اگر کوئی شخص کسی گناہ کا مرتکب ہو جائے تو فوراً کوئی عبادت اور نیکی کر لے جس کی وجہ سے وہ گناہ ختم ہو جائے گا۔

۴۔ سامعین کو حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی یہ حدیث شریف سنا دیجئے کہ ہر نماز کے بعد دوسری نماز درمیانی وقت کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے، جب تک گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ ہو۔ گناہ کبیرہ کا کفارہ صرف دل کی سچی توبہ ہی سے ہوتا ہے۔

۵۔ اپنے سامعین کو حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فضائل بتلائیے کہ صحابہؓ میں اللہ تعالےٰ کا تقویٰ اس درجہ کا ہوتا تھا کہ کھجور والے نے نامحرم عورت کی صرف کلائی ہی چھوئی تھی، مگر وہ اسی بات سے بالکل دیوانہ و پاگل ہو گیا تھا کہ میں نے کتنا بڑا گناہ کر ڈالا۔

تیسواں درس ۳۰

درس حدیث شریف	قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	۳۰ رمضان المبارک

حدیث شریف: اَرَاَیْتَ لَوْکَانَ بِفِنَاءِ اَحَدِکُمْ نَھْرٌ یَجْرِیْ یَغْتَسِلُ فِیْہِ کُلَّ یَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ مَا کَانَ یَبْقٰی مِنْ دَرَنِہٖ .....؟ قَالَ لَا شَیْءَ قَالَ فَاِنَّ الصَّلٰوۃَ تُذْھِبُ الذُّنُوْبَ کَمَا یُذْھِبُ الْمَاءُ الدَّرَنَ۔ (صحیح ابن ماجہ)

ترجمہ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر کسی شخص کے باہر میدان میں کوئی نہر جاری ہو اور وہ اس میں دن بھر میں پانچ بار غسل کرتا ہو، تو کیا ایسی صورت میں اس کے بدن پر کچھ میل باقی رہ سکتا ہے؟ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جواب دیا، کچھ بھی میل باقی نہ رہے گا۔ تب آپ نے فرمایا کہ نماز بھی گناہوں کو اسی طرح دور کر دیتی ہے جس طرح پانی بدن کے میل کو دور کر دیتا ہے۔

تشریح: حدیث شریف میں ایک لفظ "فناء" آیا ہے۔ اس سے مراد گھر کی چار دیواری سے ملا ہوا کھلا میدان ہے۔ یعنی اگر اس کھلی جگہ میں کوئی نہر بہہ رہی ہو اور گھر والا اس نہر میں دن میں پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو، تو کیا اس کے بدن پر کچھ میل کچیل باقی رہ سکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ اس سوال کا جواب یہی ہوگا کہ ذرا بھی میل باقی نہ رہے گا۔ چنانچہ حضرات صحابہ رضی نے یہی جواب دیا۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز بھی گناہوں کو اسی طرح ختم کر دیتی ہے

جس طرح پانی میل کو دور کر دیتا ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ظاہر ہے کہ یہ فائدہ اسی وقت ہوگا جب نماز واقعی نماز ہو جو پوری شرطوں اور فرائض وسنن اور آداب کے ساتھ ادا کی گئی ہو۔ اس شخص کو یہ فائدہ حاصل نہ ہوگا جو نہ قیام کی طرح قیام کرے نہ رکوع وسجدہ کی طرح رکوع وسجدہ کرے، نہ خشوع وخضوع ہو، نہ صحیح طور پر قرأت ہو نہ مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھی گئی ہو۔ بغیر رعایتِ شرائط وآداب جو نماز پڑھی جائے گی اس سے نفس کا تزکیہ اور روحانی طہارت حاصل نہ ہوگی۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نماز کا فائدہ ونتیجہ یہی بتایا ہے کہ نماز بیحیائی کے کاموں اور برائیوں سے روک دیتی ہے۔ نماز کا برائیوں سے روکنے کا مطلب یہی ہے کہ نماز پڑھنے سے (بشرطیکہ وہ پورے شرائط و آداب کے ساتھ پڑھی گئی ہو) طہارتِ روح وتزکیۂ باطن پوری طرح حاصل ہو جاتا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور حاصل ہو جاتا ہے وہ اسی نور کی روشنی میں زندگی گزارتا ہے، وہ خصائل رذیلہ سے دور رہتا ہے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو نماز پنجگانہ کی فضیلتیں بتائیے اور انھیں متنبہ کیجئے کہ نماز کی ادائیگی جس طرح مطلوب ہے پورا اہتمام کریں کہ اسی طرح اچھے طور پر ادا ہو۔

۴۔ اپنے سامعین کو متوجہ کیجئے کہ نعمت اسلام کی قدر پہچانیں اور اس پر اللہ کا برابر شکر ادا کرتے رہیں۔ اور اس کے شکر کی یہ صورت بھی ہے کہ مذہب اسلام کی دل سے عزت کریں، اس کی ہر طرح سے حفاظت کریں۔ اور دوسروں کو اسلام کی خوبیاں سمجھا کر اسلام کی دعوت بھی دیں۔ اور اس سلسلہ میں جو مشکلات پیش آئیں انھیں ہنسی خوشی برداشت کریں۔

۲۱ رجب ۱۴۲۵ھ شنبہ

۷ ستمبر ۲۰۰۴ء وقت ظہر

پہلا درس

یکم شوال المکرم | قَولُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ | درس قرآن مجید

آیت شریفہ: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِىْ شَىْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۠ (النساء ۵۹)

ترجمہ آیت: اے ایمان والو! اللہ تعالےٰ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) کی اطاعت کرو اور جو تمھارے حاکم ہیں انکی اطاعت کرو پھر اگر کبھی تم میں باہم اختلاف ہو جائے تو (اختلاف دور کرنے کیلئے) اس معاملہ کو اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو (کتاب اللہ اور سنت رسول کی روشنی میں اختلاف کو حل کرو۔ یہی طریقہ بہتر اور انجام کے لحاظ سے خوشتر و خوبصورت بھی ہے) اگر تم اللہ تعالےٰ پر اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو (تو یہی صورت اختیار کیا کرو۔

تشریح: اللہ تعالےٰ نے ان آیات زیر درس میں ان اہل ایمان کو خطاب فرمایا ہے جنھوں نے ایمان واسلام کو قبول کر کے اپنی حیات و عقل کا وجود ثابت کر کے اپنے آپ کو دوسرے احکام کا مکلف بنالیا ہے۔ ایسے ہی اہل ایمان سے اللہ تعالےٰ مخاطب ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے وہ لوگو جو ایمان لا چکے ہو (تم کو) حکم دیا جاتا ہے کہ

اطاعت و فرمانبرداری اللہ تعالےٰ کی کرو اور اس کے رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی بھی اطاعت و فرمانبرداری کرو، اس کے ساتھ ہی جو تمھارے اہل ایمان حاکم ہیں انکی بھی اطاعت کرو۔ اولی الامر (حاکم) کے ساتھ "مِنکُمْ" کا اضافہ خاص طور پر قابل غور اور لائق توجہ ہے، کہ اصل صورت تو یہی ہے کہ تمھارے حاکم بھی تم میں سے ہی ہوں جو تم کو کسی ناجائز اور غلط بات کا حکم بھی نہ دیں گے۔ لیکن بالفرض اگر کوئی حاکم معصیت یا گناہ و ناجائز بات کا حکم دیتا ہے تو ناجائز بات میں کسی کی بھی بات قابل عمل نہ ٹھہرے گی۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِی مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ۔ (خدا تعالےٰ کی نافرمانی کے معاملہ میں کسی بھی مخلوق کی فرماں برداری جائز نہیں ہے۔) (خواہ ماں باپ ہوں، استاد ہوں یا پیر صاحب ہوں)

مُربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور سابق عمل کریں۔

۳۔ اپنے سامعین کو بتائیں کہ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی اطاعت واجب ہے نیز اپنے مسلمان حاکم کی فرمانبرداری واجب ہے۔ اسی طرح علماء دین کی اطاعت بھی ضروری ہے۔

۴۔ سامعین کو یہ بھی بتادیں کہ مسلمان حاکم اور علماء و مشائخ، اساتذہ و والدین کی اطاعت انہی باتوں میں کیجائے جو معصیت نہ ہوں معصیت میں ان سے اختلاف کرنا چاہیئے۔

۵۔ سامعین کو یہ بھی بتادیں کہ اگر دو مسلمانوں میں یا عالموں میں اختلاف ہو جائے تو ان پر یہی واجب ہے کہ اسے کتاب اللہ اور سنت رسول کی روشنی میں حل کرکے اختلاف امت کو دور کریں تاکہ محبت باہمی اور اتحاد ملت باقی رہے۔

دوسرا درس

۲۔ شوال المکرم | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

احادیث شریفہ: مَنْ کَرِہَ مِنْ اَمِیْرِہٖ شَیْئًا فَلْیَصْبِرْ فَاِنَّہٗ مَنْ خَرَجَ عَنِ السُّلْطَانِ مَاتَ مِیْتَۃً جَاہِلِیَّۃً۔

وَفِیْ رِوَایَۃٍ اُخْرٰی مَنْ رَاٰی مِنْ اَمِیْرِہٖ شَیْئًا یَکْرَہُہٗ فَلْیَصْبِرْ عَلَیْہِ فَاِنَّہٗ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَۃَ شِبْرًا فَمَاتَ مَا مَاتَ اِلَّا مِیْتَۃً جَاہِلِیَّۃً۔ (رواھما البخاری ومسلم)

ترجمہ احادیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو اپنے امیر و حاکم کی کوئی بات بھی ناگوار ہو تو وہ اس پر صبر کرے (اسے برداشت کرے) کیونکہ جو شخص حکومت و سلطنت سے باہر ہوگیا تو اسکی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔ اور ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ جو شخص اپنے امیر و حاکم کی کوئی ناگوار بات دیکھے تو اس پر صبر کرے۔ کیونکہ جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھر بھی دور ہوگیا اب اگر وہ اسی حالت میں موت پا جاتا ہے تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔ دونوں روایات بخاری و مسلم کی ہیں۔

تشریح: حضرت مصنف نے فرمایا کہ ناگواری کا منشاء یہ ہو کہ اس بات سے اسے تکلیف پہنچتی ہو تو اسے برداشت ہی کرنا چاہیے (آپے سے باہر ہو کر مقابلہ میں نہ آجانا چاہئے) کیونکہ اس صورت میں جو خروج و بغاوت ہوگی اس سے دوسرے بہت سے فتنے اور شر پیدا ہو جائیں گے۔ لہذا مسلمان کو اس صورت حال سے

بچنے کے لئے تکلیف برداشت کرتے ہوئے صبر ہی کرنا چاہئے۔ اور حدیث میں یہ جو فرمایا گیا ہے کہ جو شخص حکومت وسلطنت سے خروج کرکے باہر ہو گیا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی موت ملت اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہوگی۔

دوسری روایت میں جو یہ کہا گیا ہے کہ جس نے جماعت مسلمین سے ایک بالشت کی دوری اختیار کی تو اس کا حشر بھی ایسا ہی ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان کو چاہئے کہ وہ اس ناگواری پر صبر کرکے برداشت کرے اور ملت کو افتراق وتفرقہ سے بچائے رکھے۔

ان حدیثوں میں امت کو اس بات سے ڈرایا گیا ہے کہ وہ امت میں اختلاف وتفرقہ پھیلانے اور جنگ وجدال کی آگ بھڑکانے سے بہت دور رہیں۔

اس موقع پر یہ بات بھی صاف ہو جانی چاہئے کہ امیر وحاکم کے خلاف خروج سے ممانعت کا حکم دو قیدوں کے ساتھ ہے۔ پہلی قید تو یہ ہے کہ مومن کو حاکم کی طرف سے کسی معصیت وناجائز کام کا حکم نہ دیا جا رہا ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے معاملہ میں کسی کی بھی فرمانبرداری نہ کی جائے گی۔ دوسری قید یہ ہے کہ وہ امیر وحکم بالکل کھلم کھلا کفر میں مبتلا نہ ہو گیا ہو۔ اگر ایسی صورت ہو تو حاکم کے خلاف خروج واجب وضروری ہے۔ اسے ہٹا کر صحیح مسلمان اور عادل شخص کو حاکم بنایا جائے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

ا و ۲۔ حسب دستور جاری رکھیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو حکم دیں کہ وہ امیر کی اطاعت کیا کریں اور ناگوار باتوں پر صبر ہی کریں۔

۴۔ اپنے سامعین کو امیر و حاکم کے خلاف خروج سے روکیئے اور اس کے بُرے انجام سے ڈرائیے۔

۵۔ اپنے سامعین کو امت میں تفرقہ پیدا کرنے اور پھوٹ ڈالنے کی حرمت سے آگاہ کیجئے۔

تیسرا درس

۳ر شوال المکرم	قَولُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَزَّ وَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا یَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْھِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُھُمْ ؕ وَکَثِیْرٌ مِّنْھُمْ فٰسِقُوْنَ ○ (الحدید ۱۶)

ترجمۂ آیت: کیا اہل ایمان کیلئے اب تک اس بات کا وقت آیا ہی نہیں کہ ان کے دل خدا تعالیٰ کی نصیحت کیلئے اور جو دین حق خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اس کیلئے جھک جائیں۔ اور یہ لوگ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو ان سے پہلے آسمانی کتاب دی جا چکی ہے (یعنی یہود و نصاریٰ) پھر اسی حالت میں ان پر زمانہ دراز گزر گیا اور توبہ نہ کی، پھر وہ دل خوب ہی سخت ہو گئے۔ اور ان میں سے بہت سے تو آج بھی پوری طرح فاسق (کافر و نافرمان) ہی ہیں۔

تشریح: آیت زیر درس کے مضمون سے یہ بات سمجھی جا سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں لوگوں کو ہر وقت ہنسی مذاق اور لہو و لعب میں مشغول رہنے پر تنبیہ فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر اور دین حق میں مشغولی اور خشوع و خضوع اختیار کرنے کی طرف ایک نہایت مؤثر انداز سے متوجہ فرمایا ہے کہ تم لوگ کب تک اپنے لہو و لعب اور ہر وقت کے ہنسی ٹھٹھے اور دل لگی و مذاق میں

مشغول رہوگے؟ خدا تعالےٰ کے ذکر اور دین حق میں مشغولی کب اختیار کروگے؟ کیا ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے؟ تمھاری یہ حالت تو ان اہل کتاب ہی جیسی لگتی ہے جنھیں تم سے پہلے آسمانی کتابیں (توراۃ و انجیل) دی جا چکی تھیں لیکن انھوں نے اس سے کوئی نصیحت حاصل نہیں کی اور لہو ولعب ہنسی مذاق میں لگے رہ گئے۔ جسکی وجہ سے ان کے دل سخت ہوگئے، دل کا خشوع ہی رخصت ہوگیا۔ اور دل جب سخت ہو جاتا ہے تو آدمی بے دھڑک بڑے بڑے گناہ کر ڈالتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو قساوت قلبی سے محفوظ رکھیں اور ہمارے دلوں میں خشیت وخشوع پیدا فرمادیں۔ کیونکہ دل کی قساوت کی وجہ سے آدمی نیک لوگوں کی صحبت اور ان کی نصیحت سے دور بھاگتا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے جملہ اہل ایمان (مردوں و عورتوں) کو اس بات سے ڈرایا ہے، تاکہ وہ اللہ والوں کی مجلسوں میں جائیں جس ان کی یہ قساوت دور ہو۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ مخاطبین کو خشوع کی کیفیت پیدا کرنے کی ترغیب دیں جو علمائے دین اہل دل کی خدمت ومجلس میں حاضری سے پیدا ہوتا ہے اور ذکر اللہ کی کثرت سے حاصل ہوتا ہے۔

۴۔ لہو ولعب اور ہنسی مذاق کی مشغولی سے پرہیز کرنے کی ہدایت کیجئے۔

۵۔ فسق وفجور سے دور رہنے کی تاکید کیجئے اس کے بُرے انجام (قساوت قلبی) سے ڈرائیے فقہی اصطلاح میں تو فسق وکفر دو الگ الگ لفظ ہیں۔ لیکن قرآن مجید میں فسق کا استعمال کفر کے لئے بھی آیا ہے۔

چوتھا درس

۴ر شوال المکرم | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی تَاْخُذَ اُمَّتِیْ بِاَخْذِ الْقُرُوْنِ قَبْلَھَا شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ فَقِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ کَفَارِسَ وَالرُّوْمِ فَقَالَ وَمَنِ النَّاسُ اِلَّا اُولٰئِکَ۔ (رواہ البخاری)

ترجمۂ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسوقت تک دنیا ختم نہ ہوگی یعنی قیامت نہ آئے گی جبتک کہ میری امت کے لوگ پچھلی امتوں کے بالکل نقش قدم پر نہ چلنے لگیں گے۔ تو آپ سے پوچھا گیا کہ پچھلی امتوں سے آپ کی مراد کیا ایرانی و رومی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ ہاں! ان کے سوا اور کون لوگ اس میں مراد لئے گئے ہیں۔

تشریح: زیر درس حدیث میں امت مسلمہ محمدیہ کیلئے یہ بات کہی گئی ہے کہ میری امت پچھلی امتوں کی پوری پوری نقل کرے گی، ان کے نقش قدم پر چلے گی۔ اس موقع پر "شبرًا بشبر" اور ذراعًا بذراع" کا محاورہ استعمال کیا گیا ہے جس کا حاصل بھی پوری پیروی ہے۔ یعنی جہاں ان میں فساد اور بگاڑ بالشت بھر ہوگا وہاں اس امت کا بگاڑ بھی بالشت بھر ہوگا۔ اور جہاں انکا فساد ہاتھ بھر ہوگا وہاں پر اس اُمت کا فساد بھی ہاتھ بھر ہوگا۔ اس بات کی تائید حدیث کی ایک دوسری روایت سے ہوتی ہے جسمیں کہا گیا ہے

کہ اگر پچھلی امتوں کا کوئی شخص گوہ کے بل میں گھسا ہوگا تو اس امت کا بھی کوئی شخص گوہ کے بل میں گھسے گا۔

اس حدیث کے مطابق جب حضرات صحابہ میں سے کسی نے آپ سے پوچھا کہ کیا آپ کی مراد ایران اور روم کے لوگ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ ہاں بھائی، ان کے سوا اور کون مراد ہوگا۔

شیخ جزائری فرماتے ہیں کہ آپ کا یہ ارشاد اس زمانہ کے لحاظ سے تھا کہ یہ دونوں قومیں بڑی قومیں تھیں، مگر ایک دوسری روایت میں یہ بات اس طرح نقل ہوئی ہے کہ ہم نے کہا یا رسول اللہ! کیا آپ کی مراد یہود و نصاریٰ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ ان کے سوا کون ہو سکتا ہے۔ دونوں روایتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے کیونکہ آتش پرست ایرانی اور یہود و نصاریٰ یہ تینوں ہی بڑے دشمنانِ اسلام ہیں۔ مجوسیوں اور یہودیوں ہی نے نصاریٰ کو اسلام دشمنی پر آمادہ کیا ہے۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور عمل کریں۔

۳۔ (لوگوں کو بتائیے کہ) حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم گوہ کے بل کی مثال دے کر اپنی امت کو ان شریروں کی اندھی اور قابل نفرت تقلید سے باز رکھنے کے لئے اس کے خطرہ سے آگاہ فرما رہے ہیں۔

۴۔ مسلمانوں کو کفار (ہنود و یہود اور نصاریٰ) کی نقل و مشابہت اور انکی صحبت سے دور رہنے کی ہدایت کیجئے تاکہ اسلامی تشخص باقی رہ سکے۔

پانچواں درس

۵ شوال المکرم | قولُ اللہِ تعالیٰ عزَّ وجلَّ | درس قرآن مجید

آیت شریفہ: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَةٍ اِلَّا ھُوَ رَابِعُھُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا ھُوَ سَادِسُھُمْ وَلَآ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَکْثَرَ اِلَّا ھُوَ مَعَھُمْ اَیْنَ مَا کَانُوْا ۚ ثُمَّ یُنَبِّئُھُمْ بِمَا عَمِلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝ (المجادلة ۷)

ترجمۂ آیت: اے ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کیا آپ نے اس پر نظر نہیں فرمائی کہ اللہ تعالےٰ سب کچھ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ تین آدمیوں کی کوئی سرگوشی ایسی نہیں ہوتی جس میں چوتھی ذات اللہ کی نہ ہوتی ہو، اور نہ پانچ آدمیوں کی سرگوشی ہوتی ہے جسمیں چھٹی ذات اللہ تعالےٰ کی نہ ہوتی ہو۔ اور نہ اس عدد سے کم کی سرگوشی میں نہ اس سے زیادہ لوگوں کی سرگوشی اللہ تعالےٰ کی ذات کے بغیر ہوتی ہے، وہ ہر حالت میں انکے ساتھ ہوتا ہے خواہ وہ لوگ کہیں بھی ہوں۔ پھر قیامت کے روز وہ ان سب کو ان کے کام بتادے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ کو ہر بات کی پوری خبر ہے۔

تشریح: آج کی زیرِ درس آیت شریفہ "اَلَمْ تَرَ" (کیا آپ نے اس پر نظر نہیں فرمائی) سے شروع ہوتی ہے جو ظاہر میں تو سوال واستفہام کی صورت میں ہے

مگر یہاں سوال واستفہام مراد نہیں ہے، بلکہ ایک جانی پہچانی اور دیکھی بھالی بات کو یاد دلا کر اسی بنیاد پر اگلی بات کہنا مقصود ہے۔ ایسے استفہام وسوال کو استفہام تقریری کہا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ بات تو آپ کو اچھی طرح معلوم ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ سب کچھ جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے، اس سے کوئی بات مخفی و پوشیدہ نہیں ہے۔ اور جب یہ حقیقت جانی پہچانی ہے تو اب یہ بھی جان لیجئے کہ "تین آدمیوں کی سرگوشی (خفیہ بات چیت) ہو یا پانچ چھ آدمیوں کی سرگوشی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کو سب کی خبر ہے۔ اور قیامت کے روز وہ ان لوگوں کو ان کے منصوبوں اور ارادوں اور ان کے کاموں سے باخبر بھی کر دے گا اور اسی کے مطابق ان کو سزا و جزا بھی دے گا۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱ و ۲۔ حسب دستور سابق عمل جاری رکھیں۔

۳۔ اس بات سے آگاہ فرما دیں کہ زمین و آسمان میں کہیں بھی جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ سب کا علم رکھتا ہے۔ کوئی بات اس سے مخفی و پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔

۴۔ یہ بھی بتائیے کہ ہر بندہ سے روز قیامت محاسبہ و بازپرس ہوگی، وہاں وہ اپنی کوئی حرکت و معصیت اللہ تعالیٰ سے مخفی نہ رکھ سکے گا اچھے کاموں کا بدلہ اچھا برے کا برا ملیگا۔

۵۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بات جائز نہیں رکھی ہے کہ تین آدمیوں میں سے دو آدمی سرگوشی کریں اور تیسرے کو اس سے بیخبر رکھیں، کیونکہ اس صورت میں تیسرے مسلمان کو ناگواری اور تکلیف ہوگی اور ایذائے مسلم حرام ہے۔ (عام طور پر لوگ اس کا لحاظ نہیں کرتے، اس پر عمل ضروری ہے۔ دوسرے آدمیوں کی موجودگی میں دو شخص سرگوشی نہ کیا کریں۔ یہ ممنوع ہے۔

چھٹا درس

۶ شوال المکرم	قَولُ النَّبِی صلّے اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم	درس حدیث شریف

حدیث شریف: یَقُوْلُ اللہُ عَزَّ وَجَلَّ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَاَنَا مَعَہٗ اِذَا ذَکَرَنِیْ فَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ ذَکَرْتُہٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِذَا ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَکَرْتُہٗ فِیْ مَلَاءٍ خَیْرٍ مِّنْھُمْ وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ ذِرَاعًا وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ بَاعًا وَاِنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُہٗ ھَرْوَلَۃً۔ (رواہ البخاری)

ترجمۂ حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہوں جو وہ میرے بارے میں رکھتا ہے۔ جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اُس کے پاس ہوتا ہوں۔ پس اگر وہ اپنی ذات میں مجھے یاد کرتا ہے تو میں بھی اپنی ذات میں اسے یاد کرتا ہوں، اور اگر وہ جماعت میں مجھے یاد کرتا ہے تو میں بھی اُس کا ذکر جماعت میں کرتا ہوں جو اُس کی جماعت سے بہتر ہے۔ اور اگر وہ مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اُس سے ایک گز قریب ہوتا ہوں اور جو میری طرف اپنی چال سے آتا ہے تو میں اُسکی طرف دوڑتے ہوئے آتا ہوں۔

تشریح: یہ حدیث قدسی ہے۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کا ارشاد نقل فرما رہے ہیں جو قرآن شریف سے علیحدہ آپکے ذریعہ امت تک پہنچا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ بندۂ مسلم جیسا

گمان میرے ساتھ رکھتا ہے میں اس کے گمان کے مطابق ہی اس سے معاملہ کرتا ہوں۔ مفسر قرطبی فرماتے ہیں کہ اس موقع پر گمان سے مراد مقبولیت دعا اور مقبولیت توبہ و مغفرت کا گمان مراد ہے۔ یعنی اگر دعا کرنے وقت مقبولیت دعا کا گمان کئے ہوئے ہے تو دعا قبول کر لیتا ہوں، اسی طرح گناہوں سے توبہ کے وقت مقبولیت توبہ کا گمان کئے ہوئے ہے تو اسکی توبہ بھی قبول کر لیتا ہوں

اللہ کے بندے سوچیں کہ یہ اللہ تعالےٰ کا کس درجہ بڑا فضل و احسان ہے کہ ہمارے لئے اللہ تعالےٰ کے ساتھ اچھا گمان رکھنا بھی کوئی مشکل مجاہدہ ہے جو ہم نہیں کر سکتے ؎

جو مانگنے کا طریقہ ہے اس طرح مانگو ۔۔۔ درِ کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا

اس حدیث میں بندہ اور خدا دونوں ہی کیلئے ایک کے دوسرے سے قریب ہونے کا ذکر کیا گیا ہے اسکو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ بندہ کا اللہ تعالیٰ سے قرب ذکر اللہ، تلاوتِ قرآن مجید اور نفل عبادات کے ذریعہ ہوتا ہے اور اللہ تعالےٰ اسکے بدلہ میں اسے اس کا انعام دیکر بندہ کے قریب ہوتے ہیں۔ اس حدیث میں اللہ تعالےٰ نے وہ زبان اور وہ تعبیر اختیار کی ہے جسے عام آدمی بھی آسانی سے سمجھ لے، ورنہ اللہ تعالےٰ جسم و بدن اور ہاتھ پاؤں نہیں رکھتے، وہ اس سے منزہ و پاک ہیں۔

مُرِیْ کیلئے ہدایات

۱ اور ۲۔ حسبِ معمول عمل جاری رکھیں۔

۳۔ اللہ تعالےٰ کے ساتھ نیک گمان ہر مسلمان بندہ پر واجب ہے اور یہ کوئی مشکل کام یا بڑا مجاہدہ بھی نہیں ہے۔ کاش اللہ کے بندے اسے سمجھ لیں اور اپنا لیں۔

۴۔ مگر اس کے ساتھ یہ بات بھی سمجھ لیں کہ اللہ تعالےٰ سے نیک گمان رکھنے کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ بے دھڑک گناہ

کیلئے انھیں چھوٹ مل گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ حکیم و عادل ہیں لہذا انکے ساتھ حسن ظن کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بیدھڑک گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے اور حسن ظن رکھے کہ وہ معاف کردیگا۔ اسی طرح وہاں بھی نہ ہوگا کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی پوری اطاعت کرتا رہے اور وہ اس کے باوجود اسے عذاب دے۔

۵۔ ذکر قلبی کی فضیلت سے بھی آگاہ فرماویں۔ ذکر علیحدہ علیحدہ قلب و لسان سے بھی ہوتا ہے اور ایک ساتھ بھی ہوتا ہے۔

۶۔ بندے جس قسم کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ رکھیں گے اللہ تعالیٰ کا معاملہ بھی لوگوں کے ساتھ اسی کے مطابق ہوگا۔ لیکن اللہ تعالیٰ عفوّ و غفور بھی ہیں اس لئے چاہیں تو ہر حال میں معاف بھی کردیں۔

ساتواں درس

۷ رشوال المکرم | قَوْلُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ | درس قرآن مجید

آیات شریفہ: فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ (الزلزال ۷ - ۸)

ترجمہ آیات: توجس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی اسے اس کا بدلہ آخرت میں ملے گا۔ اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی اسے اس کا بدلہ آخرت میں ملے گا۔

تشریح: زیر درس آیت میں "مِثْقَالَ ذَرَّةٍ" کی تعبیر آئی ہے۔ ذرّہ سے مراد بہت چھوٹی بے مقدار بے قیمت چیز، جیسے چیونٹی کا سر یا رائی کا دانہ وغیرہ۔

آیت شریفہ میں ہر شخص کے اعمال سے متعلق اچھائی اور برائی کے دونوں پہلو ذکر کئے گئے ہیں کہ ہر نیکی اور بھلائی کا اچھا بدلہ اور ہر برے عمل اور برائی کا برا بدلہ ملے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی شان بخشش و کریمی کو نظر میں رکھتے ہوئے یہ امید بھی رکھی جاسکتی ہے کہ وہ نیکی کے معاملہ میں ہر نیکی کا بدلہ تو ضرور ہی دیں گے، اور برائیوں کے معاملہ میں شان کریمی و بخشش سے کام لیتے ہوئے چھوٹی موٹی برائیوں کو بغیر توبہ یونہی معاف فرمادیں اور اسکی کوئی سزا نہ دیں لیکن کفر و شرک کی برائی چونکہ داخلہ جنت کیلئے رکاوٹ بنتی ہے۔ اس لئے ان گناہوں کی معافی قبول اسلام اور توبہ کے بغیر نہیں ہوسکتی۔

باقی رہی یہ بات کہ کافر جو نیک کام کرتا ہے تو اسے آخرت میں کیا ملیگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کافر دنیا میں جو نیکیاں کرتا ہے تو اس کا بدلہ کھانے پینے

اور دنیاوی عیش وآرام کی صورت میں اسے دنیا ہی میں نقد دے دیا جاتا ہے آخرت کیلئے کچھ باقی نہیں رکھا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عبداللہ بن جدعان کے بارے میں سوال کیا کہ عبداللہ بن جدعان جو موسم حج میں حاجیوں کی ضیافت کیا کرتا تھا، انھیں پوشاکیں دیا کرتا تھا۔ اسے اس کا ثواب ملیگا؟ آپ نے فرمایا، نہیں! کیونکہ اس نے کبھی یہ کہہ کر اپنی غلطیوں کا اقرار نہیں کیا تھا نہ مغفرت چاہی تھی۔ "رَبِّ اغْفِرْ لِي خَطِيْئَتِي يَوْمَ الدِّيْنِ" (اے میرے پروردگار! قیامت کے دن میری خطائیں بخش دیجئے گا۔)

اور جیسا کہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ یہ آیت زیر درس "فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ" نازل ہوئی۔ تو ابوبکر صدیق ؓ نے کھانے سے اپنے ہاتھ روک لئے اور کہا کہ میری نظر میں اپنی وہ ساری نیکیاں اور برائیاں ہیں جو میں نے کی ہیں۔ تو مجھے اپنی ہر نیکی اور برائی کا بدلہ ملنا ہے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنی جو برائیاں دیکھ رہے ہو، وہ یقیناً بہت زیادہ ہیں لیکن اللہ تعالٰی نے تمھاری بہت سی نیکیوں کا ذخیرہ اپنے پاس جمع کر رکھا ہے جس کا بدلہ تمھیں قیامت میں دیا جائے گا اس آیت کی تصدیق قرآن مجید کی اس آیت سے ہوتی ہے۔ "مَا اَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْ عَنْ كَثِيْرٍ" (دنیا میں تمھیں جو مصیبت پہنچی ہے وہ تمھارے ہاتھوں کے کرتوت سے پہنچتی ہے اور اللہ تعالٰی بہت سی برائیاں تو معاف فرماتے ہی رہتے ہیں۔)

مُربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسبِ دستور درس کا ترجمہ و تشریح سامعین کو سمجھا کر سنا دیں۔

۳ و ۴۔ اپنے سامعین کو بتا دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مومن بندوں کی بہت سی برائیوں اور گناہوں کا بدلہ مختلف قسم کی آزمائشوں، بیماریوں اور مصیبتوں کی شکل میں بھی دیکر آخرت کی جوابدہی آسان فرما دیتے ہیں۔ اسی طرح کافر کو اسکی نیکیوں کا بدلہ دنیا ہی میں دیدیا جاتا ہے اور آخرت میں وہ خالی ہاتھ رہے گا۔

۵۔ سامعین کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وہ واقعہ سنائیے کہ ان کے پاس ایک دانہ انگور تھا۔ انھوں نے حاضرین میں سے کسی کو اشارہ کیا کہ وہ دانۂ انگور خیرات کر دے۔ مخاطب یہ اشارہ پا کر حضرت صدیقہ رض کو تعجب سے دیکھنے لگے کہ ایک دانہ انگور بھی کہیں صدقہ کیا جاتا ہے؟ بھلا اس سے کیا ملیگا؟ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ تم اس ایک دانہ انگور کو معمولی بے مقدار اور بے قیمت سمجھ رہے ہو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ " فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ " افسوس کی بات ہے کہ ہم خلوص و اخلاص کی نعمت سے محروم ہیں۔ نفاق و نمائش کے پرانے مریض ہیں۔ جسکی وجہ سے نیکیوں کی کتنی دولت سے جو بآسانی مل سکتی ہے ہم محروم رہ جاتے ہیں۔

۶۔ سامعین کو یہ حدیث شریف بھی یاد دلائیے "اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ" (لوگو! دوزخ کی آگ سے بچو۔ کچھ صدقہ کرتے رہا کرو۔ خواہ آدھی کھجور ہی کیوں نہ ہو۔

آٹھواں درس

۸ر شوال المکرم	قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	درس حدیث شریف

حدیث شریف: اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ شُفِّعْتُ فَقُلْتُ يَا رَبِّ اَدْخِلِ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ خَرْدَلَةٌ فَيَدْخُلُوْنَ ثُمَّ اَقُوْلُ اَدْخِلِ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ اَدْنٰى شَيْءٍ۔

(رواہ البخاری)

ترجمہ حدیث: حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب قیامت کا روز ہوگا تو میں سفارشی بنایا جاؤں گا (میری شفاعت قبول کی جائے گی) تو میں کہوں گا، اے میرے رب! جنت میں ہر اُس شخص کو داخل فرما دیجئے جس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہو، تو بہت سے لوگ (میری اِس شفاعت کی وجہ سے) جنت میں داخل کئے جائیں گے۔ پھر میں کہوں گا (اے میرے رب!) جنت میں ہر اُس شخص کو داخل فرما دیجئے جس کے دل میں ایمان کی معمولی سی رمق بھی (رائی کے دانہ سے بھی کم) ہو۔ (بخاری)

تشریح: حضرت شیخ جزائری (متعنا اللہ بافاداتہم) نے زیر درس حدیث شریف کی تشریح میں اس مجمل حدیث کی تفصیل اس طرح تحریر فرمائی ہے کہ جب قیامت قائم ہوگی اور سب لوگ میدان حشر میں اللہ تعالےٰ کا فیصلہ سننے کیلئے اکٹھے کھڑے ہوں گے، اور قیامت کا دن بہت طویل دن ہوگا جسکی مدت قرآن مجید (سورۂ سائل) پچاس ہزار سال بتائی گئی ہے۔ اس طویل دن میں

میدان حشر میں سب کا فیصلہ سننے کیلئے گرمی اور دھوپ میں کھڑے رہنا بہت ہی سخت ہوگا۔ لوگ اس تکلیف کو دور کرانے کیلئے شفاعت وسفارش کرنے والے کی تلاش میں ہوں گے کہ کس کی شفاعت حاصل کریں کہ اس تکلیف سے نجات ہو۔ شفاعت کے لئے باری باری ہر پیغمبر کے پاس جائیں گے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام سے شفاعت کرنے کی درخواست کریں گے۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام وحضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام سے درخواست کریں گے۔ مگر ہر ایک اپنی کسی نہ کسی کوتاہی ولغزش کو یاد کرکے معذرت کر دے گا کہ اللہ تعالیٰ اس وقت بہت جلال کے عالم میں ہیں میری ہمت نہیں ہے کہ میں شفاعت کروں۔ سب سے آخر میں لوگ حضور سرور کائنات شافع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ سے شفاعت کی درخواست کریں گے۔ تو آپ ایک خاص انداز سے ارشاد فرمائیں گے، "اَنَا لَهَا، اَنَا لَهَا" (اس مشکل کام کیلئے میں ہی ہوں، میں ہی یہ کام کروں گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ "اسراء" میں آپ کو مقام محمود پر فائز ہونے کی خوشخبری سنا دی ہے۔ (احقر مترجم نے اپنے استاذ محترم حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ سے کسی عربی شاعر کا یہ شعر سنا ہے ؎

اَلَمْ یُرْضِكَ الرَّحْمٰنُ فِیْ سُوْرَةِ الضُّحٰی
فَمَاشَاكَ اَنْ تَرْضٰی وَفِیْنَا مُعَذَّبٌ

(کیا خدائے رحمٰن نے آپ کو راضی کرنے کی بات سورہ "ضحیٰ" میں نہیں کہی ہے تو پھر یہ بات آپ کی ذات رحمت سے بہت بعید ہے کہ ہم میں سے کسی کو بھی عذاب دیا جا رہا ہو اور آپ (اُسے عذاب سے نجات دلائے بغیر) راضی ہو جائیں۔)

الغرض آپ شفاعت کی درخواست کرنے کیلئے عرش خداوندی کے سامنے سجدے میں گر پڑیں گے۔ اس وقت اللہ تعالےٰ اپنی حمد کے مختلف کلمات آپ کو القاء فرمائیں گے اور آپ ان کلمات کے ساتھ شفاعت کی درخواست کریں گے۔ جس کے نتیجہ میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہوگا کہ اے ہمارے رسول محمد! صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم، اب سجدہ سے اپنا سر اٹھالو اور شفاعت کرو، تمھاری شفاعت منظور ہوگی۔ تب سجدہ سے سر اٹھائیں گے اور درخواست کریں گے کہ اے اللہ! ہر اُس شخص کو جنت میں داخل فرمادے جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان ہو۔ تو بہت سے لوگ جنت میں داخل کردیئے جائیں گے۔ اسی طرح دوبارہ ہوگا۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب معمول عمل جاری رکھیں۔

۳۔ یہ شفاعت کوئی بھی اللہ تعالےٰ کی مرضی کے بغیر نہیں کرے گا۔

۴۔ اس حدیث سے ایمان کی قدر و قیمت معلوم ہوتی ہے کہ ایمان کی تھوڑی مقدار بھی دوزخ سے نجات پانے یا ہمیشہ کی دوزخ سے بچنے کا ذریعہ ہوجاتی ہے

۵۔ جس کے دل میں ذرا سا بھی ایمان ہوتا ہے تو وہ ایمان اسے توحید پر آمادہ اور شرک سے دور رکھتا ہے۔

۶۔ آخرت کا عالم دو ٹھکانوں میں بٹا ہوا ہے۔ اچھے ٹھکانے کو جنت اور برے ٹھکانے کو دوزخ کہتے ہیں۔ جنت آسمان میں عرش کے نیچے ہے اور دوزخ زمین کے نیچے ہے جس کے بہت سے درجے ہیں۔ آخری درجہ سجّین ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو دوزخ سے محفوظ رکھیں۔ آمین!

نواں درس

۹ شوال المکرم	قول اللہ تعالیٰ عزوجل	درس قرآن مجید

آیات شریفہ: وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّيٓ أَرَىٰ سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعَ سُنبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ ۖ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي رُؤْيَايَ إِن كُنتُمْ لِلرُّؤْيَا تَعْبُرُونَ ○ قَالُوٓا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ ۖ وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَامِ بِعَالِمِينَ ○ (یوسف ۴۳-۴۴)

ترجمہ آیات: بادشاہ (مصر) نے کہا کہ میں (خواب میں) دیکھ رہا ہوں کہ سات موٹی گائیں ہیں جنھیں سات دُبلی پتلی (مریل) گائیں کھا رہی ہیں۔ اور گیہوں کے سات خوشے ہرے بھرے ہیں اور دوسرے سات خوشے سوکھے ہیں۔ تو اے اہل دربار! مجھے میرے خواب کی تعبیر بتاؤ، اگر تم خواب کی تعبیر دیتے ہو۔ ان لوگوں نے کہا کہ یہ تو خواب پریشان ہے اور ہم ایسے خوابوں کی تعبیر نہیں جانتے۔

تشریح: مصر کے جس بادشاہ نے یہ خواب دیکھا تھا اس کا نام ریان بن الولید تھا بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش جس فرعون کے ہاں ہوئی تھی اس کا نام ریان بن ولید تھا۔ کتاب کے محشی نے خوب کہا کہ یہ ایسی باتیں ہیں جن کے علم سے کوئی خاص فائدہ نہیں اور جن سے ناواقف رہنے میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ اہل دربار جب خواب کی تعبیر نہ بتا سکے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر بتائی تھی اور اسی انتظام کے لئے

حکومت کے وزیر خوراک بنے تھے۔

مربی کیلئے ہدایات

۱ و ۲۔ حسب دستور سابق عمل جاری رکھیں۔

۳۔ آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ سوتے میں جو خواب دکھائی دیتے ہیں ان میں سے جو سچے خواب ہوتے ہیں وہ منجانب اللہ رحمانی خواب ہوتے ہیں۔ اور اضغاث احلام (پریشان خواب) شیطانی خواب ہوتے ہیں۔

۴۔ یہ بات بھی معلوم رہے کہ سچے خواب بھی کبھی کبھی کسی غیر مسلم کو بھی دکھلائے جاتے ہیں، جیسا کہ شاہ مصر کا یہ خواب سچا تھا اور بہت اہم خواب تھا مگر شاہ مصر مسلمان نہ تھا۔ لیکن اس کی تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام نے دی تھی جو بالکل صحیح نکلی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو تعبیر خواب کا علم دیا تھا۔

۵۔ یہ بات بھی معلوم رہے کہ اگر کسی کو ایسا خواب دکھائی دے جو ناگوار اور تکلیف دہ ہو تو اسے چاہیئے کہ اس خواب کے مضرت و نقصان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہے اور ایسے خواب کا کسی سے ذکر نہ کرے۔ ہاں خواب اچھا ہو تو عقلمند اور ہمدرد لوگوں سے اس کا تذکرہ کر دے، کیونکہ خواب کی جو تعبیر دی جاتی ہے اکثر وہ واقع بھی ہو جاتی ہے۔ اس لئے خواب کا تذکرہ عقلمند اور ہمدرد ہی سے کرنا چاہیئے۔

سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ، وَاللهُ اَكْبَرُ۔

دسواں درس

۱۰ شوال المکرم	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	درس حدیث شریف

حدیث شریف: اِذَا رَأٰی اَحَدُکُمْ رُؤْیَا یُحِبُّھَا فَاِنَّمَا ھِیَ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی فَلْیَحْمَدِ اللّٰہَ تَعَالٰی عَلَیْھَا وَلْیُحَدِّثْ بِھَا وَاِذَا رَأٰی غَیْرَ ذٰلِکَ مِمَّا یَکْرَہُ فَاِنَّمَا ھِیَ مِنَ الشَّیْطٰنِ فَلْیَسْتَعِذْ مِنْ شَرِّھَا وَلَا یَذْکُرْھَا لِاَحَدٍ فَاِنَّھَا لَا تَضُرُّہٗ۔ وَقَالَ: لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ۔ وَقَالُوْا وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ؟ قَالَ الرُّؤْیَا الصَّالِحَۃُ۔

(رَوَاھُمَا الْبُخَارِیُّ)

ترجمہ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص اچھا خواب دیکھے جسے وہ پسند کرتا ہو تو ایسا خواب اللہ تعالٰی کی طرف سے ہوتا ہے، تو اس پر اللہ تعالٰی کا شکر ادا کرے اور اسے دوسرے ہمدرد دوستوں سے بیان بھی کر دے۔ اور اگر اس کے سوا کوئی برا اور ناگوار خواب دیکھے تو وہ شیطان کی طرف سے ہے، اس کا کسی سے تذکرہ نہ کرے، انشاء اللہ تعالٰی وہ اسے کوئی نقصان نہ دے گا۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ (نبوت ختم ہو جانے کے بعد) اب نبوت کے سلسلہ میں صرف مبشّرات ہی باقی رہ گئے ہیں۔ صحابہ نے دریافت کیا کہ "یہ مبشرات کیا ہیں" آپ نے فرمایا کہ اچھے خواب۔

تشریح: اچھے خواب کے پسندیدہ محبوب ہونے کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ اسے اس خواب سے مسرت اور خوشی حاصل ہوتی ہے۔ ایسے خواب اللہ تعالٰی کی طرف سے

ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ فرشتے اس کے لئے مقرر ہیں کہ وہ اللہ کے بندوں کو اچھے خواب دکھلا کر انکی تفریح قلب کا سامان کیا کریں۔

اور اگر کوئی ناپسند و ناگوار خواب دیکھتا ہے تو یہ شیطانی عمل ہے۔ وہ مومن بندوں کو غم و فکر میں مبتلا کرنے کیلئے انھیں برے خواب دکھلا کر رنج و غم میں ڈالتا ہے ایسے برے خواب دیکھے تو اللہ تعالےٰ سے پناہ مانگے۔ انشاء اللہ تعالےٰ نقصان سے محفوظ رہے گا۔ برا خواب دیکھنے پر تین مرتبہ یہ دعا پڑھ لے:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَارَأَیْتُ فِیْ رُؤْیَایَ اَنْ یَضُرَّنِیْ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَایَ (اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس خواب کے شر سے کہ یہ مجھ کو میرے دین یا میری دنیا میں کوئی نقصان پہنچائے)

دوسری حدیث شریف میں جن خوابوں کو مبشرات کہا گیا ہے وہ ایک طرح کی خوشخبری ہی ہوتے ہیں، خواہ خواب دیکھنے والے کے حق میں یا اس شخص کے حق میں جس سے متعلق خواب دیکھا گیا ہے۔

مربی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور سابق عمل جاری رکھیں۔

۳۔ معلوم ہونا چاہئے کہ خوش کن اچھے خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ۱/۴۶ مانے گئے ہیں جس کی تفصیل اس طور پر ہے کہ چالیس سال کی عمر میں آپ کی بعثت ہوئی اور پہلی وحی "اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ" سے لیکر پانچ آیات نازل ہوئیں۔ اس وقت سے آپ نبوت و پیغمبری کا

کارِ منصبی انجام دینے لگے۔ ۲۳ سال کے بعد ۶۳ سال کی عمر میں آپ رفیق اعلیٰ سے جاملے۔ اعلان نبوت سے چھ ماہ پہلے سے ہی آپ کو مبشرات (اچھے سچے خوابوں) کے مرحلہ سے گزارا گیا۔ ان مبشرات کے ذریعہ آپ کو عرفان ذاتِ حق کے ساتھ ساتھ یہ بھی علم ہوا کہ آپ کسی غیبی طاقت کے اشاروں ہی پر سارے کام انجام دے رہے ہیں۔ وہ ذات جو چاہتی ہے وہ کام آپ سے لے لیتی ہے۔ اسی کو کہا گیا ہے " وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۙ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى "۔ ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود — گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

جب بعثت کے بعد کی مدت حیات ۲۳ سال ہے اور چھ ماہ کی مدت مبشرات کی ہے، تو حاصل یہی ہوا کہ مبشرات مدت کارِ نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں۔

۴۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ خواب کی تعبیر کبھی کچھ تاخیر سے سامنے آتی ہے اور کبھی قریبی زمانہ میں آجاتی ہے۔ جیسے حضرت یوسفؑ نے بچپن میں چاند، سورج اور گیارہ ستاروں کو اپنے سامنے سجدہ کرتے دیکھا تھا۔ اس کی تعبیر چالیس سال کے بعد سامنے آئی۔

۵۔ زیرِ درس حدیث سے یہ بات معلوم ہوچکی ہے کہ خواب دو طرح کے ہوتے ہیں۔ اچھے اور برے۔ اچھے خواب خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں۔ اس پر شکر کرے۔ اور برے خواب شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں۔ اس کے شر سے پناہ مانگے۔

گیارہواں درس

۱۱ شوال المکرم	قولُ اللہِ تعالیٰ عزّوجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ (الانفال ۲۵)

ترجمہ آیت: اور (اے ایمان والو!) تم لوگ ایسے وبال (اللہ تعالیٰ کی آزمائش) سے بچو جو خاص انہی لوگوں پر واقع (اور انہی تک محدود) نہیں ہوگا جو گناہوں کے ظلم کے مرتکب ہوئے ہیں (بلکہ ان سے بڑھ کر دوسروں تک بھی پہنچے گا) اور یہ بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔

تشریح: آیت زیر درس "وَاتَّقُوْا" کے امر تقویٰ سے شروع ہوئی ہے اور "اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ" پر ختم ہوئی ہے۔ اول سے آخر تک نہایت ہی پرجلال انداز میں اللہ تعالیٰ نے ہم مسلمانوں کو (پوری امت مسلمہ کو) ایک ایسے فتنہ سے ڈرایا ہے جس کا عذاب و وبال صرف گنہگاروں ہی تک محدود نہیں رہے گا بلکہ وہ پوری امت کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا، نیکوکار بھی بدکاروں کے ساتھ مبتلائے عذاب ہوں گے۔ تشریح میں آگے بڑھنے سے پہلے یہاں پر اس حدیث کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ایک فرشتہ کو حکم دیں گے کہ "فلاں بستی کو بالکل الٹ دو" وہ فرشتہ عرض کرے گا کہ

میرے پروردگار! اس بستی میں ایسے عبادت گزار بھی ہیں جو ہر دم تیرے ذکر وعبادت میں مشغول رہتے ہیں، کیا ان کے سمیت بستی اُلٹ دی جائے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ ہاں! ان کے سمیت بستی اُلٹ دو۔ کیونکہ ان عبادت گزاروں کے سامنے منکرات ومعاصی کا ارتکاب کیا جاتا تھا اور ان کے چہرے سے کوئی ناگواری ظاہر نہیں ہوتی تھی۔

زیر درس آیت کی تفسیر میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہی فرماتے ہیں کہ منکرات ومعاصی پر روک ٹوک برابر کرتے رہیں ورنہ یہی فتنہ سامنے آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب صرف گنہگاروں تک محدود نہیں رہیگا بلکہ سب کو لپیٹ میں لے لیگا۔

اُمّ المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اس آیت کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہم لوگ ایسی صورت میں بھی ہلاک ہو جائیں گے کہ جب کہ ہم میں صالحین اور نیک بندے بھی موجود ہوں گے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ہاں جب معاصی اور برائیاں زیادہ ہو جائیں گی تو ایسا ہو جائیگا۔

اسی طرح ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب معاصی علانیہ کئے جانے لگیں تو اللہ تعالیٰ کی گرفت عام ہو جاتی ہے۔ تو میں نے پوچھا کیا ان میں نیک لوگ نہ ہوں گے۔ آپ نے فرمایا۔ کیوں نہیں، نیک لوگ بھی ہوں گے۔ تو میں نے کہا، ان کا کیا حشر ہوگا؟ آپ نے فرمایا۔ جو عذاب ظالموں گنہگاروں پر آئے گا وہی ان پر بھی آئے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو

اس فتنہ سے محفوظ رکھیں۔ اور اس کی صورت صرف یہی ہے کہ منکرات و معاصی پر روک ٹوک برابر کی جاتی رہے، جو ایک مدت سے بالکل متروک ہے۔ حالانکہ جماعتوں کی چلت پھرت خوب ہو رہی ہے، مگر نہی عن المنکر کا دروازہ ہی بند کر دیا گیا ہے۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱ و ۲۔ حسب دستور سابق عمل کریں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرنا اور فتنوں سے دور رہنا واجب و ضروری ہے اور بھلائیوں کی دعوت دینا، دوسروں کو بھلائی کی طرف بلانا اور برائیوں سے روکنا فتنوں سے بچنے کے لئے ضروری ہے۔

۴۔ قرآن مجید میں لفظ ظلم معصیت و شرک کیلئے بھی استعمال کیا گیا ہے اس آیت میں ظلم سے معاصی کا ارتکاب ہی مراد ہے۔ اس پر نکیر نہ ہوگی تو عذاب سب پر آئے گا۔

۵۔ لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے چھوڑنے سے منع کیجئے اور بتلائیے کہ اس کا چھوڑنا دنیا اور آخرت دونوں میں ہلاکت اور خسارہ کا سبب ہے

بارہواں درس

۱۲ر شوال المکرم	قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	درس حدیث شریف

حدیث شریف: أَنَا عَلَى حَوْضِي أَنْتَظِرُ مَنْ يَرِدُ عَلَيَّ فَيُؤْخَذُ بِنَاسٍ مِنْ دُونِي فَأَقُولُ أُمَّتِي فَيَقُولُ لَا تَدْرِي مَشَوْا عَلَى الْقَهْقَرَى۔ قَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِكَ أَنْ نَرْجِعَ عَلَى أَعْقَابِنَا أَوْ نُفْتَنَ۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اپنے حوض (کوثر) پر لوگوں کا منتظر بیٹھا ہوں گا کہ کون میرے پاس کوثر پینے آتا ہے کہ (دیکھوں گا کہ) میرے پاس آنے والے کچھ لوگوں کو میرے پاس آنے سے پہلے ہی پکڑ لیا گیا ہے، تو میں کہوں گا کہ یہ میری امت کے لوگ ہیں۔ تو وہ پکڑنے والا کہے گا کہ آپ کو علم نہیں ہے یہ لوگ (آپ کی وفات کے بعد) اُلٹے پاؤں ہی اپنی پچھلی حالت پر لوٹ گئے تھے۔ (مشہور تابعی) حضرت ابن ابی ملیکہ (اس روایت کو بیان کرتے وقت اس صورت حال سے پناہ مانگتے تھے اور یہ دعا کیا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِكَ أَنْ نَرْجِعَ عَلَى أَعْقَابِنَا أَوْ نُفْتَنَ (اے اللہ! ہم تیری پناہ چاہتے ہیں اس بات سے کہ ہم اُلٹے پاؤں دین وہدایت سے پھر کر بے دین و گمراہ ہو جائیں یا کسی فتنہ میں پڑ جائیں۔)

تشریح: زیر درس حدیث میں روز قیامت سے متعلق ایک نہایت ہی اہم اور قابل توجہ بات کہی گئی ہے جو مسلمانوں کے اس طبقہ کے لئے خاص طور پر

قابل غور و توجہ اور لائق عمل ہے جو اسلام سے وابستہ اور شریعت محمدیہ کی پابندی اور عشق و محبت رسول کا سرگرم مدعی ہونے کے باوجود شرک و بدعات کی گمراہیوں میں بھٹک رہا ہے، مگر اپنی حقیقت سے بے خبر ہے۔ اپنے سوا کسی دوسرے کو مسلمان ہی نہیں سمجھتا ہے۔

آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ روز قیامت میں اپنے حوض (کوثر) پر بیٹھا ہوا اپنی امت کے لوگوں کا انتظار کر رہا ہوں گا کہ کون میرے پاس حوض کوثر کا جام لینے کیلئے آتا ہے، جس کا ایک ہی گھونٹ پینے کے بعد اس کی پیاس بالکل ہی بجھ جائے گی، کہ دیکھتا ہوں کہ میرے قریب ہی سے کچھ لوگ پکڑے جا رہے ہوں گے۔ میں کہہ اٹھتا ہوں کہ یہ لوگ میرے امتی ہیں، پکڑنے والا یہ کہے گا کہ آپ کو کیا خبر، ان لوگوں نے آپ کے بعد کیسی کیسی بدعات اور شرک کی کیسی کیسی گنجائشیں پیدا کر لی تھیں۔ یہ آپ کے امتی نہیں رہ گئے ہیں۔ اس موقع پر (راوی حدیث مشہور تابعی) حضرت ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں کہ میں تو اللہ تعالےٰ سے یہ دعا مانگتا ہوں کہ اے اللہ! مجھے اس بات سے بچا کہ میں صحیح دین اختیار کر لینے کے بعد الٹے پاؤں پھر کفر و شرک کی طرف لوٹ جاؤں

یہ حضرت ابن ابی ملیکہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے تیس صحابہ کرامؓ کو دیکھا ہے جو اسی خوف و خطرہ سے اپنے آپ کو منافق سمجھتے تھے (اب ہم جیسے لوگ کیسے صاحب ایمان ہونے کا دعویٰ کر سکتے ہیں؟ کس منہ سے یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے۔)

مُربّی کیلئے ہدایات

۱ و ۲۔ حسب دستور سابق عمل کریں۔

۳۔ ہم سب کو اس بات سے ڈرنا چاہیئے کہ ہم ہدایت کے بعد پھر گمراہ ہو جائیں۔

۴۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جہالت و ناواقفیتِ دین کی وجہ سے آدمی پھر گمراہ ہوتا ہے۔

۵۔ گمراہی سے بچنے کا ذریعہ صرف علم دین، کتاب اللہ اور سنت رسول کا علم ہے۔ ان کے سوا دوسری چیزوں سے دور رہنا چاہیئے۔

۶۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء کرام کے سوا کوئی انسان معصوم نہیں ہے۔ جو ہدایت چاہے گا اور اسکی راہ چلیگا وہ ہدایت پاجائے گا۔ اور جو گمراہی کا راستہ چلے گا گمراہ ہوگا۔

تیرہواں درس

۱۳ شوال المکرم	قول اللہ تعالیٰ عزوجل	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ ۚ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ وَلَا تُظْلَمُونَ فَتِيلًا ۝ (النساء ۷۷)

ترجمہ آیت: آپ فرمادیں کہ دنیا کی لطف اندوزی بہت محدود اور تھوڑی ہے۔ اور آخرت ہی بہرحال بہتر اور باقی رہنے والی ہے (مگر یہ اسی کا حصہ ہے جو تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرے۔ اور تم پر ذرا بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔

تشریح: آیت زیر درس میں اللہ تعالیٰ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم دے رہے ہیں کہ آپ ان لوگوں کو جو حکم جہاد کو مؤخر کرنے کی خواہش ظاہر کر رہے ہیں، یہ فرمادیں کہ دنیا کی لطف اندوزی صرف چند روزہ ہے۔ اہل ایمان واہل تقویٰ کیلئے آخرت ہی بہتر ہے۔

آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ہجرت مدینہ کے بعد جب جہاد کا حکم دیا گیا تو منافقین نے یہ فرمائش کی کہ ابھی ہم لوگ کمزور و بے سروسامان ہیں، ابھی اللہ تعالیٰ جہاد کا حکم نہ دیتے، جب ہم پوری طرح تیار و طاقتور ہو جاتے تب جہاد کا حکم کیا جاتا۔ یہ بات صرف بناوٹی بات تھی۔ ورنہ جہاد میں انھیں اپنی موت نظر آرہی تھی اس لئے وہ اسے ٹالنا ہی چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بناوٹی بات سمجھ لی اور یہ آیت نازل فرماکر جہاد کو مؤخر نہیں کیا۔ اور اگلی آیت میں اشارۃً یہ بات بھی کہہ دی کہ تم جہاد میں جاؤ یا نہ جاؤ، تم کو تو موت آنی ہی ہے۔ تم جہاں بھی رہوگے موت تم کو آدبوچے گی

چاہے تم کسی مضبوط قلعہ میں قلعہ بند ہی کیوں نہ ہو جاؤ۔ تمھاری یہ بہانہ بازی تم کو یقینی موت سے بچا نہ سکے گی۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور سابق جاری رکھیں۔

۳۔ اس موقع پر دنیا کی حقارت اور اسکی ناپائداری اچھی طرح سمجھ لیجئے اور سمجھا دیجئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی اور دنیا کی مثال اس طرح بیان فرمائی ہے جس طرح کوئی مسافر راستہ چلتے چلتے تکان دور کرلے یا درخت کا سایہ حاصل کرنے کیلئے کسی سایہ دار درخت کے نیچے ذرا دیر کو بیٹھ جائے اور پھر وہاں سے اُٹھ کر اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جائے۔

۴۔ حکم جہاد کو مؤخر کرنے کی جو بات منافقین نے گڑھی تھی بہت سے ضعیف الایمان لوگ بھی ان کے ہمنوا ہو گئے تھے۔ ضرورت ہے کہ لوگوں کو ضعف ایمان کے خطرہ سے آگاہ کیا جائے اور اس سے بچنے کیلئے متوجہ کیا جائے۔ جس کا ایک کامیاب ذریعہ قرآن مجید کی تلاوت اور اس کے معانی میں غور و تدبر ہے۔ یہی طریقہ قابل عمل ہے۔

۵۔ آخرت ہی کی طلب ہونی چاہئے جو تقویٰ و پرہیز گاری سے حاصل کی جاسکتی ہے اور معصیت و فسق و فجور کی زندگی بدبختی ہے، اس سے بچنے کی ضرورت ہے۔ اور اس کا طریقہ صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن باتوں کا حکم دیا ہے اور جن باتوں سے روکا ہے اُس کا پورا علم حاصل کرے اور اس پر عمل کرے۔

چودھواں درس

۱۴/شوال المکرم	قولُ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	درس حدیث شریف

حدیث شریف: سُبْحٰنَ اللّٰهِ مَاذَا اُنْزِلَ اللّٰهُ مِنَ الْخَزَائِنِ وَمَا اُنْزِلَ مِنَ الْفِتَنِ، مَنْ يُوْقِظُ صَوَاحِبَ الْحُجُرَاتِ يُرِيْدُ اَزْوَاجَهُ لِكَيْ يُصَلِّيْنَ. رُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٍ فِي الْاٰخِرَةِ۔ (رواہ البخاری)

ترجمۂ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر اس کمی سے پاک ہے جو اس کی شایان شان نہ ہو۔ اس وقت خزانوں کی کیسی بہتات دکھائی دے رہی ہے، اور کیسے کیسے فتنے سر اٹھاتے دکھائی دے رہے ہیں۔ کوئی ہے جو ان حجرے والیوں (ازواج مطہرات) کو جگا دے کہ وہ بھی نماز پڑھ لیں۔ (ان فتنوں میں یہ بھی دکھائی دے رہا ہے کہ) دنیا کی بہت سی پوشاکیں پہننے والیاں روز قیامت بغیر لباس (برہنہ) رہیں گی۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔)

تشریح: زیر درس حدیث کی تشریح ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے بھی ہو جاتی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک رات کو بیدار ہوئے تو آپ کچھ گھبرائے ہوئے تھے اور یہ فرماتے ہوئے اٹھے کہ سبحان اللہ! دنیاوی مال و متاع کی کیسی بہتات ہوتے دیکھ رہا ہوں اور اس کے ساتھ ہی ساتھ کیسے کیسے فتنے بھی آسمان سے دنیا میں آرہے ہیں

اسی سلسلہ میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ بہت سی عورتیں جو دنیا میں پوشاکوں میں ہوتی ہیں مجھے آخرت میں بے لباس دکھائی دے رہی ہیں جس سے انکے دلوں میں چھپی ہوئی بے حیائی و بے حجابی اور عریانیت پسندی کا اندازہ ہوتا ہے۔

مربی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور سابق عمل جاری رکھیں۔

۳۔ لوگوں کو یہ بات معلوم ہو جانی چاہئے کہ آج کی حدیث میں جو پیشگوئیاں کی گئی وہ واقع ہو چکی ہیں۔ ایران و روم اور شام وغیرہ کی فتوحات کے نتیجہ میں مال کی کثرت ہو چکی ہے اور ایسے ایسے فتنے اٹھے ہیں جنکی اصلاح مسلمانوں کے قابو میں نہیں رہ گئی جسے اللہ تعالیٰ ہی بچانا چاہے وہی بچ سکے۔

۴۔ اس حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خطرے سے بچنے کی بہترین صورت یہی ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کیطرف توجہ کریں اور نماز میں مشغول ہو جائیں حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کیلئے حدیث میں یہی بات آئی ہے کہ جب بھی آپکو پریشانی یا گھبراہٹ ہوتی آپ نماز میں مشغول ہو جاتے تھے

۵۔ یہ بات بھی قابل غور اور لائق توجہ ہے کہ متاع دنیا معمولی و حقیر ہیں اور حقیر ہونے کے ساتھ ساتھ فانی بھی ہے۔ جبکہ آخرت اور اسکی نعمتیں باقی و دائمی ہیں۔

یہ حقیقت بھی نظر میں رہے کہ دنیا کے بہت سے پوشاکوں والے آخرت میں برہنہ ہوں گے۔ یہاں کے بہت سے سعید آخرت میں شقی ہوں گے اور یہاں کے بہت سے عزت والے وہاں ذلیل و خوار ہوں گے۔ ہم سب کو آخرت کی کامیابی کے لئے کوشش اور تیاری کرنی چاہئے۔

پندرھواں درس

۱۵ر شوال المکرم	قولُ اللہِ تعالیٰ عزّ وجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ۝ (نساء ۹۳)

ترجمۂ آیت: اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قصداً قتل کرے گا تو اس کی سزا جہنم ہے اس میں ہمیشہ رہے گا اور اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہونگے اسے اپنی رحمت سے دور کردیں گے اور اس کیلئے بڑا عذاب تیار رکھیں گے۔

تشریح: آیت زیر درس میں قتل مومن کی جو سزا بتائی گئی ہے، اس صورت میں ہے کہ قاتل نے اسے بالقصد جان بوجھ کر قتل کیا ہو۔ اور اگر بالقصد قتل نہیں کیا بلکہ غلطی سے قتل ہوگیا، تو اس کی سزا یہ ہے کہ قاتل اس کی دیت (خون بہا) ادا کرے اور کفارہ دے۔ ایک غلام آزاد کرے، یا لگاتار ساٹھ روزے رکھے۔ اور یہ کفارہ بطور توبہ کے ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے۔ ورنہ تو درحقیقت مومن کو جان بوجھ کر قتل کرنے والے کی سزا جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے۔ مزید برآں اللہ تعالیٰ کی لعنت یعنی رحمت و برکت سے دوری۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ایمان والے کے ساتھ یہ سزا جاری نہ کریگا۔ اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مومن کا حال یہ ہے کہ کسی مومن کو قطعاً قتل نہ کرے اور نہ قتل کی سازش میں شریک ہو۔ ہاں اگر غلطی سے قتل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ معاف کردیگا۔

اللہ تعالٰی سب کو ظلم سے بچائے۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱ و ۲۔ حسب دستور سابق عمل جاری رکھیں۔

۳۔ لوگوں کو یہاں یہ بات معلوم ہونی چاہیئے کہ شرک و کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ مومن کا قصداً قتل ہے۔ اللہ تعالٰی نے اس کی سزا کفر و شرک ہی جیسی رکھی ہے۔

۴۔ ہر گناہ سے توبہ کا دروازہ موت سے پہلے پہلے ہر وقت کھلا ہے۔ جب شرک و کفر کا گناہ توبہ سے معاف ہو جاتا ہے تو دوسرے گناہوں کی معافی کیوں نہیں ہو سکتی، یہ بھی معاف ہو جاتے ہیں۔ ان لوگوں کی ہلاکت ہی ہے جو گناہوں سے توبہ تو کیا کرتے اس پر ڈھٹائی سے اصرار کرتے ہیں۔ نہ ترک کرتے ہیں نہ توبہ کرتے ہیں۔

سولہواں درس

۱۶؍ شوال المکرم | قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم | درس حدیث شریف

احادیث شریفہ: (۱) مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السَّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا (متفق علیہ)

(۲) لَا يُشِيْرُ أَحَدُكُمْ عَلٰى أَخِيْهِ بِالسَّلَاحِ فَإِنَّهُ لَا يَدْرِيْ لَعَلَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ فِيْ يَدِهٖ فَيَقَعَ فِيْ حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ (متفق علیہ)

(۳) لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ (متفق علیہ)

ترجمہ احادیث: (۱) جس نے ہم پر ہتھیار اٹھالیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

(۲) تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ بھی نہ کرے۔ کیونکہ اسے کیا خبر، شاید شیطان اس کے ہاتھ ہی سے وہ ہتھیار چلادے (جس سے اس کی موت ہوجائے) اور وہ شخص اس وجہ سے دوزخ کے گڑھے میں گرجائے۔

(۳) میری وفات کے بعد تم لوگ پلٹ کر پھر بالکل ہی کافروں کی طرح نہ ہوجانا کہ باہم ایک دوسرے کی گردنیں کاٹتے رہو۔

تشریح: پہلی حدیث میں اس مسلمان کو مسلمان نہیں مانا گیا جو کسی مسلمان کو قتل کرنا چاہے اور ہتھیار اٹھالے۔ اس نے جب ہتھیار اٹھالیا تو اس کا مطلب تو یہی ہوا کہ وہ ہم سے جنگ کرنا اور ہمیں قتل کرنا چاہتا ہے، تو ایسا شخص ہماری امت سے نہیں ہے۔ کیونکہ جو شخص ہم میں سے ہوگا وہ ہمیں قتل کرنے کا خیال بھی دل میں نہ لاوے گا۔ جب اس نے ہم پر ہتھیار اٹھالیا تو ظاہر ہوگیا کہ ہمارا دشمن ہے۔

دوسری حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کسی مسلمان کی طرف کسی بھی ہتھیار کے

ذریعہ اشارہ کرنا بھی خطرناک ہو سکتا ہے۔ اس لئے اشارہ بھی نہ کیا کرے۔ کہیں شیطان ہی وہ ہتھیار چلا دے اور کوئی شخص ناحق قتل ہو جائے۔ یہ حکم عام ہے کوئی بھی ہتھیار ہو (تیر یا نیزہ ہو، بندوق ہو، پستول ہو، چھ فائر کرنے والا پستول ہو) کسی بھی ہتھیار سے اشارہ کرنا حرام ہے۔ کہ یہ بھی مسلمان کو خوف میں مبتلا کرنے اور ڈرانے کی ایک صورت ہے جو حرام ہے۔ اور جو کام ارتکاب حرام کا ذریعہ و سبب بنے وہ بھی حرام ہوتا ہے۔ حضرات فقہائے کرام نے اسی اصول کی بنیاد پر سد ذرائع کی حرمت کا اصول مقرر کیا ہے۔

تیسری حدیث میں ارتداد اعتقادی اور ارتداد عملی دونوں ہی سے امت کو بچنے کی ہدایت فرمائی گئی ہے، کہ میری وفات کے بعد تم لوگ نہ تو اعتقاداً ارتداد اختیار کرنا اور نہ عملی طور پر ایسے کام کرنا جو تقاضائے ایمان کے خلاف ہوں، کہ باہم ایک دوسرے سے آمادۂ جنگ ہو جاؤ جیسے کافر ہوتے ہیں۔

مربی کیلئے ہدایات

او ۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ (اس موقع پر لوگوں کو) اخوت ایمانی اور احترام مسلم و مومن کی ضرورت بتائی جائے کہ مسلمان بھائی کا اکرام و احترام ضروری ہے۔ (اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ذہن نشین کر دی جائے کہ جب اکرام مسلم

اور احترام مومن ضروری ہے تو علماء و اہل علم کا احترام تو اس سے زیادہ ہی ہونا چاہیئے۔ یہ بات عام طور پر بیان میں نہیں آتی۔)

۴۔ (یہ بات بھی بتائی جائے کہ) کسی مسلمان کو ڈرانا اور خوف زدہ کرنا حرام ہے چاہے ہنسی مذاق ہی میں ہو، یہ گناہ کبیرہ میں شمار کیا گیا ہے۔

۵۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ سد ذریعہ کی حرمت کسی مجتہد کے اجتہاد کی بنیاد پر ختم نہیں ہوگی۔ یہ دروازہ کھلا ہی رہے گا۔ مجتہد کے بند کرنے سے بند نہ ہوگا۔ جس کام کا انجام برا ہوتا ہو وہ کام برا ہی رہے گا اور جس کا نتیجہ اچھا ہو وہ اچھا ہی کہا جائے گا۔

سترہواں درس

۱۷ شوال المکرم | قَولُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَزَّ وَجَلَّ | درس قرآن مجید

آیت شریفہ : یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْھَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ بِمَا نَسُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ ۝ (صٓ ۲۶)

ترجمہ آیت : اے داؤد (علیہ السلام) ہم نے آپ کو زمین پر (اپنا) خلیفہ مقرر کیا ہے تو لوگوں کے مابین آپ حق کے مطابق فیصلہ کرتے رہیں اور (کبھی بھی) نفسانی خواہش کے تحت کوئی فیصلہ نہ کریں کہ (نفسانی خواہش کی) یہ پیروی آپ کو اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی۔ بیشک جو لوگ اللہ کے راستے سے بھٹک جاتے ہیں، ان کے لئے بہت سخت سزا ہے اس وجہ سے کہ انھوں نے یوم حساب (قیامت کے دن) کو ہی بھلا دیا ہے۔

تشریح : آج کی اس زیر درس آیت میں اللہ تعالےٰ نے اپنے بندے اور رسول کو خطاب فرماتے ہوئے انھیں اپنے اس انعام و عطیہ عظمیٰ کی اطلاع دی ہے کہ انھیں اللہ تعالےٰ نے زمین پر اپنا خلیفہ اور اپنی طرف سے حاکم مقرر فرما دیا ہے تاکہ وہ دنیا والوں کے درمیان پیدا ہونے والے نزاعات و معاملات کا حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے رہیں اور اس فیصلہ میں اس فطری کمزوری کے تحت کام نہ کریں

جس کے نتیجہ میں انسان اپنے دلی رجحان و خواہش کی طرف جھک جایا کرتا ہے
فیصلہ بالکل حق وانصاف کے تحت ہی کیا جائے۔ کسی وقت بھی قلب ونفس
کی خواہش کا اتباع نہ کریں، کیونکہ (نفسانی خواہش کی) یہ پیروی انھیں اللہ تعالےٰ
کی راہ حق سے بھٹکا دے گی۔ جو لوگ اللہ کی راہ چھوڑ کر بھٹک جاتے ہیں ان
کے لئے سخت عذاب ہے، جو کبھی کبھی دنیا میں بھی کچھ دے دیا جاتا ہے اور آخرت
تو روز جزا و سزا ہے ہی، وہاں تو ملے گا ہی۔

آخر آیت میں اللہ تعالےٰ نے عذاب شدید کی وجہ بھی بتادی کہ یہ عذاب
اس وجہ سے ہوگا کہ انھوں نے روز حساب روز جزا و سزا یعنی روز قیامت ہی کو
بالکل بھلا دیا تھا۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور سابق عمل جاری رکھیں۔

۳۔ اس موقع پر "خلیفہ" کا مطلب بھی سمجھ لینا چاہئے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم
کے بعد جو شخص بھی آپ کا جانشین یا آپ کے جانشینوں میں سے کسی کا
بھی جانشین ہوا وہ خلیفہ کہا گیا۔ (دشمنان صحابہ جو خلافت کے منکر اور امامت
کا عقیدہ رکھتے ہیں وہ از راہ شرارت ہیر ڈریسر (حجام) اور ٹیلر ماسٹر
(خیاط و درزی) کو خلیفہ کہہ کر لفظ خلیفہ اور حقیقت خلافت کا مذاق اڑاتے
ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کی شرارتوں سے اچھی طرح باخبر ہیں۔)

۴۔ خلیفۃ اللہ حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے خلافت کی اطلاع

کے ساتھ ساتھ یہ ہدایت بھی دے دی کہ وہ حق وانصاف پر مبنی فیصلے کریں۔ اس کی پابندی ہر خلیفہ کے لئے بھی ضروری ہے۔ اگر ایسا نہیں کیا تو راہ سے بھٹک گیا اور مستحق عذاب ہوا۔

۵۔ عقل و عدل کے مقتضا پر عمل ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ جو بات کہے وہ عقل و عدل کے مطابق ہو۔ اور جو فیصلہ کرے وہ عقل و عدل کے مطابق ہو اور حق و عدل کو چھوڑ کر ناحق خلاف عقل و عدل بات کرنا یا فیصلہ کرنا گمراہی ہے جس کی سخت سزا ملے گی۔ کیونکہ اس نے روز حساب ہی کو بھلا دیا ہے۔ اگر روز حساب کو یاد رکھتا تو خلاف عقل و عدل نہ کوئی بات کرتا، نہ کوئی فیصلہ کرتا۔

اللہ تعالےٰ ہر حق بات ہمیں حق ہی کی صورت میں دکھائے اور اس پر عمل کی توفیق بخشے۔ اور ہر بری بات کو اس کی بری ہی صورت میں دکھائے اور اس سے بچنے کی توفیق بھی عطا فرمائے۔ آمین!

اٹھارہواں درس

۱۸ ارشوال المکرم	قَولُ النَّبِیّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم	درس حدیث شریف

احادیث شریفہ: (۱) مَا اَفْلَحَ قَوْمٌ وَلَّوْا اُمُوْرَهُمْ اِمْرَاَةً (بخاری)

(۲) لَا يَقْضِيَنَّ حَكَمٌ بَيْنَ اِثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانُ۔ (بخاری)

(۳) مَا مِنْ وَالٍ يَلِي رَعِيَّةَ الْمُسْلِمِيْنَ فَيَمُوْتُ وَهُوَ غَاشٌّ لَهُمْ اِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ۔ (البخاری)

(ترجمہ احادیث) (۱) وہ قوم ناکام ہی رہے گی جو اپنے امور مملکت وسلطنت کا ذمہ دار کسی عورت کو بنا دیں۔

(۲) (دوسری حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ) کوئی شخص دو آدمیوں کے کسی معاملہ ونزاع کا فیصلہ ایسی حالت میں نہ کرے جبکہ وہ غصہ کی حالت میں ہو۔

(۳) جو شخص بھی مسلمانوں کے امور کا ذمہ دار ہو، اور خیانت کرتے ہوئے مر گیا تو اللہ تعالےٰ اُس پر جنت کو حرام کر دیں گے۔

تشریح: حضرت مصنف حفظہ اللہ نے پہلی حدیث کی تشریح میں یہ بات ملحوظ رکھی ہے کہ کس وجہ سے عورتوں کو حکومت وسلطنت کی ذمہ داریوں سے دور رکھنے کی ہدایت دی گئی ہے۔ وہ وجہ یہ ہے کہ عورتیں خلقی وفطری اعتبار سے کمزور ہوتی ہیں۔ وہ نہ تو حالات خوف وخطر کا ہمت ومردانگی سے مقابلہ کرسکتی ہیں اور نہ حکومت کو دشمن کے حملوں سے محفوظ رکھ سکتی ہیں۔ کیونکہ ان کی عقل بھی ناپختہ ہوتی ہے، قوت ارادی بھی ضعیف وکمزور ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے

کسی عورت کو نبوت و رسالت سے سرفراز نہیں فرمایا اور نہ ہی حضرات خلفاء راشدین نے کسی عورت کو کہیں کا عامل و حاکم مقرر کیا۔ اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انتظامی ذمہ داری سپرد ہونے پر اس کا تقاضا یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ ذمہ دار عورت دوسرے مردوں سے بھی رابطہ رکھے، جس کے نتیجہ میں غیر مردوں سے اختلاط اور میل جول کا دروازہ کھلا رکھنا پڑتا ہے جو اسلامی و دینی معاشرہ کے لئے کسی صورت میں بھی قابل نظر انداز ہی نہیں ہے کہ اس کے مفاسد بہت ہی خطرناک اور صحیح معاشرہ کے حق میں زہرناک ہیں۔

حدیث شریف کے الفاظ کو دیکھتے ہوئے بظاہر یہ جملہ ایک طرح کی خبر و اطلاع ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ ایک طرح کی بددعا اور پیش گوئی ہونے کی وجہ سے جملہ انشائیہ ہے۔

اور آخری حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہت سوچ سمجھ کر ذمہ داری قبول کرنا چاہئے اور اگر قبول کرے تو اپنے آپ کو خیانت وغیرہ سے بچانے کی ہر آن فکر ہونی چاہئے۔ اور موت سے قبل توبہ کر کے اپنے آپ کو اخروی سزا سے بچائے کیونکہ خیانت کی سزا جنت سے محرومی ہے اور اس کا حشر کافروں کے ساتھ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔

مربی کیلئے ہدایات

۱۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۲۔ عورتوں کو ایسے منصب سے دور رکھیں جس میں مردوں سے اختلاط اور میل جول کا راستہ ہموار ہوتا ہو۔

۳۔ عام لوگوں کو اس خطرناک عمل سے ڈرانے کی ضرورت ہے کہ وہ عورتوں

کو گاؤں، قصبہ یا شہر کے کسی ادارہ کی ذمہ داری حوالہ کریں، یا کہیں خود قاضی و منصفی و ججی کا عہدہ قبول کریں۔ کیونکہ یہ بات اسلامی مزاج اور اسلامی طریقہ سے میل نہیں کرتی اور اس کا انجام بہت ہی برا اور خطرناک ہوتا ہے۔

۴۔ قاضی شرعی کو کیسا عالم و فاضل اور کس درجہ حلیم و متحمل مزاج کا ہونا چاہئے، یہ بھی سمجھانے کی ضرورت ہے۔ اسی وجہ سے اس موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے یہ حدیث بھی بیان فرمائی ہے کہ جس وقت قاضی غصہ کی حالت میں ہو تو اس وقت کوئی فیصلہ نہ کیا کرے، غصہ کا اثر فیصلہ پر بھی پڑ جائے گا اور خلاف انصاف فیصلہ ہونے کا اندیشہ ہے۔

۵۔ یہ بھی معلوم ہونا ضروری ہے کہ قاضی کو مسلمانوں کی عزت و آبرو اور جان و مال کو محفوظ رکھنا چاہئے اور یہ بات اسی وقت ہو سکتی ہے جب وہ علوم دین و شریعت پر کامل عبور رکھتا ہو۔ جاہل شخص منصب قضا کی ذمہ داری صحیح طور پر ادا ہی نہیں کر سکتا۔

اُنیسواں درس

۱۹ شوال المکرم | قول اللہ تعالیٰ عزّ وجلّ | درس قرآن مجید

آیات شریفہ: مَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ (الحج ۷۸)
وقولہ: یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ (البقرۃ ۱۸۵)

ترجمہ آیات: (اللہ تعالیٰ نے) تم لوگوں پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ تمھارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتے ہیں دشواری کا ارادہ نہیں رکھتے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت (مَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ) میں اپنے اہل ایمان بندوں کی دلجوئی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ اے میرے اہل ایمان بندو! میں نے دین کے احکام میں تم پر کوئی تنگی اور دشواری نہیں رکھی ہے۔ جس کی مثال ہم کو ان احکام میں مل جاتی ہے کہ مسافر کی نماز میں قصر کا حکم دیدیا، روزے چھوڑنے کی اجازت دے دی کہ اس وقت چھوڑنا چاہو تو چھوڑ دو گناہ نہ ہوگا۔ بعد میں قضا رکھ لینا۔ مریض کو اجازت دے دی کہ اگر قیام نہ کرسکے تو بیٹھ کر نماز ادا کرلے، بیٹھنا بھی مشکل ہو تو لیٹے لیٹے پڑھ لو۔ اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی رحمت، اس کا کرم اور اس کی مہربانی ہی ہے۔

دوسری آیت میں اور ترقی کرکے یہ فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ کا تمھارے ساتھ دشواری کرنے کا ارادہ ہی نہیں ہے، وہ تو تمھارے ساتھ آسانی ہی کا ارادہ رکھتا ہے۔

آسانی کی یہ مثالیں سامنے رکھیں کہ پانی نہ ملنے کی صورت میں یا پانی سے مرض بڑھنے کا یا صحت میں تاخیر کا خطرہ ہو تو تیمم کی اجازت دیدی گئی۔ مریض و نابینا کیلئے جہاد میں شرکت ضروری نہیں ہے یا جس کے پاس سواری یا زاد راہ نہ ہو اس کیلئے بھی جہاد میں جانا ضروری نہیں ہے، یا جس وقت جان کا خطرہ ہو تو کلمہ کفر کہنے کی اجازت دیدی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ان احسانات و مہربانیوں پر ہمیں اس کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ فللہ الحمد والمنۃ۔

مربی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے دین میں ہم پر کوئی تنگی اور شدت نہیں رکھی، وہ تو ہمارے ساتھ آسانی ہی کا ارادہ رکھتے ہیں، دشواری کا ارادہ نہیں رکھتے۔ اس کے ان انعامات کیطرف لوگوں کو متوجہ کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کی شکر گزاری یاد دلائیے جس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اسکے احکام کی پابندی کی جائے اور معاصی و گناہوں سے پرہیز کیا جائے۔

۴۔ (لوگوں کے یہ ذہن نشین کردیں کہ) اصل دین پر عمل تو آسان ہی ہے لیکن غلط عقیدوں کی وجہ سے یا بدعات و خرافات کی بیجا قیدوں اور پابندیوں کی وجہ سے اگر دشواری سمجھ میں آتی ہے تو یہ بدعات اور عقائد باطلہ کا قصور ہے دین کا قصور نہیں ہے کہ کونڈوں کیلئے میدہ اور گھی ہونا ضروری ہے اور اس میں بھی کوئی چیز سوا پاؤ سے کم نہ ہونی چاہیئے۔ داستان عجیب کا یہ شعر پڑھ لیجئے ؎

سوا سیر میدہ سوا پاؤ گھی — نہ ہو مقدرت تو پھر اتنا سہی

داستان عجیب لکڑہارے کی کہانی ہے جو ست نرائن کی کتھا کی نقل میں تیار کی گئی ہے۔ کونڈوں پر وہ داستان پڑھی جاتی ہے۔

بیسواں درس

۲۰ر شوال المکرم	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم	درس حدیث شریف

احادیث شریفہ: (۱) یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَبَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا۔ (متفق علیہ) (۲) اِنَّ الرِّفْقَ لَا یَکُوْنُ فِیْ شَیْءٍ اِلَّا زَانَہٗ وَلَا یُنْزَعُ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا شَانَہٗ۔ (مسلم)

ترجمہ احادیث: (۱) آسانی رکھو، دشواری نہ پیدا کرو۔ لوگوں کو خوش رکھو اور نفرت نہ پیدا کرو۔ (۲) نرمی جس چیز میں بھی ہوتی ہے اسے خوبصورت بنا دیتی ہے اور جس چیز سے نرمی نکال لی جاتی ہے اسے عیب دار بنا دیتی ہے۔

تشریح: آج کے درس حدیث میں حضرت مصنف نے مفہوم میں قریب و یکساں قسم کی دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔ پہلی حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کے ذمہ دار علماء کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ وہ عام امت کے سامنے دینی تعلیمات کو آسان بنا کر پیش کیا کریں، انھیں دین کے نام پر دشوار باتیں نہ بتائیں کیونکہ جب اللہ تعالیٰ ہی نے دین کو آسان بنایا ہے اس میں شدت اور تنگی نہیں رکھی ہے تو ہمیں بھی یہی چاہئے کہ امت کے سامنے دینی تعلیمات کو آسان بنا کر پیش کریں، کسی گنجائش پر اگر عمل درست ہو تو اسے بھی بتا دیا کریں۔ اس حدیث کا دوسرا ٹکڑا یہ ہے کہ "دین کے نام پر لوگوں کو خوش خبریوں کی تعلیم دے کر انھیں خوش رکھو، دین کو دشوار بنا کر انھیں دین سے دور نہ کرو۔ دین سے نفرت کی صورت پیدا ہونے

سے پرہیز کرو۔

اور دوسری حدیث میں یہ فرمایا گیا ہے کہ نرمی و سہولت کی صورت جس معاملہ میں بھی ہوتی ہے وہ معاملہ خوبصورت اور اچھا لگتا ہے اور جہاں سے نرمی و سہولت نکل جاتی ہے وہاں وہ معاملہ عیب والا اور ناگوار بن جاتا ہے۔ لہٰذا ہر معاملہ میں نرمی و سہولت ہی کو ملحوظ رکھو۔

تیسیر و تبشیر کے عملی نمونے: چند مثالیں پیش نظر رہیں تو بہتر ہے:۔

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب بھی آپ کو کسی معاملہ میں دو صورتوں میں ایک پر اختیار دیا جاتا تو جو صورت آسان ہوتی اسی کو اختیار فرماتے۔ دین میں جہاں رخصت دی گئی ہے آپ رخصت ہی پر عمل فرماتے۔ سفر میں قصر فرماتے، قیام دشوار ہوتا تو نماز بیٹھ کر ادا فرماتے۔

(۲) ایک دیہاتی نے مسجد میں پیشاب کر دیا، صحابہ رضی چیخنے چلانے لگے، تو آپ نے فرمایا، اس پر غضبناک نہ ہو، ایک ڈول پانی سے اسے دھو دو۔ وہ اعرابی آپ کے اخلاق سے بہت خوش ہوا اور یوں دعا دی کہ اللہ مجھ پر اور حضرت محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر رحم فرما اور ہمارے ساتھ کسی اور پر رحم نہ کر۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اے عرب بھائی! تونے اللہ کی وسیع رحمت کو تنگ کر دیا دوسروں کو اس رحمت سے کیوں محروم کر دیا۔

مربّی کیلئے ہدایات

اور۲۔ حسب دستور سابق عمل جاری رکھیں۔

۳۔ حدیث زیر درس کے مطابق لوگوں کو متوجہ کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ دین کے ہر معاملہ میں نرمی و سہولت کو ملحوظ رکھیں، یہاں تک کہ کھانے پینے اور لباس و پوشاک وغیرہ میں بھی سہولت کا خیال رکھیں۔

۴۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی سہولت کے پیش نظر یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ "مَنْ اَمَّ النَّاسَ فَلْیُخَفِّفْ" (جو شخص لوگوں کا امام بنے تو نماز مختصر اور ہلکی پڑھائے)۔ (کیونکہ مقتدیوں میں بعض مریض ہوتے ہیں، بعض بوڑھے اور کمزور ہوتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں جنھیں کوئی ضرورت رہتی ہے نماز کے بعد جانا چاہتے ہیں۔ ایک دوسری حدیث میں آپ نے اس طرح تنبیہ فرمائی۔ "اَمُنَفِّرُوْنَ اَنْتُمْ" (کیا تم لوگ دوسروں کو دین سے نفرت میں مبتلا کرنا چاہتے ہو؟)

اس موقع پر عبداللہ کی مسجد الآباد کا ایک واقعہ لکھتا ہوں جو راقم نے وہاں کے مقتدیوں سے اُس وقت سنا تھا جب وہاں امامت کرتا تھا کہ :۔

ایک دن فجر کی نماز میں امام صاحب نے سورۂ بقرہ شروع کر دی مقتدیوں میں کوئی صاحب ریلوے ملازم بھی تھے جنھیں اسٹیشن ڈیوٹی پر جانا تھا۔ امام کی قرارت طویل ہوتی چلی گئی، یہاں تک کہ وہ صاحب ڈیوٹی پر جانے کیلئے پریشان ہوگئے اور نماز توڑ دی اور یہ کہہ کر چلے گئے کہ ہم تو جارہے ہیں اب آپ پورا قرآن پڑھ لیں۔ اور پھر اس بندۂ خدا نے نماز پڑھنا ہی چھوڑ دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

امام صاحب کی غلطی کا یہ نتیجہ ہوا۔ دونوں ہی دین سے بے خبر تھے۔

اکیسواں درس

۲۱ر شوال المکرم	قول اللہ تعالیٰ عزوجل	درس قرآن مجید

آیات شریفہ: وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝ إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ۝ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ ۝ فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ ۝ (الصافات ۱۳۹-۱۴۲)

ترجمہ آیات: بیشک یونس (علیہ السلام) بھی پیغمبروں میں سے تھے، جب کہ (وہ اپنی قوم سے ناراض ہو کر اپنی بستی چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ ایک بھری کشتی میں سوار ہو گئے، تو قرعہ اندازی میں وہی مغلوب ہوئے (اور دریا میں ڈال دیئے گئے) تو ایک مچھلی نے انھیں مجسم نگل لیا تو وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کر رہے تھے۔

تشریح: آج کی زیر درس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے ایک بندے اور پیغمبر کا ایک واقعہ بیان کر رہے ہیں جن کا نام یونس بن متیٰؑ تھا۔ یہ نینوی کے رہنے والے تھے جو موصل کے قریب ہی ایک بستی تھی۔ جن لوگوں کی طرف یہ پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے قرآن مجید کے مطابق وہ لوگ ایک لاکھ سے کچھ زیادہ ہو سکتے ہیں، وہ سب شرک و بت پرستی میں مبتلا تھے اور اس سے باز نہیں آ رہے تھے۔ آپؑ انھیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے کہ شرک چھوڑ دو، ورنہ عذاب آسمانی آجائے گا۔ مگر وہ لوگ شرک و بت پرستی چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ اِدھر عذاب آنے میں کچھ دیر تھی۔ اس صورت حال سے آپ پریشان ہو گئے تو بستی چھوڑ کر باہر چلے گئے اور دریا پر ایک کشتی میں سوار ہو گئے۔ کشتی مسافروں سے بھری ہوئی تھی، ڈوبنے کا خطرہ تھا تو

کشتی بان نے سواریاں کم کرنے کیلئے قرعہ ڈالا، قرعہ آپ ہی کے نام کا نکلا، تو اس نے آپ کو دریا میں ڈال دیا اور ایک بڑی مچھلی نے آپ کو صحیح سالم مجسم نگل لیا۔ اور ایک مدت کے بعد ریت پر اُگل دیا۔ اتنی مدت تک مچھلی کے پیٹ میں بند رہنے کی وجہ سے اور آکسیجن نہ پانے کی وجہ سے آپ بہت نحیف و کمزور ہو گئے تھے۔ کچھ دنوں بعد باہر کی ہوا پا کر کچھ طاقت پائی تو لوٹ کر اپنی بستی میں آ گئے۔ وہاں دیکھا کر بستی کے بُت پرست و مشرک ایمان لا چکے ہیں جس کی وجہ سے ان پر آیا ہوا عذاب ٹل گیا ہے۔ کسی بھی بستی کے ساتھ یہ معاملہ نہیں کیا گیا کہ آیا ہوا عذاب ٹال دیا جائے۔ یہ صورت صرف حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے ساتھ پیش آئی۔ شاید اللہ تعالےٰ نے اس وجہ سے یہ معاملہ فرمایا ہو کہ بستی کے پیغمبر علیہ السلام اس وقت بستی میں موجود نہ تھے۔ قوم یونس کے ساتھ اس خصوصی معاملہ کا ذکر سورۂ یونس کی آیات میں آیا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ:۔

”عذاب آنے والی بستیوں میں سے کوئی بھی بستی قوم یونس کے سوا ایسی نہیں ہے جو عذاب آتا دیکھ کر ایمان لے آئی ہو اور ایسے ایمان سے اسے فائدہ بھی ملا ہو، کہ وہ لوگ جب ایمان لے آئے تو ہم نے ان پر سے رسوائی کا عذاب دنیاوی زندگی میں ہٹا دیا۔ اور ایک خاص وقت تک انھیں خیر و خوبی کے ساتھ دنیاوی زندگی سے لطف اندوز ہونے کا موقع دے دیا“

مربّی کیلئے ہدایات

۱ و ۲ ۔ حسب سابق عمل جاری رکھیں۔

۳۔ لوگوں کو بتایا جائے کہ قرعہ اندازی کے ذریعہ نہ کسی کا حق ثابت کیا جاسکتا ہے اور نہ کسی کو مجرم قرار دیا جاسکتا ہے۔ مثلاً قرعہ کے ذریعہ کسی کو چور نہیں ثابت کیا جاسکتا۔ ہاں قرعہ اندازی اُس موقع پر جائز بلکہ بہتر ہے جہاں ایک شخص کو شرعاً مکمل اختیار حاصل ہو کہ وہ چند جائز راستوں میں سے کسی بھی راستے کو اختیار کرلے، تو وہ قرعہ ڈالکر اپنا فیصلہ کرلے۔

۴۔ لوگوں کو یہ بات بھی ذہن نشین کرائیں کہ لوگوں کے اعراض، بے توجہی اور غفلت کی وجہ سے دعوت و تبلیغ کو نہ چھوڑا جائے، بلکہ ہر حال میں دعوت الی اللہ پر گامزن رہیں۔

۵۔ لوگوں کو لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ کی فضیلت سے آگاہ کریں کہ سیدنا یونس علیہ السلام نے اسی کلمہ کی برکت سے نجات پائی (اسی لئے بزرگوں سے منقول ہے کہ انفرادی یا اجتماعی مصیبت کے وقت یہ کلمہ سوا لاکھ مرتبہ پڑھنے سے اللہ تعالےٰ مصیبت کو دور فرما دیتے ہیں۔)

۶۔ لوگوں کو بتائیں کہ قوم یونس ؑ نے سچے دل سے توبہ کی اور عذاب آسمان سے اترتے دیکھ کر اُس کے پہنچنے سے پہلے ہی ایمان لے آئے۔ تو ان کا یہ ایمان اُن کے لئے مفید ہو گیا۔

بائیسواں درس

۲۲؍شوال المکرم	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم	درس حدیث شریف

احادیث شریفہ: (۱) لَا یَقُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ اِنِّیْ خَیْرٌ مِنْ یُوْنُسَ بْنِ مَتّٰی۔ (بخاری)

(۲) مَا یَنْبَغِیْ لِعَبْدٍ اَنْ یَقُوْلَ اِنِّیْ خَیْرٌ مِنْ یُوْنُسَ بْنِ مَتّٰی (بخاری ومسلم)

ترجمہ احادیث: (۱) تم میں سے کوئی ہرگز یہ نہ کہے کہ میں یونس بن متیٰ سے بہتر ہوں۔ (۲) کسی بندے کیلئے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ وہ یوں کہے کہ میں یونس بن متیٰ سے بہتر ہوں۔

تشریح: زیر درس دونوں حدیثوں میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے لئے کسی کا یہ کہنا ناپسند فرمایا کہ وہ آپ کو حضرت یونس علیہ السلام کے مقابلہ میں بہتر کہے۔ آپ نے اپنے فطری کمال خُلق اور حسن خُلق کی وجہ سے یہ فرمایا ہے۔ ورنہ آپ تو امام الانبیاء اور سید الرسل ہیں، آپ تمام رسولوں سے بڑھ کر اور برتر و بہتر ہیں اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو حضرت یونس علیہ السلام ہی سے بہتر کہنے کو منع فرمایا ہے تو حضرت یونس کی تخصیص کیوں فرمائی؟ تو اس کی وجہ بظاہر یہی معلوم ہوتی ہے کہ آپ کے اصحاب میں سے کچھ لوگوں نے باہم گفتگو میں کسی وقت حضرت یونس علیہ السلام کا نام لے کر آپ کو ان سے بہتر کہہ دیا تھا کہ آپ حضرت یونس علیہ السلام سے زیادہ برداشت وصبر والے ہیں

وہ اپنی امت کی نافرمانیوں پر صبر نہیں کرسکے تھے اور بستی چھوڑ کر چلے گئے تھے آپ کو اس گفتگو کی جب اطلاع ہوئی تو آپ نے اس پر ناگواری ظاہر کرتے ہوئے لوگوں کو اس قسم کے تقابل و تفاضل سے روک دیا کہ یہ بے ادبی کی بات ہے اس سے بچنا چاہئے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مؤدب (باادب ہونا) ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے ادب نے اس بات کی اجازت نہیں دی کہ دوسرے لوگ کسی رسول کا نام لے کر آپ کو اس کے مقابلہ میں بہتر اور اچھا کہیں۔

۴۔ اس حدیث سے یہ بات بھی سمجھی جاسکتی ہے کہ عام لوگوں کو علماء و مشائخ کے معاملہ میں بھی اس قسم کا تقابل کرنا اور ایک کو دوسرے سے بڑھانا گھٹانا بھی ایک طرح کی بے ادبی ہے ؏

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

ہر پھول کا ہے رنگ الگ اور بو الگ
سب پھول ہی ہیں ان میں سے کانٹا نہیں کوئی

۵۔ ہم سب کو حضرت یونس علیہ السلام کی یہ خاص دعا یاد رکھنا چاہئے

اس کا ورد بہت ہی مفید ہے "لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰالِمِیْنَ" (اے اللہ! تیرے سوا کوئی دوسرا قابل عبادت اور لائق بندگی ہے ہی نہیں، تو ہر عیب و نقصان سے پاک اور مکمل ہے۔ میں ہی گنہگاروں میں تھا اور ہوں۔)

۱۶۔ ہم سب کو اللہ تعالیٰ کا اور حضرات انبیاء کرام کا اور علماء و مشائخ کا پورا پورا ادب ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ ان کی شان میں کسی قسم کی بے ادبی جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اور انبیاء کرام کی شان میں کوئی ایسی بات نہ کہے جو ان کی شان کے خلاف ہو۔ اسی طرح علماء و مشائخ کے تذکرہ میں بھی ایسی کوئی بات نہ آئے جس سے ان کی شہرت اور ان کا مقام و رتبہ گھٹتا ہو۔ ایسی باتوں سے شر و فساد پیدا ہوتا ہے۔

تیئسواں درس

۲۳؍ شوال المکرم	قول اللہ تعالیٰ عزّوجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُونَ لَا تَأْتِيهِمْ كَذَٰلِكَ نَبْلُوهُم بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ○ (اعراف ۱۶۳)

ترجمہ آیت: اپنے معصر یہودیوں سے (بطور تنبیہ) اس بستی والوں کا جو دریائے شور کے قریب آباد تھے اس وقت کا حال پوچھئے، جب وہ ہفتہ کے دن کے بارے میں حد شرعی سے نکل رہے تھے، جبکہ ان کے ہفتہ کے دن ان کے دریا کی مچھلیاں (سطح آب پر نکل کر) سامنے آتی تھیں اور جب ہفتہ کا دن نہ ہوتا تو سامنے نہ آتی تھیں۔ ہم اس طرح ان کی شدید آزمائش کر رہے تھے، کیونکہ وہ تو پہلے ہی سے نافرمانی اور بے حکمی کیا کرتے تھے۔

تشریح: آج کی زیر درس آیت شریفہ میں اللہ تعالےٰ نے یہود کی ایک شرارت اور بے دینی سے پردہ اٹھانے کی غرض سے اپنے رسول حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہود سے سوال کرنے کا حکم دیا ہے، کہ آپ اپنے زمانہ کے یہود سے یہ سوال تو کرکے دیکھئے کہ تم لوگ یہ تو بتاؤ کہ دریائے شور کے قریب وہ کون سی بستی تھی اور وہ کون لوگ تھے جنھوں نے ہفتہ کے دن سے متعلق خدا تعالےٰ کے حکم کے ساتھ کھلواڑ کرنے اور نافرمانی کرنے کا ایک مضحکہ خیز طریقہ اختیار کر لیا تھا

(شیخ جزائری حفظہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ) وہ بستی ایلہ تھی یا طبریہ تھی۔ اور یہود کی شرارت و سرکشی یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ہفتہ کے دن (جو ان کی عبادت کا دن تھا) مچھلی کا شکار کرنے سے منع کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کو یہود کی فطری شرارت کا اچھی طرح علم تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انکی فرمانبرداری کو اس طرح آزمایا گیا کہ مچھلیاں خاص طور پر ہفتہ ہی کے دن سطح آب پر خوب دکھائی دیتیں، اور دوسرے دنوں میں بالکل ہی دکھائی نہ دیتیں۔ تو یہ لوگ یہ حرکت کرتے کہ مچھلی کا شکار کرنے کے لئے ہفتہ کے دن دریا میں صرف جال ڈال دیتے، اور جب جال میں مچھلیاں آجاتیں تو اتوار کے دن مچھلیوں سے بھرا ہوا جال نکال لیتے۔ یعنی "رند کے رند رہے، ہاتھ سے جنت نہ گئی" کا مصداق بن جاتے۔

مربی کیلئے ہدایات

۱۔۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ آیت زیر درس سے یہود کی حیلہ بازی اور شرارت معلوم ہو گئی۔ ہم لوگوں کو اس سے نصیحت حاصل کرنا چاہئے اور حیلہ بازی سے دور رہنا چاہئے۔

۴۔ ہم لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ آیت میں جس بات کو فسق کہا گیا ہے وہ معصیت اور گناہ ہے جو کسی امر واجب کے چھوڑنے یا کسی حرام کے ارتکاب سے ہوتا ہے۔

۵۔ ہم سب کو یہ بات جان لینا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی گرفت سے نجات کا طریقہ یہی ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہوتا رہے (یعنی بھلائی کی دعوت دی جائے اور برائی پر نکیر کی جائے) اور ان کا ترک ہلاکت کا سبب ہے۔

چوبیسواں درس

۲۴/ شوال المکرم	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ	درس حدیث شریف

حدیث شریف: لَا تَرْتَكِبُوْا مَا ارْتَكَبَ الْيَهُوْدُ فَتَسْتَحِلُّوْا مَحَارِمَ اللّٰهِ بِاَدْنَى الْحِيَلِ۔

(ذکرہٗ ابن کثیر وصحّحہ)

ترجمہ حدیث: جس قسم کی حرکتیں یہود نے کیں تم لوگ ویسی حرکتیں نہ کرنا۔ انھوں نے ذرا ذرا سے حیلوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو اپنے لئے حلال بنالیا۔

تشریح: اِس حدیث میں یہود کی جس حیلہ سازی کا ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ اُنھیں ہفتہ کے دن مچھلی کے شکار سے منع کیا گیا تھا۔ جب اُنھوں نے دیکھا کہ مچھلیاں ہفتہ ہی کے دن پانی کی اوپری سطح پر خوب رہتی ہیں، دوسرے دنوں میں نہیں رہتیں تو انھوں نے یہ ترکیب نکالی کہ ہفتہ کے دن شکار تو نہ کرتے، لیکن شکار کا جال دریا میں ہفتہ ہی کے دن ڈال دیتے اور جب جال میں مچھلیاں بھر جاتیں تو اتوار کو جال باہر نکال لیتے کہ مچھلیوں کا خوب کس کے شکار بھی کرلیا اور ہفتہ کو شکار کرنے سے پاکباز بھی بنے رہے۔

ع؎ مفسر ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں یہ روایت ذکر کی ہے اور اسے صحیح بتایا ہے۔

مربی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ اس حدیث میں یہود کی حرکتوں (حیلہ بازیوں) سے بچنے کی جو تاکید کی گئی ہے اسے نظر میں رکھنا اور ہر قسم کی حیلہ بازی سے بچنا ہم سب کیلئے ضروری ہے۔ یہ حیلہ بازی خواہ خرید و فروخت کے معاملہ میں ہو، خواہ وجوب زکوٰۃ سے بچنے کیلئے ہو، یہ سب ہی حرام ہے۔

۴۔ لوگوں کو آگاہ کرنے کی ضرورت ہے کہ یہود و نصاریٰ کی پیروی و نقالی اور ان کی مشابہت سے بچنا بہت ضروری ہے۔ ان کی نقل و پیروی سے دلچسپی رکھنا اور اپنے اسلامی تشخص کو نظر انداز کر دینا ملت مسلمہ کی موت و ہلاکت کا سبب ہے، دنیا و آخرت کا نقصان ہے۔

پچیسواں درس

۲۵ شوال المکرم | قول اللہ تعالیٰ عزوجل | درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ۝ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ (صٓ ۳۴، ۳۵)

ترجمہ آیت: اور ہم نے (حضرت) سلیمانؑ کو بھی ایک طرح سے امتحان میں ڈالا، ہم نے ان کے تخت و کرسی پر ایک ادھورا دھڑ لا ڈالا۔ پھر انھوں نے میری طرف رجوع کیا اور کہا اے میرے رب! میرا پچھلا قصور معاف فرما دے اور آئندہ مجھے ایسی سلطنت دے کہ میرے زمانہ میں میرے سوا کسی کو بھی میسر نہ ہو۔ بیشک آپ بہت بڑے دینے والے ہیں۔

تشریح: آج کی زیر درس آیت شریفہ میں اللہ تعالےٰ نے اپنے بندے اور نبی حضرت سلیمان علیہ السلام (ابن حضرت داؤد علیہ السلام) کی ایک آزمائش کا ذکر کیا ہے جنھیں جہاد اور مجاہد ہونے کا بہت شوق تھا، گھوڑوں کی سواری سے بھی دلچسپی تھی۔ اسی شوق میں وہ ایک روز یہ خواہش کر بیٹھے کہ آج رات کو میں اپنی سو ازواج سے ہمبستری کروں گا تو میری نسل سے سو فارس (شہسوار) پیدا ہوں گے، اس وقت خیال نہ رہا اور "انشاء اللہ" کہنا بھول گئے اللہ تعالےٰ کو ان کی یہ بھول ان کے شایان شان نہ لگی۔ لہٰذا انھیں اس پر متنبہ کرنے کے لئے

ان کی یہ خواہش پوری نہ ہونے دی اور سو مجاہد و فارس کے بجائے صرف ایک بیوی سے ایک ادھورا آدھے دھڑ کا بچہ پیدا ہوا جوان کی کرسی پر ڈلوا دیا گیا، جسے دیکھ کر انھیں اپنی غلطی کا احساس ہوا اور انھوں نے اپنی اس پچھلی غلطی کی معافی چاہی، ساتھ ہی اللہ تعالےٰ کو سب سے بڑا دیالو کہہ کر یہ دعا بھی مانگی کہ آپ مجھے ایسی حکومت عطا فرما دیں جو میرے زمانہ میں کسی دوسرے کو نہ ملی ہو۔ تو اللہ تعالےٰ نے ان کی یہ دعا قبول فرمالی اور جن وہوا کو ان کیلئے مسخر کردیا، وہ ان کے حکم پر کام کرتے تھے۔ ہوا ان کے تخت و بستر کو اس طرح اڑا لے جاتی تھی جس طرح ہوائی جہاز اڑتے ہیں۔ اسی طرح جن وشیاطین ان کے احکام کی تعمیل کرتے تھے۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور سابق عمل جاری رکھیں ۔

۳۔ حدیث زیر درس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا سبب امتحان وآزمائش بتادیا گیا ہے کہ وہ اپنے ارادہ کے وقت "انشاء اللہ تعالےٰ" کہنا بھول گئے تھے، جس کی وجہ سے ان کا وہ مقصد عظیم پورا ہی نہ ہو سکا، جس کا انھوں نے ارادہ کیا تھا۔ اس سے نصیحت حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ لوگوں کو اسے یاد رکھنا چاہیئے، چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ایک صحیح متفق علیہ حدیث میں یہ بات بیان بھی فرمادی ہے کہ

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے ایک دوست سے اپنے اس ارادہ کا ذکر کیا تو اس نے کہا کہ انشاء اللہ کہہ لو، مگر انھوں نے نہیں کہا، تو وہ صورت پیش آئی جو اوپر بیان ہوئی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حدیث میں یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام انشاء اللہ کہہ دیتے تو پورے سو مجاہدین ہی پیدا ہوتے جو جہاد کرتے۔

۴۔ لوگوں کو اس واقعہ سے توبہ کا مقام و درجہ بھی معلوم ہو جانا چاہئے۔ توبہ ایسی چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی۔

۵۔ اس حدیث سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی دعا میں اللہ تعالیٰ کی وہابیت ہی کا توسل اختیار کیا تھا کہ آپ بڑے داتا اور دیالو ہیں۔

عہ یہ حدیث شیخ جزائری نے تشریح میں نقل کی ہے۔ محشی نے اسے متفق علیہ بتایا ہے۔ (ردمی)

چھبیسواں درس

۲۶ شوال المکرم	قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	درس حدیث شریف

حدیث شریف: اِنَّ عِفْرِيْتًا مِنَ الْجِنِّ تَفَلَّتَ الْبَارِحَةَ لِيَقْطَعَ عَلَيَّ صَلٰوتِيْ فَاَمْكَنَنِيَ اللّٰهُ مِنْهُ فاخذته فاردت ان اَرْبِطَهٗ عَلٰى سَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ حَتّٰى تَنْظُرُوْا اِلَيْهِ كُلُّكُمْ فَتَذَكَّرْتُ دَعْوَةَ اَخِيْ سُلَيْمَانَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِيْ فَرَدَدْتُهٗ خَاسِئًا

(رواہ البخاری)

ترجمہ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کو جنوں میں سے ایک عفریت (ڈراؤنی صورت کا خبیث جن) نماز کے وقت میرے سامنے آگیا کہ میری نماز تڑوا دے، تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قابو دے دیا تو میں نے اسے پکڑ لیا اور ارادہ کیا کہ مسجد کے کسی ستون میں اسے باندھ دوں کہ صبح تم سب اسے دیکھ لو، پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی وہ دعا یاد آگئی جو انھوں نے حق تعالیٰ سے مانگی تھی کہ مجھے ایسی سلطنت دے جو میرے سوا کسی اور کو نہ دی گئی ہو، تو یہ سوچ کر میں نے اسے ذلیل حالت میں چھوڑ دیا۔

تشریح: عفریت ایسے جن کو کہتے ہیں جو بڑا ہوا اور ڈراؤنا ہو، ہر کام آسانی سے کر ڈالتا ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے اس لئے باندھنا چاہا تھا کہ صحابۂ کرام رضی بھی اسے دیکھ لیں اور مدینہ طیبہ کے بچے بھی اس سے کھیل لیں

تفریح کرلیں۔

تشریح سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اسے بڑی طاقت و مضبوطی کے ساتھ پکڑا تھا۔ آپ کی اس پکڑ کو وہ بہت دنوں تک یاد کرتا رہا ہوگا۔ اور آپ کے چھوڑ دینے پر یہی کہتا ہوا گیا ہوگا کہ ؎

جان بچی، لاکھوں پائے
خیر سے بدھو گھر کو آئے

مُربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور سابق عمل جاری رکھیں۔

۳۔ لوگوں کو یہ بات معلوم ہو جانی چاہئے کہ یہ جن و شیاطین لوگوں کو تکلیف بھی پہنچاتے ہیں، انکی ایذا رسانی سے بچانے والا صرف خدا تعالےٰ ہے۔ کوئی شیخ سدو وغیرہ نہیں بچا سکتے۔ لہٰذا مسلمانوں کو ان سے حفاظت کیلئے اللہ تعالےٰ ہی کی پناہ طلب کرنی چاہئے۔

۴۔ لوگوں کو حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے اس حسن ادب پر بھی غور کرنا چاہئے کہ آپ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کا خیال کر کے عفریت کو ستون سے باندھا نہیں اور آپ کے اس حسن ادب کی پیروی کرتے ہوئے اسی طرح اپنے دوسرے بھائیوں کی رعایت کیا کریں۔ مال اور دنیا طلبی یا منصب و جاہ کے معاملات میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش نہ کیا کریں۔ دوسروں کو بھی ترقی کا موقع دیتے رہیں۔

ستائیسواں درس

۲۷ر شوال المکرم	قَولُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَزَّوَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِکْمَةَ اَنِ اشْکُرْ لِلّٰہِ ؕ وَمَنْ یَّشْکُرْ فَاِنَّمَا یَشْکُرُ لِنَفْسِہٖ ۚ وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ۝ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِہٖ وَھُوَ یَعِظُہٗ یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِکْ بِاللّٰہِ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ۝ (لقمان ۱۲-۱۳)

ترجمہ آیت: اور ہم نے لقمان (علیہ السلام) کو حکمت ودانائی عطا فرمائی تھی کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کرو۔ جو شخص بھی شکر ادا کرتا ہے، تو اس کا فائدہ خود اسی کو ملتا ہے۔ اور جو ناشکری کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے شکر سے بے نیاز ہیں اور قابل حمد وتعریف ہیں۔ اور آپ اس بات کو یاد کیجئے جب لقمان (علیہ السلام) نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے یہ کہا کہ اے میرے پیارے بیٹے اللہ کے ساتھ کسی کو بھی (اس کی ربوبیت میں یا عبادت میں) شریک نہ کرنا۔ کیونکہ شرک کرنا تو بہت بڑا ظلم ہے (کہ یہ سب سے بڑی ہستی کے ساتھ کیا جاتا ہے۔)

تشریح: آج کی زیر درس آیت میں اللہ تعالیٰ یہ فرمارہے ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ولی نعمت اور ہر طرح مالک ومختار ہیں۔ اپنے جس بندے پر انعام فرمانا چاہتے ہیں تو اسے انعام سے نوازتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے

اپنے ایک ایسے بندے کو جو (نوبہ کے باشندے) فوجی غلام تھے جن کا نام لقمان تھا حکمت و دانائی عطا فرمائی تھی (کہ وہ لقمان دانا اور لقمان حکیم ہی کے نام سے مشہور ہوئے۔) حکمت و دانائی سے مراد یہ ہے کہ ہر معاملہ میں صحیح فیصلہ تک رسائی ہو جائے۔ جس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اپنے منعم کو پہچانے اور اس کی ہر نعمت پر شکر ادا کرے اسی کے ساتھ ساتھ اسے یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ اس کے شکر سے کوئی فائدہ اس کے منعم کو نہیں پہنچے گا۔ بلکہ اس شکر کا فائدہ بھی خود اسی کو حاصل ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ ساری دنیا سے بے نیاز ہے۔ شکر کی وجہ سے نعمت و انعام میں مزید اضافہ ہوگا جو خود اسی کے کام آئیگا۔

اور شکر نعمت کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ہر نعمت اس کی مرضی کے مطابق ہی استعمال کی جائے۔ اس کی خلاف مرضی معصیت میں استعمال نہ ہو۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور سابق عمل جاری رکھیں۔

۳۔ لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت لقمان علیہ السلام کے پیغمبر ہونے میں اختلاف ہے۔ مشہور بات یہی ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے نیک بندے تھے، اللہ تعالےٰ نے انھیں عقلمندی و حکمت سے نوازا تھا۔ انکی حکمت آموز چند باتیں یہ ہیں:۔

(۱) اَلصَّمْتُ حِكْمَةٌ وَّقَلِيْلٌ فَاعِلُهٗ (خاموش رہنا حکمت ہے اور ایسا کرنے والے کم ہی ہیں۔)

(۲) اِنَّ اَطْيَبَ مُضْغَةٍ فِى الْاِنْسَانِ قَلْبُهٗ وَلِسَانُهٗ (انسان کے جسم میں سب سے پاکیزہ لوتھڑا انسان کا دل اور اس کی زبان ہے۔)

(۳) وَاَخْبَثُ مُضْغَةٍ اَيْضًا هِىَ۔ (اور سب سے بُرا لوتھڑا بھی یہی دل اور زبان ہے۔)

۴۔ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی ہے، اس سے یہ بات سمجھی جاسکتی ہے کہ ہر باپ کو چاہئے کہ اپنی اولاد کو نصیحتیں کرتا رہے۔

۵۔ لوگوں کو شرک کے انجام سے ڈرائیے کہ شرک کا گناہ بغیر توبہ قابل عذاب ہی رہتا ہے شرک کی حقیقت یہ ہے کہ غیر اللہ کو اللہ کی عبادت اور ربوبیت میں شریک کرنا اور اللہ تعالےٰ کے سوا کسی اور سے فریاد کرنا، مدد کیلئے پکارنا۔

اٹھائیسواں درس

۲۸ر شوال المکرم	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	درس حدیث شریف

حدیث شریف: لَیْسَ ذَالِکَ اِنَّمَا ھُوَ الشِّرْکُ اَلَمْ تَسْمَعُوْا مَاقَالَ لُقْمَانُ لِاِبْنِہٖ وَھُوَ یَعِظُہٗ یَابُنَیَّ لَا تُشْرِکْ بِاللّٰہِ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ○ (متفق علیہ)

ترجمہ حدیث: (جس آیت کی وجہ سے آپ لوگوں کو فکر و پریشانی لاحق ہو رہی ہے) اس کا مطلب وہ نہیں ہے جو آپ سمجھ رہے ہیں۔ اس آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے کیا آپ لوگوں نے وہ بات نہیں سنی جو حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہی تھی کہ اے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، شرک تو بڑا ظلم ہے اور سب سے بڑی ہستی کے ساتھ بڑی زیادتی ہے۔

تشریح: اس حدیث کا تعلق سورۂ انعام کی اس آیت سے ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے ایسوں ہی کیلئے امن ہے اور وہی راہ مقصود پر چل رہے ہیں (آیت ۸۳) سورۂ انعام کی یہ آیت اتری تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو دشواری محسوس ہوئی اور انھوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم میں سے کون بھلا ایسا ہوگا جس نے اپنے نفس پر ظلم نہ کیا ہو، تو پھر ہم سب ہی راہ مقصود سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ تب آپ نے فرمایا کہ یہاں ظلم سے شرک مراد ہے۔ کیا آپ لوگوں نے حضرت لقمان علیہ السلام کی وہ بات نہیں سنی جو وہ اپنے

بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ اے میرے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو عبادت و ربوبیت میں شریک کر، کیونکہ شرک بڑا ظلم ہے اور بڑی زیادتی اور بے محل بات ہے جو سب سے بڑی ہستی کے ساتھ کی جاتی ہے۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱ و ۲۔ حسب دستور سابق عمل جاری رکھیں۔

۳۔ لوگوں کے علم میں یہ بات صاف صاف لفظوں میں آجانی چاہئے کہ شرک کے سوا دوسرے گناہوں کی سزا دائمی دوزخ نہیں ہے۔ سزا کے بعد جنت میں داخلہ ہو جائیگا لیکن شرک بغیر توبہ کے معاف نہ ہوگا، ہمیشہ دوزخ میں رہنا پڑیگا۔ لہذا شرک کی ہر صورت سے دور رہنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ" (یعنی اللہ تعالیٰ اس بات کو معاف نہیں فرمائیں گے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے۔ شرک کے سوا دوسرے گناہ جسے چاہیں گے معاف فرما دیں گے۔)

۴۔ لوگوں کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اپنی مدد کیلئے کسی کو بلانا اور پکارنا، یا خدا تعالیٰ کے سوا کسی کے نام پر جانور ذبح کرنا، نذر ماننا، قسم کھانا، یہ سب صورتیں شرک ہیں۔

۵۔ اسی کے ساتھ مسئلہ کا یہ ضروری و نازک پہلو بھی معلوم رہے کہ ایسے لوگوں کو جو اوپر کی حرکتوں کے مرتکب ہوں مشرک نہ کہا جائے۔ بلکہ یوں کہیں کہ آپکے یہ سب کام شرک ہیں ان سے توبہ کر لیں۔ اگر اس کے بعد بھی وہ اپنے عمل پر اصرار کریں تو وہ خود ہی اپنے عمل سے مشرک ہو گئے ہیں۔ ہمارے کہنے سے ان کی اصلاح نہ ہوگی بلکہ وہ ضد پر آمادہ ہو جائیں گے۔

اُنیسواں درس

۲۹؍ شوال المکرم	قولُ اللہِ تعالٰی عزّوجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَاءِيلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ۝ (المائدہ ۷۲)

ترجمہ آیت: بیشک وہ لوگ بھی کافر ہو چکے جنھوں نے یہ کہا کہ اللہ تعالےٰ مسیح بن مریم ہے۔ حالانکہ مسیح بن مریم نے خود فرمایا تھا کہ اے بنی اسرائیل تم اللہ تعالےٰ کی عبادت کرو جو میرا بھی اور تمھارا بھی رب ہے۔ بیشک جو شخص اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی کو شریک قرار دے گا، تو اللہ تعالےٰ نے اس پر جنت حرام کردی ہے، اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

تشریح: زیر درس آیت میں اللہ تعالےٰ اُن لوگوں کے حالات بیان فرماتے ہیں جنھوں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو معبود بنالیا اور کہنے لگے کہ اللہ تعالےٰ کی روح حضرت عیسٰی علیہ السلام میں حلول کر گئی پس وہ اللہ ہو گئے (نعوذ باللہ)۔ یہ عیسائیوں کے ایک گروہ کا نظریہ ہے۔ اور عیسائی تین گروہوں میں منقسم ہیں (۱) ملکیہ (۲) یعقوبیہ (۳) نسطوریہ۔ اور یہ تینوں ایکدوسرے کی تکفیر کرتے ہیں انہیں سے

ایک فرقہ قائل ہے کہ معبود تین ہیں۔ اللہ، عیسیٰ، مریم۔ یعنی اللہ تعالیٰ تین میں سے تیسرے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ یعنی کافر ہیں وہ لوگ جنھوں نے کہا کہ اللہ تین کا تیسرا ہے۔ اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمائیں گے ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ یعنی اے عیسیٰ! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو معبود بناؤ اللہ کے علاوہ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات سے بہت بعید ہے ایسی باطل بات کہنا اور لوگوں کو شرک کی دعوت دینا وغیرہ۔ چونکہ پیدائش کے بعد انھوں نے کہا تھا اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا (مریم ۳۱)

(ترجمہ: وہ بچہ بول اٹھا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اُس نے مجھ کو کتاب دی اور نبی بنایا اور مجھ کو برکت والا بنایا میں جہاں کہیں بھی ہوں۔ اور اس نے مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا جب تک میں زندہ ہوں) اور بنی اسرائیل کو توحید کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا تھا جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ (المائدہ، ۷۲)

(ترجمہ: اے بنی اسرائیل! اللہ کی بندگی اختیار کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمھارا بھی رب ہے)

زیر درس آیت میں یہ بھی فرمایا کہ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز یا کسی شخص کو شریک ٹھہرائے گا تو اللہ تعالیٰ اُس پر جنت کو حرام کر دے گا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اُس کو جہنم میں داخل کر دے گا۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ زیر درس قرآن مجید کی جو آیت نقل ہوئی ہے اور اسمیں نصاریٰ کا جو قول نقل کیا گیا ہے اس قول کی وجہ سے نصاریٰ مشرک و کافر ٹھہرتے ہیں۔ ان پر توبہ لازم ہے۔ اگر توبہ کے بغیر اسلامی عبادات ادا کریں گے تو دوزخ سے نجات اور جنت کے داخلہ سے محروم ہی رہیں گے۔ پہلے کفر و شرک سے توبہ کریں اس کے بعد اسلام میں داخل ہوں، اسکے احکام پر عمل کریں۔ تب دوزخ سے نجات کے امیدوار بنیں۔

۴۔ (لوگوں کو بتا دیں کہ) جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی عیب و نقص منسوب کرے یا اللہ تعالیٰ کو مستقبل سے بے خبر مان کر بدی کا عقیدہ رکھے وہ کافر و دوزخی ہے۔

۵۔ یہ بات بھی سب کو معلوم رہے کہ شرک جس طرح عبادت میں ہوتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفات (خلق و عطائے رزق، احیاء و اماتت وغیرہ) میں بھی ہوتا ہے۔ ۶۔ یہ بات بھی جان لیں کہ گناہوں کی تین صورتیں ہیں، ایک گناہ تو حقوق اللہ کا ہوتا ہے جسمیں سب سے بڑا گناہ شرک ہے۔ یہ گناہ تو توبہ کے بغیر معاف نہ ہوگا اسکے سوا حقوق اللہ سے متعلق جس گناہ کو اللہ تعالیٰ معاف فرمانا چاہیں گے معاف فرمادیں گے۔ حقوق العباد کے گناہ صاحب حق کے معاف کرنے پر ہی معاف ہوگا۔

تیسواں درس

۳۰ شوال المکرم | قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم | درس حدیث شریف

حدیث شریف: مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاَنَّ عِيْسٰى عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقَاهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ عَلٰى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ۔ (متفق علیہ)

ترجمۂ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے یہ گواہی دی کہ ایک اللہ کے سوا کوئی دوسرا لائق عبادت و بندگی نہیں ہے اور یہ کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور وہ کلمۃ اللہ اور اس کی طرف سے آئی ہوئی روح ہیں، اور یہ کہ جنت کا وجود حق ہے اور دوزخ کا وجود حق ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کر دیں گے، اس کے اعمال جیسے بھی رہے ہوں۔

تشریح: زیر درس حدیث شریف میں شَهِدَ کا لفظ آیا ہے، جس کے معنی گواہی دینے کے ہیں۔ لیکن کسی بات کی شہادت دینے کے لئے اس سے پہلے اس کا علم بھی تو ہونا چاہئے۔ اس لئے شیخ جزائری نے "شَهِدَ" کا ترجمہ "عَلِمَ" سے کیا ہے کہ جس شخص کو بھی علم کی متعدد صورتوں میں سے کسی بھی صورت سے ان عقائد کا علم ہو گیا ہو، اور وہ اس علم کی بنیاد پر شہادت دے رہا ہو تو اس کا داخلہ جنت میں ہو جائیگا علم کی متعدد صورتیں یہ ہیں کہ اس نے قرآن مجید پڑھ کر علم حاصل کیا ہو، حضرات انبیاء کرام

بالخصوص حضرت سرور کائنات صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ارشادات کے ذریعہ علم حاصل ہوا ہو، علمار دین کی کتابوں اور انکی صحبت میں رہنے سے علم حاصل ہوا ہو۔ اور علم کے بعد وہ دل کے یقین کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی وحدانیت، حضرات انبیار کی نبوت و رسالت کے اقرار کے ساتھ ساتھ جنت و دوزخ اور آخرت کا بھی یقین رکھتا ہو اور ان باتوں کی دل وزبان سے شہادت و گواہی بھی دیتا ہو، تو اللہ تعالےٰ اسے جنت میں داخل فرمادیں گے بظاہر اس حدیث میں اس کے اعمال سے متعلق کچھ نہیں کہا گیا ہے۔ کیونکہ یہ بات تو بالکل ہی غیر معقول ہے کہ ایسا شخص جو دین کے ایسے اہم اعتقادات رکھتا ہو وہ عمل سے بالکل ہی خالی ہو، اس کے ساتھ عمل بھی ضرور ہوگا۔ خواہ کم ہی ہو لیکن بے عمل ہونا قرین قیاس نہیں ہے

مربّی کیلئے ہدایات

ا و ۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں ۔

۳۔ لوگوں کو یہ بات ذہن میں ضرور رکھنا چاہیئے کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کے جلال و جبروت اور اس کی صفات کا لیہ سے پوری طرح واقف ہوگا، اللہ تعالےٰ کی ذات سے امید یہی ہے کہ ایسا شخص مبتلائے شرک نہ ہوگا کہ داخلۂ جنت سے محروم ہوجائے ۔

۴۔ زیر درس حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ اور روح اللہ کہا گیا ہے اس کا مطلب سمجھ لینا چاہیئے۔ یہ دونوں الفاظ اللہ تعالےٰ ہی نے قرآن مجید میں

فرمائے ہیں۔ "کلمۃ اللہ" کا مطلب یہ ہے کہ حضرت مریم کے پہلو میں جب حضرت جبرئیل نے پھونک ماری تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کلمہ "کُنْ" کہا، اس کلمہ "کُنْ" کے نتیجہ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ اس لئے آپ کو "کلمۃ اللہ" فرمایا گیا ہے۔

۵۔ لوگوں کو "روحٌ منہ" کا مطلب بھی سمجھادیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو "روحٌ من اللہ" (یا روح اللہ) کہنے کا مطلب یہی ہے کہ آپ کی تخلیق کی صورت یہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کو حکم دیا کہ وہ حضرت مریم کی پسلی میں پھونک ماردیں۔ یہ پھونک من جانب اللہ تھی، یہی آپ کی روح اور جان بن گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کلمہ "کُنْ" فرمادیا تو اسی گھڑی میں آپ کی ولادت بھی ہوگئی۔ آپ کی ولادت میں چھ ماہ یا نو ماہ کی مدت نہیں لگی تھی۔

للہ الحمد والمنۃ کہ آج ۴ شعبان ۱۴۲۵ھ بروز دوشنبہ مبارکہ ماہ شوال کے دروس کا ترجمہ ختم ہوگیا۔ فللہ الحمد والشکر۔

عبدالقدوس رومی غفرلہٗ

پہلا درس

یکم ذیقعدہ	قول اللہ تعالیٰ عزّ وجلّ	درس قرآن مجید

آیات شریفہ: وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ۝ وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ ۝ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ۚ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً ۚ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ (النحل ۵ تا ۸)

ترجمہ آیات: اسی (خدا) نے چوپائے جانور پیدا کئے جن میں تمھارے لئے گرمی پہنچانے والے لباس ہیں (اس کے علاوہ) اور بھی بہت سے فائدے ہیں۔ اور ان چوپایوں میں سے بعض کو تم کھاتے (بھی) ہو۔ اور ان میں تمھارے لئے جمال وزینت بھی ہے۔ جب انھیں (جنگل سے) چرا کر (گھر) لاؤ اور جب چرانے کے لئے (جنگل) لے جاؤ۔ (یہ چوپائے) تمھارا بوجھ ان شہروں تک اٹھالے جاتے ہیں جہاں تک تم (تھک کر) ادھ مرے اور آدھی جان ہوئے بغیر نہیں پہنچ سکتے تھے۔ بیشک تمھارا پروردگار بہت ہی شفیق اور بڑا مہربان ہے۔ (اسی خدا نے پیدا کیا) گھوڑوں اور خچروں کو گدھوں کو، تاکہ تم ان پر سوار ہو، اور وہ باعثِ زینت بھی ہیں۔ وہ اور بھی ایسی چیزیں پیدا کیا کرتا ہے جنھیں تم (پہلے سے) جانتے بھی نہیں ہو۔

تشریح: آیات زیر درس میں اللہ تعالیٰ اپنی شانِ ربوبیت کے مختلف مظاہر بیان فرمارہے ہیں۔ ارشاد ہوا کہ دیکھو جانوروں کو جنھیں اللہ تعالیٰ نے تمھارے فائدے ہی کیلئے پیدا کیا ہے، ان میں تم کو (موسم سرما میں) گرمی پہنچانے والی چیزیں بھی ہیں، اور ان میں ایسے جانور بھی ہیں جن کا گوشت تم کھاتے ہو اور ان جانوروں میں ایسے جانور بھی ہیں جن میں تمھارے لئے شان وشوکت اور جمال وزینت بھی ہے۔ عمدہ گھوڑوں کی سواری کس درجہ شان وشوکت اور جمال وزینت کی سواری سمجھی جاتی ہے۔ (عربی کے مشہور شاعر متنبی نے کیا خوب کہا ہے ع

أَعَزُّ مَكَانٍ فِي الدُّنَى سَرْجُ سَابِحٍ

(دنیا میں سب سے زیادہ باعزت جگہ سبک رفتار وتیز رفتار گھوڑے کی زین ہے۔)

تم ان گھوڑوں پر سوار ہو کر جنگل سے گھر کو لاتے ہوئے اور صبح کو انھیں چرانے کے لئے جنگل لے جاتے ہوئے کیسے ٹھاٹھ سے آتے جاتے ہو۔ اور تم اپنے باربرداری کے سامان اور بوجھ بھی ان جانوروں پر لاد کر دوسرے دور دراز شہروں تک لے جاتے ہو جہاں پیدل جانے میں تم ادھ مرے ہو جاتے ہو۔

یہ جانور اونٹ، گائے اور بکری ہیں کہ ان کے بال اور اون سے ملبوسات تیار ہوتے ہیں۔ ان کے فرش وفروش بھی بنتے ہیں۔ ان کے منافع اور فائدے یہ ہیں کہ ایک تو ان کی نسل برابر چلتی اور بڑھتی رہتی ہے۔ ان سے دودھ، گھی مکھن ملتا ہے، گوشت ملتا ہے۔

اس آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بیشک تمھارا پروردگار نہایت شفیق اور بے حد مہربان ہے۔ اس نے تمھاری راحت رسانی اور روزی میں

خود کفیل بنانے کے لئے یہ جانور پیدا کئے ہیں۔

آخری آیت میں فرمایا ہے " وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ " کہ اللہ تعالٰی آئندہ بھی اور بہت سے وسائل سفر اور دوسری چیزیں پیدا فرماتے رہیں گے ان وسائل کو بھی تم خدا تعالٰی ہی کی نعمت تصور کرنا، اگرچہ اس میں تمھاری عقلیں اور دماغی صلاحیتیں بھی لگی ہوں گی۔ لیکن یہ دماغی صلاحیت اور عقل بھی اللہ تعالٰی ہی کی دی ہوئی ہے اس لئے اسے خدا ہی کی قدرت کے مظاہر سمجھنا۔ کیونکہ ساری تعریف کا مستحق صرف وہی ایک خدا ہے۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱ اور ۲۔ دستور کے مطابق عمل جاری رکھیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو یہ بات یاد دلائیے کہ ان جانوروں کا خالق اور ان کے ذریعہ ہم پر انعام کرنے والا منعم خدا تعالٰی ہی ہے اور وہی ہماری ہر طرح کی عبادت و بندگی اور مظاہر عبدیت و بندگی و غلامی کا بھی مستحق ہے۔

۴۔ اپنے سامعین کو یہ بات بھی سمجھا دیجئے کہ ان آیات میں عام جانوروں کا ذکر کرنے کے بعد گھوڑے، خچر اور گدھے کا ذکر علیحدہ کیا گیا ہے۔ اسکی وجہ شاید یہ اشارہ ہو کہ یہ جانور " مِنْهَا تَأْكُلُونَ " کا مصداق نہیں ہیں، کیونکہ ان کا گوشت کھانا حلال نہیں ہے۔ (تفصیل آگے آرہی ہے)

۵۔ اپنے سامعین کو یہ بھی بتا دیجئے کہ زینت از روئے شرع مباح وپسندیدہ چیز ہے لیکن یہ عورتوں کے حق میں زیادہ مطلوب ہیں۔ مردوں کو بھی اپنے چہرے، ڈاڑھی کی تزئین اور جائز لباس کے ذریعہ اچھے روپ میں پیش کرنا بالکل جائز ومباح اور مطلوب وپسندیدہ بھی ہے۔

۶۔ اپنے سامعین کو قرآن مجید کے اس اعجاز کی طرف بھی متوجہ کیجئے کہ اس نے کس طرح "وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ" کہہ کر آئندہ وجود میں آنے والی سواریوں کا ذکر کر دیا اور ان کے خلق وایجاد کو اپنا خلق بتا کر یہ حقیقت بے پردہ کر دی کہ یہ سب خلق خدا ہی کا ایک مظہر ہیں، جس میں انسانی عقل وصناعی بھی اگرچہ شامل ہے مگر وہ بھی اسی کی دین ہیں۔ موجودہ زمانے کی ٹرینیں، کاریں، بسیں ہوائی جہاز اور راکٹ وغیرہ یہ سب ہی "وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ" کے مصداق ہیں۔

دوسرا درس

۲ ذی قعدہ | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّكُمْ قَدْ اَسْرَعْتُمْ فِیْ حَظَائِرِ یَهُوْد، اَلَا لَا تَحِلُّ اَمْوَالُ الْمُعَاهِدِیْنَ اِلَّا بِحَقِّهَا وَحَرَامٌ عَلَیْكُمْ لُحُوْمُ الْحُمُرِ الْاَهْلِیَّةِ وَخَیْلِهَا وَبِغَالِهَا وَكُلِّ ذِیْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَذِیْ مِخْلَبٍ مِنَ الطَّیْرِ (رواہ احمد)

ترجمۂ حدیث: اے لوگو! تم نے یہود کے باڑوں اور باغوں کے معاملہ میں جلد بازی سے کام لیا ہے۔ حالانکہ اچھی طرح کان کھول کر سن لو کہ جن لوگوں سے کوئی معاہدہ کیا جا چکا ہو ان کی کوئی چیز بھی صرف صحیح اور جائز طریقہ ہی سے لی جا سکتی ہے اسی طرح وہ حلال ہوگی۔ ناحق طور پر ان کی کوئی چیز لینا حرام ہے اور تم پر پالتو گدھوں کا گوشت اور پالتو گھوڑوں اور خچروں کا گوشت حرام ہے اسی طرح شکاری جانوروں کا گوشت بھی حرام ہے اور پنجہ والے شکاری پرندوں کا گوشت بھی حرام ہے۔

تشریح: حدیث شریف زیر درس کا فقرہ تشریح طلب تھا اس لئے حضرت مصنف شیخ جزائری نے اس کا مطلب واضح کر دیا کہ یہ ارشاد نبوی اس موقع سے

عہ محشی کتاب نے مجموعی طور پر حدیث کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ اُس کے کچھ اجزاء سے ضرور اتفاق کیا ہے۔ خط کشیدہ حصہ جو "وحرام علیکم" سے شروع ہوتا ہے ترمذی و مسلم شریف کی روایت کے مطابق صحیح تسلیم کیا ہے۔

تعلق رکھتا ہے جب ہجرت مدینہ کے کئی سال بعد اہل اسلام نے یہودیوں کا بڑا گڑھ قلعہ خیبر فتح کرنے کے بعد خیبر میں یہودیوں کے جو باغات اور باڑے تھے ان کے پھل وغیرہ اور جانور بھی ان کی اجازت کے بغیر لے لیا کرتے تھے تو اس پر آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اہل اسلام صحابہ کرام کو تنبیہ فرمائی کہ تم لوگوں نے خیبر فتح کر لینے کے بعد اہل خیبر یہود کے باغات اور ان کے باڑوں میں جو چیزیں موجود تھیں انھیں اس طرح لینا شروع کر دیا جیسے وہ تمھاری ذاتی ملکیت ہوں حالانکہ وہ چیزیں یہود خیبر کی تھیں جن کے جان ومال کی حفاظت کا ان سے معاہدہ کیا جا چکا ہے اس لئے بغیر ان کی خوشی ومرضی معلوم کئے ناحق طور پر ان کی کسی بھی چیز کو لینا جائز ہی نہیں ہے۔ ہاں اگر کوئی چیز انھوں نے خوشی سے دیدی اور ہبہ کر دی ہو یا تم نے کسی چیز کی قیمت ادا کر کے ان سے خرید لی ہو تو یہ صورت جائز و درست ہو گی۔ اس کے بعد حدیث شریف میں ان چند جانوروں کے گوشت کا کھانا بھی حرام بتایا گیا ہے۔ (۱) پالتو گدھوں، گھوڑوں، خچروں کے گوشت حرام ہیں (۲) چیر پھاڑ کرنے والے، دانتوں سے شکار کرنے والے درندوں کا گوشت حرام ہے۔ اسی طرح (۳) پنجوں سے شکار کرنے والے پرندوں کا گوشت بھی حرام ہے۔ درندوں میں کتے، بھیڑیے، شیر، چیتے، لومڑی اور تیندوے آگئے۔ اور شکاری پرندوں میں شکرہ، باز، چیل کوے آگئے۔

اس موقع پر حضرت مصنف نے اس حدیث سے متعلق یہ صورت واقعہ اور حدیث کا پس منظر بھی بیان کیا ہے۔

یہ تو ہوئی حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی حدیث۔ باقی اس حدیث کے پس منظر کا ایک قصہ بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ حضرت مقدام بن معدیکرب کہتے ہیں کہ

ہم لوگوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ساتھ گرمی کے زمانہ میں ایک غزوہ میں جنگ کی۔ اس وقت ہمارے ساتھیوں کو گوشت کھانے کی بہت زیادہ خواہش ہوئی۔ تو انھوں نے مجھ سے ایک خاکستری اونٹنی مانگی۔ میں نے ایک اونٹنی دیدی۔ انھوں نے اسے رسی سے باندھ لیا۔ (گویا ذبح کرنے کو تیار ہو گئے) تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ کہ آپ لوگ یہیں اپنی جگہ ٹھہریں تاکہ میں حضرت خالد کے پاس جاکر اس صورت حال کے بارے میں دریافت کرلوں۔

چنانچہ میں حضرت خالد رضؓ کے پاس پہنچا اور ان سے دریافت کیا۔ تو انھوں نے بتایا کہ ہم نے حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کی جنگ لڑی تھی۔ تو اس موقع پر لوگوں نے یہود کے باغوں سے پھل وغیرہ لینے میں جلدی کی تھی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں "اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ" (نماز ہونے جارہی ہے) پکار دوں اور یہ کہ جنت میں صرف مسلمان ہی جائیں گے۔ پھر اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے یہ ارشادات فرمائے تھے جو اوپر نقل ہوئے۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱ او ۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو بتادیں کہ ذمی لوگوں کے اموال اور اہل معاہدہ کے اموال صرف جائز طریقہ ہی سے لئے جاسکتے ہیں۔ یعنی ان سے خرید کر یا جب وہ ہبہ کردیں۔ زبردستی یا رضامندی کے بغیر انکی کوئی چیز لینا درست نہیں ہے۔

۴۔ اپنے سامعین کو پالتو گدھوں، خچروں کے گوشت اور گھوڑوں کے گوشت کی حرمت سے آگاہ کردیجئے۔

ضروری تنبیہ: محشیٔ کتاب نے گھوڑے کے گوشت کی حرمت کو صحیح نہیں مانا ہے۔ اسے اختلافی ظاہر کیا ہے اور لکھا ہے کہ صحیح قول کے مطابق گھوڑے کا گوشت حلال ہے۔) (احناف نے آلہ جہاد ہونے کی وجہ سے گھوڑے کے گوشت کو مکروہ قرار دیا ہے۔)

۵۔ سامعین کو بتادیجئے کہ شکاری پرندوں کا گوشت بھی حرام ہے۔

۶۔ حدیث میں مذکور واقعہ سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ جس شخص سے کوئی بات پوچھی جائے تو اگر اسے اس کا شرعی حکم صحیح طور پر معلوم نہ ہو تو وہ نہ تو اس کا کوئی جواب دے نہ ہی از خود کوئی عمل کرے۔ بلکہ اہل علم سے پوچھ کر ہی عمل بھی کرے اور مسئلہ کا جواب بھی اسی وقت دے جب اسے شرعی حکم معلوم ہوجائے۔

تیسرا درس

درس قرآن مجید	قولُ اللهِ تعالیٰ عزّ وجلّ	۳؍ ذی قعدہ

آیت شریفہ: اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْیِ ۚ یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ (النحل ۹۰)

ترجمہ آیت: یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالےٰ عدل وانصاف اور سلوک واحسان کا حکم دیتے ہیں اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیتے ہیں اور برائی وبے حیائی اور سرکشی وظلم سے روکتے ہیں۔ وہ تم کو نصیحت فرماتے ہیں (تمھاری خیر خواہی اور بھلائی کے لئے ان باتوں کا حکم دیتے ہیں کہ) شاید تم لوگ نصیحت حاصل کرلو۔

تشریح: مصنف کتاب شیخ جزائری نے اپنی تشریح میں سب سے پہلے اس آیت سے متعلق یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ مشہور صحابی حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالےٰ عنہ (جو آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے دودھ شریک بھائی تھے) کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کے بعد ابتدائی دور میں میں نے اسلام قبول کیا تھا۔ کیونکہ مجھے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے کچھ حجاب سا لگتا تھا یہاں تک کہ یہ زیر درس آیت نازل ہوگئی، اس وقت میں آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا، اس آیت کا مضمون میرے دل کو لگ گیا اور میں پکا ایمان والا بن گیا۔ اس کے بعد میں نے یہ آیات دشمن اسلام ولید بن المغیرہ

کو سنائیں تو اس نے ان سے فرمائش کی کہ ان آیات کو دوبارہ سناؤ، تو میں نے دوبارہ پڑھ دیں، تو وہ بھی ان کی تحسین پر مجبور ہو گیا اور کہنے لگا کہ اس کلام میں ایک طرح کی شیرینی اور مٹھاس ہے اور ایک طرح کی خوشنمائی و دلکشی ہے۔ اس کی اصل اور جڑ سبز و شاداب ہے اور اس کی بلند شاخیں پھلدار ہیں اور یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہے۔ (محشی کتاب نے ولید بن المغیرہ کے اس واقعہ کا ماخذ تفسیر قرطبی کو بتایا ہے کہ مفسر قرطبی نے یہ روایت حضرت عکرمہ سے مرسلاً نقل کی ہے لیکن مفسر قرطبی اور حضرت عکرمہ کی درمیانی سند انھیں معلوم نہ ہو سکی۔)

اس کے بعد مصنف فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ اپنی اس کتاب میں جو ہر طرح کی دینی ہدایات پر مشتمل ہے اپنے مخاطبین کو عدل و انصاف کا حکم دیتے ہیں اور اسی عدل و انصاف کا تقاضا یہ بھی ہے کہ صرف اللہ واحد ہی کی عبادت کی جائے اور اسی کا ذکر و شکر بھی کیا جائے۔ کیونکہ وہی ہمارا خالق و منعم (انعام فرمانے والا) ہے اور اسے چھوڑ کر یا اس کے ساتھ کسی غیر کی عبادت ہر گز نہ کی جائے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کے سوا اور نہ تو ہمارا کوئی خالق و رازق ہے نہ ہی کوئی اور ہمارا منعم ہے۔ اسی وجہ سے اس موقعہ پر لفظ عدل کی تفسیر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ سے کی گئی ہے۔ یعنی اللہ تعالےٰ نے آیت میں عدل کا جو حکم دیا ہے وہ بالواسطہ طور پر توحید اور کلمۂ توحید کا حکم ہے کہ معبود کی وحدت و کثرت اور خالق کائنات کی وحدت و کثرت کے معاملہ میں یہی فیصلہ تقاضائے عدل و انصاف ہے کہ جہان کا خالق و معبود صرف ایک ہی ذات ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالےٰ نے کچھ دوسری اچھی باتوں کا بھی حکم دیا ہے کہ لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو، قرابت داروں کو بھی کچھ دیتے رہا کرو، برائی، بے حیائی اور سرکشی کی باتوں سے اللہ تعالےٰ سب کو روکتے ہیں۔

آخر آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ"

(یعنی اللہ تعالیٰ تم کو یہ سب نصیحتیں فرماتے ہیں اس توقع کے ساتھ کہ تم ان سب نصیحتوں پر عمل کروگے، جن کاموں کا حکم دیا گیا ہے وہ سب کام انجام دوگے اور جن کاموں سے روکا گیا ہے ان سے بچتے رہوگے کہ تمھاری کامیابی اور سعادتمندی اسی پر مبنی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرو اور اس کی ممنوعات و محرمات سے دور رہو۔

مربّی کیلئے ہدایات

اور ۲۔ حسب دستور سابق عمل جاری رکھیں۔

۳۔ لوگوں کو اس آیت کے بارے میں یہ علم رہنا چاہیئے کہ قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ بہت ہی جامع ومانع آیت ہے۔ اس میں جتنی باتوں کا حکم دیا گیا ہے اور جتنی باتوں سے روکا گیا ہے وہ سب متفقہ طور پر واجب التسلیم اور واجب التعمیل ہیں۔

۴۔ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہر معاملہ میں انصاف کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک بھی ضروری و واجب ہے۔

۵۔ لوگوں کو یہ بھی معلوم رہنا چاہیئے کہ سرکشی و بے حیائی بھی ایسی باتیں ہیں جو حرام ہیں۔ ان سے پرہیز ضروری ہے۔

چوتھا درس

۴ر ذی قعدہ	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	درس حدیث شریف

حدیث شریف: اَمَّا مَنْ اَنَا؟ فَاَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ وَاَمَّا مَا اَنَا؟ فَاَنَا عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ ثُمَّ تَلَا عَلَیْہِمْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ (اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ الآیۃ) قَالُوْا رَدِّدْ عَلَیْنَا ھٰذَا الْقَوْلَ فَرَدَّدَ عَلَیْہِمْ حَتّٰی حَفِظُوْہُ فَاَتَیَا اَکْثَمَ

(رواہ الحافظ ابو یعلیٰ)

ترجمہ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سوال کا جواب کہ میں کون ہوں؟ یہ ہے کہ میں محمد ابن عبداللہ ہوں۔ اور اس سوال کا جواب کہ میں کیا ہوں؟ (میری نوعیت و حیثیت کیا ہے؟) تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں اللہ تعالےٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ پھر نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اُن لوگوں کے سامنے "اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ الخ کی تلاوت فرمائی تو اُن لوگوں نے کہا کہ اس آیت کو بار بار ہمارے سامنے دُہرائیے۔ تو نبی کریم ؐ نے بار بار دہرایا، یہاں تک کہ اُن لوگوں نے یاد کرلیا۔ پھر دونوں اکثم کے پاس آئے۔

تشریح: اس زیر درس شریف کی تشریح کے لئے ضروری ہے کہ اس حدیث کا پس منظر اور موقع ارشاد پہلے بتا دیا جائے کہ آپ نے یہ حدیث کس موقع پر اور کس پس منظر میں ارشاد فرمائی تھی۔ تو یہ حدیث ایک خاص واقعہ سے تعلق رکھتی ہے جسے اس کا پس منظر سمجھنا چاہئے۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

کے زمانہ میں اکثم بن صیفی نامی ایک مشہور اور اپنی قوم کا سردار تھا۔ اسے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری اور آپ کی بعثت واعلان نبوت کا علم ہوا تو اس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ مگر اس کے قبیلہ والوں نے یہ کہہ کر اسے روک دیا کہ تم قبیلہ کے سردار اور معزز آدمی ہو، ان کی خدمت میں تمھارے جانے سے تمھاری سبکی اور بے عزتی ہوگی۔ تم کو نہ جانا چاہئے۔ تو اس نے کہا کہ پھر کوئی تیار ہو جو میری طرف سے ان کے پاس جاکر میرے سوالات کا جواب لے آئے۔ اس بات کو لوگوں نے مان لیا۔ اور اس کے قبیلہ کے دو آدمی اس کے نمائندے بن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بتایا کہ ہم لوگ اکثم بن صیفی کے نمائندے ہیں۔ اس نے ہمیں آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور اپنے دو سوالوں کا جواب مانگا ہے۔ اس کا پہلا سوال یہ ہے کہ "مَنْ اَنْتَ" آپ کون ہیں؟ اور دوسرا سوال یہ ہے کہ "مَا اَنْتَ" آپ کیا ہیں؟ یعنی آپ کی نوعیت وحیثیت کیا ہے؟ ان دونوں سوالوں کا جواب اس حدیث میں دیا گیا ہے کہ پہلے سوال "مَنْ اَنْتَ" کا جواب یہ ہے کہ میں عبداللہ کا بیٹا محمدؐ ہوں (یعنی خدا کا بیٹا نہیں ہوں ایک انسان کا بیٹا ہوں، جسے تم سب جانتے ہو۔) اور دوسرے سوال (مَا اَنْتَ؟ آپ کیا ہیں؟) کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کا ایک خاص بندہ اور اس کا رسول (پیغمبر) ہوں۔ اور یہ جوابات دینے کے بعد آپ نے فرمایا۔ "اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ" سورۂ نحل کی آیت تلاوت کی، جسے ان لوگوں نے بار بار سنکر یاد کر لیا۔ اور پھر اکثم بن صیفی کے پاس گئے اور اسے اس کے سوالوں کا جواب بتانے کے بعد یہ آیت بھی سنائی۔ جسے سن کر اکثم صیفی نے آیت کے مضمون کی

بہت تعریف کی اور اقرار کیا کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہو سکتا۔ کسی مافوق البشر ذات کا کلام ہے۔ (پچھلے درس میں یہ بات گزر چکی ہے کہ ولید بن مغیرہ نے بھی جب یہ آیت سنی تھی تو ایسا ہی کہا تھا۔)

مربی کیلئے ہدایات

اور ۲۔ حسب دستور سابق عمل جاری رکھیں۔

۳۔ سب لوگوں کو اس حدیث کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے صادق اور سچے ہونے کو سمجھائیے اور آپ کے ادب واحترام کی طرف متوجہ کیجئے اور بتائیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خداداد علم وبصیرت کی وجہ سے اکثم بن صیفی کے دونوں سوالوں کے جوابات کس حسن وخوبی سے دئیے۔ یہ جوابات ہر ایک انسان نہیں دے سکتا تھا۔

۴۔ سب کو معلوم ہونا چاہئے کہ سورۂ نحل کی آیت اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ الخ قرآن مجید کی سب سے زیادہ جامع آیت ہے جو ہر اچھے کام کا حکم دیتی ہے اور ہر برائی سے بچنے کی تعلیم دیتی ہے۔

۵۔ لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ سب سے بڑھا ہوا عدل وانصاف یہی ہے کہ آدمی توحید کا عقیدہ رکھے۔

۶۔ لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ عبادات میں احسان کو ملحوظ رکھنا اسلام کا ایک تہائی حصہ ہے اور احسان یہ ہے کہ ہر عبادت میں یہ تصور رکھے کہ اللہ دیکھ رہا ہے ؎

جو صاحب ایمان ہیں احسان کو سمجھ لیں ۔۔۔ ہر آن رہے دھیان خدا دیکھ رہا ہے

احسان کو ملحوظ رکھنے پر ہر عمل اللہ تعالٰی ہی کیلئے ہوگا جو قابل قبول ہوگا۔

پانچواں درس

۵ ذی قعدہ	قول اللہ تعالیٰ عزّوجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (النحل ۹۷)

ترجمہ آیت: جو شخص بھی نیک عمل کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت اس حال میں کہ وہ مومن بھی ہو، تو ہم اسے اچھی پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھیں گے اور انھیں ان کے کاموں سے کہیں اچھا اجر و ثواب دیں گے۔

تشریح: آیت شریفہ میں عمل صلح کا لفظ آیا ہے تو اسے سمجھنے کی ضرورت ہے کہ قرآن و حدیث میں عمل صلح سے کون سا عمل مراد لیا گیا ہے۔ تو سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالےٰ اور نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے جن اعمال کا حکم فرمایا ہے وہ سارے ہی اعمال عمل صالح ہیں۔ اس کے ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ وہ عمل اسی طریقہ پر اور اسی وقت کیا جائے جس طریقہ پر اور جس وقت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر طریقہ بدل دیا یا وقت بدل دیا تو وہ عمل صالح کا مصداق نہ ہوگا (مثلاً نماز میں اللہ تعالےٰ نے اپنی حمد و ثنا کیلئے قیام و رکوع و سجدہ کی حالت مقرر کی ہے تو یہ اعمال انہی حالتوں میں ہوں۔ التحیات اور درود و سلام کے لئے دو زانو بیٹھ کر پڑھنے کا حکم ہے تو یہ اسی طرح پڑھے جائیں۔ اسی وجہ سے صلوٰۃ معکوس و صلوٰۃ غوثیہ کو خلاف سنت کہا گیا ہے) ہر شخص کیلئے نجات اور جنت کا داخلہ عمل صالح پر موقوف ہے کہ عمل صالح ہی سے

نفس وروح کا تزکیہ ہوتا ہے جس کے بغیر جنت میں داخلہ ہی نہ ہوسکے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے " قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا " (یقیناوہ کامیاب ہوگیا جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کرلیا۔)

آیت شریفہ میں عمل صالح کی دنیاوی جزا یہ بتائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے پاکیزہ اور بامزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھیں گے اور آخرت میں جنت اور اس کی نعمتیں عطا فرمائیں گے۔

مربّی کیلئے ہدایات

ا و ۲۔ حسب دستور معمول عمل جاری رکھیں۔

۳۔ سب لوگوں کے علم میں یہ بات آجانی چاہیئے کہ اعمال صالحہ (اور ہر عمل صالح) میں ایک طرح کی سعادت و برکت ہوتی ہے جس کا فائدہ حیات طیبہ کی شکل میں مومن کو دنیا میں بھی ملتا ہے اور آخرت میں اس کی جزا اور اجرو ثواب جنت اور اس کی نعمتوں کی شکل میں ملے گا۔

۴۔ سب لوگوں کو یہ حقیقت بھی معلوم رہے کہ ایمان اور پھر ایمان پر ثابت قدمی جنت کی کنجی ہے اسی کے ذریعہ جنت کا دروازہ کھل سکے گا۔ اور ایسے لوگوں کو جو ایمان لاکر اس پر تاحیات ثابت قدم بھی رہے ہوں انھیں مرتے وقت بھی فرشتوں کے ذریعہ جنت میں داخلہ کی خوشخبری دے دی جاتی ہے جسکی وجہ سے وہ خوشی خوشی موت کی آغوش میں چلے جاتے ہیں۔

چھٹا درس

۶/ ذی قعدہ	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	درس حدیث شریف

حدیث شریف: اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ الْمُؤْمِنَ حَسَنَۃً یُعْطٰی بِھَا فِی الدُّنْیَا وَیُثَابُ عَلَیْھَا فِی الْاٰخِرَۃِ وَاَمَّا الْکَافِرُ فَیُطْعَمُ بِحَسَنَاتِہٖ فِی الدُّنْیَا حَتّٰی اِذَا اَفْضٰی اِلَی الْاٰخِرَۃِ لَمْ تَکُنْ لَہٗ حَسَنَۃٌ یُعْطٰی بِھَا خَیْرًا۔ (رواہ مسلم)

ترجمۂ حدیث: حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالٰی کسی بھی مومن پر کسی نیکی کے ثواب میں ناانصافی نہ فرمائیں گے۔ اسے ہر نیکی کے بدلے دنیا میں بھی دیا جائے گا اور آخرت میں بھی ثواب دیا جائے گا۔ اور کافر اپنی نیکیوں کی وجہ سے دنیا میں کھلایا پلایا جائے گا، نتیجہ یہ ہوگا کہ سب نیکیوں کا بدلہ یہیں بے باق ہو جائے گا آخرت میں اس کے نامۂ اعمال میں کوئی نیکی ثواب کیلئے باقی نہ رہے گی، تو وہاں کچھ بھلائی نہ پائے گا جس کا بدلہ دیا جائے۔

تشریح:

مُربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب معمول عمل جاری رکھیں۔

۳۔ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہر نیک عمل میں سعادت و برکت ہوتی ہے۔ اگر صاحبِ عمل مومن ہے تو برکت بھی پاتا ہے اور آخرت میں ثواب بھی پائے گا۔

۴۔ لوگوں کو یہ بات معلوم رہنی چاہیئے کہ عمل صالح اور کوئی نیکی اسی وقت کارِ ثواب ہوگی جب اسمیں یہ سب شرطیں بھی پوری طرح ملحوظ رکھی جائیں۔

(الف) وہ نیکی اور عمل صالح شریعت میں بنایا گیا ہو، اسکی ممانعت نہ ہو۔

(ب) وہ عمل صرف اللہ تعالےٰ کی خوشنودی کیلئے کیا گیا ہو۔

(ج) اس عمل کی ادائیگی اور اس کا طریقہ، اسکی مقدار و تعداد شریعت میں منقول ہو۔

(د) اس عمل کا وقت و زمانہ اور اس کا مقام بھی شریعت کی تعلیم کے مطابق ہو۔

اس شرطوں کی پابندی نہ ہو تو وہ عمل بے کار و بے ثواب ہی رہے گا بلکہ عذاب و سزا کا سبب بن جائے گا۔

ساتواں درس

۷ر ذی قعدہ	قَولُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَزَّوَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ○ (الحجرات۱)

ترجمۂ آیت: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ہوتے ہوئے ان کی مرضی و اجازت کے بغیر کوئی بات کہنے میں پیش قدمی نہ کیا کرو۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر بات کو سننے والے ہر کام کو دیکھنے والے ہیں۔

تشریح: آج کی زیر درس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے صاحب ایمان بندوں کو حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ادب کی تعلیم دی ہے کہ اہل ایمان ہی اپنے ایمان کی بدولت اللہ تعالیٰ اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام کی تعمیل کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ آیت کا مطلب سمجھنے کے لئے اس کا شان نزول (کہ یہ آیت کس واقعہ سے تعلق رکھتی ہے) جاننا ضروری ہے۔

آیت کا شان نزول یہ ہے کہ قبیلہ بنی تمیم کا ایک وفد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرات شیخین حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ بھی اس وقت حضورؐ کی خدمت میں موجود تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو از خود پہلے ہی یہ مشورہ دے دیا کہ آپ قعقاع بن سعید کو ان کا امیر مقرر فرما دیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

نے رائے دی کہ اقرع بن حابس کو امیر بنا دیں۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ناگواری کا اظہار کیا اور بولے کہ تم تو ہمیشہ ہی میری مخالفت کرتے ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے ایک مشورہ دیا ہے، آپ کی مخالفت کا ارادہ نہیں کیا ہے۔ اسی بات پر دونوں میں تکرار ہونے لگی اور دونوں کی آوازیں بھی بلند ہونے لگیں۔ تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جب کوئی شخصیت بڑی موجود ہو تو جب تک وہ مشورہ نہ چاہے ان کے سامنے خود سے مشورہ دینا بے ادبی ہے، اور پھر اس پر حجت و تکرار کرنا اور بڑی بے ادبی کی بات ہے۔ حضرت مصنف شیخ جزائری دامت برکاتہم نے اس آیت سے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ دینی احکام کی تعلیم اللہ و رسول کا کام ہے، لہذا اپنی طرف سے دین میں کوئی نئی بات نکالنا بھی ناجائز اور بدعت ہے جو بڑی گمراہی ہے۔ اسی کو کہتے ہیں قانون کو اپنے ہاتھ میں لینا۔ یہ ایک طرح کی بغاوت بھی ہے اور بڑی بے ادبی بھی ہے کہ شرعی احکام میں اللہ تعالیٰ کے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقرر کردہ احکام میں اپنی رائے اور خواہش کے مطابق اضافے کر لئے جائیں۔ حدیث شریف میں دین کے اندر کار ثواب کے طور پر کسی بھی اضافے کو بدعت اور گمراہی فرمایا گیا ہے اور اس کا انجام دوزخ بتایا گیا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقرعید کی قربانی دسویں ذی الحجہ کو نماز عید الاضحیٰ کے بعد کرتے تھے۔ نماز سے پہلے دیہات میں کرنا تو جائز ہے جہاں نماز عید نہیں ہوتی، مگر شہر والوں کے لئے جہاں نماز عید الاضحیٰ ہوتی ہے یہ صورت جائز نہیں ہے۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ لوگوں کو یہ بات سمجھ لینی چاہیئے کہ دین میں کار ثواب کے طور پر کوئی اضافہ ایسی ہی پیش قدمی قرار دی گئی ہے جس کی ممانعت زیر درس آیت میں آئی ہے۔ کیونکہ بدعت ایجاد کرنے والا اللہ و رسول کے پیچھے نہیں چلا ہے۔ بلکہ ان سے آگے یا ان کے برابر ہونا چاہتا ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ اس کے خیال سے دین میں جو کمی رہ گئی تھی اسے پورا کرنا چاہتا ہے۔

۴۔ آیت کا شان نزول جو اوپر لکھا جا چکا ہے اسے اچھی طرح ذہن نشین کرلیں۔ اور اللہ و رسول سے پیش قدمی کی بے ادبی و جسارت ہرگز نہ کریں۔ کیونکہ زیر درس آیت اسی بات کی تعلیم کے لئے نازل ہوئی ہے۔

آٹھواں درس

۸ ذی قعدہ	قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	درس حدیث شریف

حدیث شریف: لِمعاذِ بنِ جبلٍ حین بعثہٗ الی الیمن بِمَ تحکمُ؟ قال بِکتابِ اللہِ تعالیٰ۔ قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فان لم تجد فبِمَ؟ قال بِسُنّۃِ رسولِ اللہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فان لم تجد؟ قال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجتھدُ برأیی فضرب فی صدرہٖ وقال: الحمدُ للہِ الذی وفّق رسولَ رسولِ اللہِ لما یرضی رسولُ اللہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(رواہ احمد وابوداود والترمذی)

ترجمۂ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا قاضی بنا کر رخصت فرمایا تو بوقت رخصت ان سے دریافت فرمایا کہ وہاں فیصلہ کس بنیاد پر کروگے؟ انھوں نے کہا کہ کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ تب آپ نے سوال کیا کہ اگر قرآن میں فیصلہ تم کو نہ ملے تو کس بنیاد پر فیصلہ کروگے؟ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقہ پر فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میری سنت میں بھی فیصلہ نہ ملے تو کیا کروگے؟ انھوں نے جواب دیا کہ پھر اجتہاد کروں گا۔ یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کے سینہ پر اپنا دست مبارک پھیرا اور الحمد للہ کہہ کر یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے فرستادہ کو ایسی بات

سمجھنے کی توفیق عطا فرمادی جو مرضیٔ رسول کے مطابق ہے۔

تشریح: "بِمَ تَحْكُمُ" تم کس طرح فیصلہ کروگے؟ اس سوال وجواب کے جملہ سے حق کا اثبات اور باطل کا ابطال مقصود ہے، کیونکہ اس طرح کا جملہ اختیار کرنے سے ذہن بات سننے کے لئے آمادہ اور قریب ہوجاتا ہے اور بات بھی ذہن میں پوری طرح بیٹھ جاتی ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا، جب لوگ میرے پاس اپنے مقدمات لیکر آئیں گے تو میں کتاب اللہ کے موافق فیصلہ کروں گا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ملا تو کیسے فیصلہ کروگے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سُنّتِ رسول اللہ کی روشنی میں۔ یعنی جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا ہے اُسی کے مطابق میں فیصلہ کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میری سنت میں کوئی ایسی بات نہ ملی، جس سے کسی ناگہانی حالت یا شاذ و نادر حوادث میں فیصلہ دیا جاسکے تو تم اُس وقت کس بنیاد پر فیصلہ کروگے؟ حضرت معاذ نے عرض کیا کہ میں اُس وقت اپنی عقل سے اجتہاد کروں گا۔ یعنی حق وخیر کے سلسلہ میں خوب تلاش وجستجو کروں گا اور پھر فیصلہ کروں گا۔ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے خوش ہوکر اپنا دست مبارک حضرت معاذؓ کے سینہ پر مارا، تاکہ اُسکی برکت سے اُن کے علم وفضل میں مزید اضافہ ہو اور انھیں اپنے فیصلہ میں ثابت قدمی نصیب ہو، اور فرمایا کہ تمام تعریفیں اُس اللہ کیلئے ہیں جس نے رسول اللہ کے قاصد کو اُس چیز کی توفیق بخشی جس سے اللہ کا رسول راضی ہوا۔ اور ظاہر بات ہے کہ جب اللہ کا رسول راضی ہوگیا تو اللہ بھی اس سے راضی ہوگا۔

مُرَبّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب معمول سابق عمل جاری رکھیں۔

۳۔ لوگوں کو یہ بات معلوم رہے کہ فرماں برداری تو صرف اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہی کی ہونی چاہیے۔ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو ترک کرنا اور نظر انداز کرنا کسی کیلئے بھی جائز نہیں ہے۔

۴۔ یہ بات بھی معلوم رہے کہ اجتہاد کی اجازت شریعت میں ہے لیکن یہ شرط بھی ہے کہ ایسا ہی شخص اجتہاد کرے جو اجتہاد کے شرائط پر پورا اترے۔ ہر نتھو خیرے کو اجتہاد کی اجازت نہیں ہے۔ مجتہد کو قرآن و حدیث کا، آثار صحابہؓ کا اور لغات کا بھرپور علم ہونا چاہیے۔

۵۔ اس درس سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ جب کسی نعمت سے خوشی حاصل ہو تو "الحمد للہ" کہنا چاہیے۔ جیسا کہ آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کے جوابات سے خوش ہوکر "الحمد للہ" فرمایا۔ لہٰذا کھانے پینے کی نعمت، لباس کی نعمت، فارغ البالی کی نعمت، مرض سے شفا کی نعمت ملنے پر الحمد للہ کہنا چاہیے۔

نواں درس

درس قرآن مجید	قول اللہ تعالیٰ عزّوجلّ	۹ ذی قعدہ

آیت شریفہ: يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۚ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ۚ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ (آل عمران ۱۱۸)

ترجمہ آیت: اے ایمان والو! اپنے سوا کسی کو راز دار نہ بناؤ۔ وہ لوگ تمھارے ساتھ فساد کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے۔ تم کو مبتلائے پریشانی رکھنے کی تمنا کرتے ہیں۔ واقعی بغض تو ان کی باتوں سے ظاہر ہو ہی جاتا ہے۔ اور جس قدر ان کے دلوں میں ہے وہ تو بہت ہی بڑھ کر ہے ہم نے علامات تمھارے سامنے کھول کر بیان کر دی ہیں، اگر تم عقل رکھتے ہو۔ (عقلمند کیلئے تو اشارہ ہی کافی ہوتا ہے۔)

تشریح: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے مومن بندوں کو ایک بہت ہی ضروری و مفید اور اہم نصیحت و ہدایت کی ہے کہ کوئی بھی مسلمان کسی غیر مسلم کو اپنا خاص دوست اور رازدار نہ بنائے۔ کیونکہ یہ لوگ دوستی کے قابل ہی نہیں ہیں، انھیں تو تمھاری پریشانی و تکلیف ہی پسند ہے۔ ان کی بہت کچھ دشمنی تو ان کی باتوں سے بھی ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ اور دل میں چھپی دشمنی تو بہت بڑھ کر ہے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱ و ۲۔ حسب دستور جاری رکھیں۔

۳۔ اس ہدایت کے مطابق کسی مسلمان کیلئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ کسی غیر مسلم کو اپنا خصوصی دوست اور راز دار بنائے۔

۴۔ غیر مسلم تو مسلمانوں کو صرف نقصان ہی پہنچانا اور پریشانی میں ڈالنا چاہتے ہیں۔

۵۔ اس نصیحت و ہدایت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان بندوں پر جو عظیم احسان فرمایا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر بھی ادا کرنا چاہیئے اور اس نصیحت کو گرہ میں باندھ لینا چاہیئے۔

دسواں درس

۱۰ ذی قعدہ | قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم | درس حدیث شریف

حدیث شریف: مَا بَعَثَ اللّٰہُ مِنْ نَبِیٍّ وَلَا اسْتَخْلَفَ مِنْ خَلِیْفَةٍ اِلَّا کَانَتْ لَہٗ بِطَانَتَانِ بِطَانَةٌ تَاْمُرُہٗ بِالْخَیْرِ وَتَحُضُّہٗ عَلَیْہِ وَبِطَانَةٌ تَاْمُرُہٗ بِالسُّوْءِ وَتَحُضُّہٗ عَلَیْہِ وَالْمَعْصُوْمُ مَنْ عَصَمَہُ اللّٰہُ۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جسے بھی نبی بنایا یا جو شخص بھی خلیفہ بنایا گیا ہر ایک کے دو دو راز دار خصوصی دوست ہوتے تھے۔ جن میں سے ایک مشورہ خیر دیتا اور اسی پر اکساتا دوسرا برائی کا مشورہ دیتا اور اسی پر اکساتا تھا۔ اور اس برے بطانہ سے وہی شخص محفوظ رہتا ہے جسے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھتے ہیں۔ (مشاجرات صحابہ میں بھی ایسے ہی بطانات کی کارگزاریاں اثر انداز ہوئی ہیں۔ جنکی تفصیل کا موقع نہیں ہے۔)

تشریح: اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی نبی نہیں بھیجا اور ایسا کوئی خلیفہ مقرر نہیں کیا جس کیلئے دو راز دار ساتھی نہ ہوں۔ بیشک یہ حدیث اس امت مسلمہ کے بادشاہوں اور مملکت کے سربراہوں کیلئے بہت قیمتی نصائح کی حامل ہے کیونکہ اس میں ہر ایسے مفسد اور گمراہ کرنے والے رفیق اور ساتھی سے ہوشیار رہنے کی تعلیم ہے جن کا مقصد صرف فساد اور بگاڑ ہوتا ہے۔ پس جس نے اس بات کو سمجھ لیا اور اسکی مکر و فریب

کی چالوں سے بخوبی واقف ہوگیا اور اس کے دفاع کا طریقہ جان لیا تو یقیناً اسے نجات حاصل ہوئی، اور وہ قیادت وسیادت کے لائق ٹھہرا۔ لیکن جو اس سے ناواقف رہا اور اسکی ریشہ دوانیوں کو سمجھ نہ سکا وہ ہلاک و برباد ہوا۔

ہمیشہ ہی سے ہر صاحبِ منصب کے دو رفیق رہے ہیں ایک صالح، دوسرا فسادی۔ پہلا نیک کاموں کی ترغیب دیتا ہے اور دوسرا برائیوں کی ترغیب دیتا ہے۔ بیشک معصوم (بے گناہ) وہ ہے جسکو اللہ تعالےٰ بُرے ساتھی کے شرور سے محفوظ فرمائیں۔ بیشک اللہ تعالےٰ اُسی کی حفاظت فرمائیں گے جو اُن سے امن وسلامتی کی درخواست کرے گا۔ اور بُرے ساتھی کے مشوروں پر اعتماد نہ کرے گا۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور سابق عمل جاری رکھیں۔

۳۔ حدیث شریف کی روشنی میں امت کو بھی یہی چاہیئے کہ وہ اپنے خصوصی دوست اور رازدار صالحین میں سے منتخب کرے۔ شر سے بچنے کا طریقہ یہی ہے۔

۴۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے عصمت وحفاظت انہی کو ملتی ہے جو اللہ تعالےٰ کے خاص بندے اور ولی ہوتے ہیں۔

۵۔ لوگوں کو یہ بات بھی ذہن نشین کرلینی چاہیئے کہ اہل شر کسی صورت سے بھی اہل خیر سے محبت و دوستی یا خیر خواہی نہیں کرسکتے ان سے یہ توقع کرنا ہی غلط ہے۔ ان سے بالکل علیحدہ رہے، ان سے دوستی اور ان کی صحبت دونوں سے پرہیز کرے۔

گیارہواں درس

۱۱ر ذی قعدہ	قولُ اللّٰہِ تعالیٰ عزَّ وجلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ وَلَمْ یَخْشَ اِلَّا اللّٰہَ فَعَسٰٓی اُولٰٓئِکَ اَنْ یَّکُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ ۝ (التوبة ۱۸)

ترجمہ آیت: ہاں مسجدوں کا آباد کرنا انھی لوگوں کا کام ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لاچکے ہیں اور پابندی کے ساتھ نمازیں ادا کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی اور سے نہیں ڈرتے، سو ایسے لوگوں کے لئے توقع (پر امید وعدہ) ہے کہ وہ اپنے مقصد تک پہنچ جائیں گے۔

تشریح: حضرت مصنف شیخ جزائری نے آیت زیر درس کا شان نزول یہ لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عم محترم حضرت عباس جنگ بدر کے وقت حالتِ کفر میں تھے، مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے۔ فتح بدر کے بعد یہ قیدیوں میں آگئے، تو بعض حضرات نے انھیں اس اسیری کی وجہ سے شرمندہ کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ میں نے بہت ہی قابل فخر کام بھی کئے ہیں مسجد حرام اور خانۂ کعبہ کی تعمیر بھی کی ہے، اسے آباد بھی کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کو رد فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کی تعمیر و آبادکاری صرف ایسے ہی لوگوں کا کام ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہوں

پابندی کے ساتھ تمام شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے نمازیں پڑھیں، زکوٰۃ واجب ہو تو زکوٰۃ ادا کریں اور اللہ تعالےٰ کے سوا کسی بھی جن وانس سے نہ ڈریں کہ اس کے ڈر کی وجہ سے کوئی فرض وواجب ترک کر دیں یا کسی معصیت وحرام کام کا ارتکاب کرلیں۔ ایسے ہی لوگ جنت کی منزل مقصود تک پہنچیں گے۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱-۲- حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳- لوگوں کو یہ حقیقت معلوم رہنی چاہیئے کہ مسجد کی آبادکاری صرف تعمیر سے نہیں ہوتی بلکہ اس کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ اسے صاف ستھرا، پاک وصاف رکھا جائے، اسمیں نمازیں پڑھی جائیں، اللہ کا ذکر کیا جائے تلاوت قرآن کیجائے، اس کو ضرورت کے مطابق روشن رکھا جائے۔

۴- مسجد کے کچھ آداب بھی ہیں۔ جو لوگ مسجدوں کی آبادکاری چاہتے ہیں انھیں ان آداب سے واقف ہونا اور ان پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ آداب مسجد یہ ہیں:-

(۱) مسجد میں کوئی بدبودار چیز کھا کر یا پی کر نہ جائے جیسے لہسن، پیاز، مولی، حقہ، بیڑی، سگریٹ، سگار، بھنگ، چرس، شراب وغیرہ (۲) مسجد میں کوئی بھی ناپاک مرد وعورت داخل نہ ہو۔ (۳) مسجد میں دنیاوی باتیں بالکل نہ کی جائیں (۴) مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے داہنا پاؤں مسجد میں رکھے اور کہے۔ بِسْمِ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔ اور جب مسجد سے نکلنے لگے تو پہلے بایاں پاؤں باہر نکالے اور کہے: اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ۔

بارہواں درس

۱۲ ذی قعدہ | قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم | درس حدیث شریف

حدیث شریف: إِنَّ الشَّيْطَانَ ذِئْبُ الْإِنْسَانِ كَذِئْبِ الْغَنَمِ يَأْخُذُ الشَّاةَ الْقَاصِيَةَ وَالنَّاحِيَةَ فَإِيَّاكُمْ وَالشِّعَابَ وَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَالْعَامَّةِ وَالْمَسْجِدِ (رواہ احمد) وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ الْأَوْدِي قَالَ أَدْرَكْتُ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ يَقُولُونَ إِنَّ الْمَسَاجِدَ بُيُوتُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ وَأَنَّهُ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُكْرِمَ مَنْ زَارَهُ فِيهَا۔ (اخرجہ ابن کثیر)

ترجمہ حدیث: حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شیطان انسانوں کے لئے بھیڑیا ہے۔ جیسے جنگل میں بکریوں کے لئے بھیڑیے ہوتے ہیں، جو ریوڑ سے الگ رہنے والی بکریوں کو شکار کر لیتے ہیں لہذا اپنے آپ کو کونے اور کنارے رہنے سے بچاؤ۔ جماعت اور عام لوگوں کے ساتھ ہی رہو، مسجدوں میں رہو جہاں جماعت رہتی ہے۔ محدث عبدالرزاق نے عمرو بن میمون سے روایت نقل کی ہے، وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب سے ملاقات کی ہے۔ وہ حضرات فرمایا کرتے تھے کہ مسجدیں اللہ تعالیٰ کا دولت خانہ ہیں اور اللہ تعالیٰ پر

یہ حق ہے کہ جو شخص اس کی زیارت کیلئے اس کے دولت خانہ پر جائے وہ اس کا اکرام اور میزبانی کرے۔

تشریح: یقیناً شیطان انسان کو نقصان پہنچانے اور تکلیف دینے میں بھیڑیے کے مانند ہے۔ خصوصاً اُس وقت جب کہ اُس کا تعلق مسجد سے منقطع ہو اور صلحاء کی دینی مجلسوں سے دور ہو جائے تو اس کا شکار کرتا ہے۔ آپ نے مثال دے کر فرمایا کہ جس طرح بکری جب اپنے ریوڑ اور چرواہے سے دور ہو جاتی ہے تو بھیڑیے کا شکار ہو جاتی ہے اسی اندیشہ سے آپ نے فرمایا کہ دیکھو! تم فرقہ بندی اور علیحدگی سے اجتناب کرو۔

اس حدیث شریف میں اُمت مسلمہ کو جماعت سے الگ رہنے اور موجودہ دور کی مانند الگ الگ سیاسی جماعتیں بنانے سے منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس سے مسلمانوں کی جماعت میں ضعف و کمزوری پیدا ہو گی۔ اور مختلف نظریاتی پارٹیوں کے وجود میں آنے سے مسلمانوں کی قوت آمادۂ فنا اور اتحاد و اتفاق کی ہوا اُکھڑ جائیگی۔ اور یہ اُمت شیطان کی آلۂ کار اور اس کا کھلونا بن جائے گی۔ اس کی نگاہوں میں شیطانی اعمال خوشنما اور دلفریب ہو جائیں گے اور اچھے اعمال قبیح و بُرے معلوم ہونے لگیں گے۔ اِس طرح ملّتِ اسلامیہ کے اندر تفرقہ اور اختلافات کی جڑیں خوب پیوست ہو جائیں گی اور ہر طرف کشمکش اور رسّہ کشی سرایت کر جائے گی اور پھر جنگ و قتال پر اس کا خاتمہ ہو گا۔

مربی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور عمل رکھیں۔

۳۔ حدیث زیر درس کی روشنی میں ہمیں سمجھنا چاہیے کہ اختلاف باہمی اور تفرقہ سے مسلمانوں کی قوت و شوکت ضعف و مرعوبیت سے بدل جاتی ہے۔ مسلمانوں کا الگ الگ ٹولیوں میں بٹ جانا ملت واحدہ کیلئے نقصان دہ ہے۔

۴۔ ہمیں سمجھ لینا چاہیے کہ مسلمانوں کا اس طرح منتشر ہونا اور علیحدہ علیحدہ جماعتوں اور ٹولیوں میں بکھر کر رہنا پوری امت مسلمہ واحدہ کے لئے سخت نقصان دہ اور موجب ہلاکت ہے۔

۵۔ ہمیں دیکھنا اور یاد رکھنا چاہیے کہ ہمارے موجودہ اختلاف و افتراق سے ہمیں کتنا نقصان پہنچ رہا ہے۔ مسلمانوں کی تمام حکومتیں اسی وجہ سے بے وزن اور ضعیف و کمزور ہو گئی ہیں۔

۶۔ ہمیں مسجدوں کی فضیلت معلوم ہونی چاہیے۔ لیکن اسے اللہ تعالیٰ

ہی کا دولت خانہ سمجھتے ہوئے مسجدوں میں رہیں، اپنا گھر نہ بنالیں کہ مسجدوں میں جاکر پنکھا کھول کر سو جائیں۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ یہ مساجد کسی زمانہ میں علم وصلاح کا گھوارہ تھیں۔ دور رسالت کا پہلا دار العلوم مسجد نبوی کا صُفّہ مبارکہ تھا۔ اسی مسجد نبوی میں آج بھی ہمارے مصنف کتاب فضیلۃ الشیخ ابوبکر جابر الجزائری حفظہ اللہ تعالیٰ وادام افاداتہ وعظ ودرس کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں اور "دینی نصاب" میں شامل دروس انہی کے افادات پر مشتمل ہیں اللہ تعالےٰ اس مفید خدمتِ دین کو قبول فرما کر اس کی اشاعت میں دلچسپی لینے والوں کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائیں۔

اسی مسجد نبوی سے دین کی دعوت واشاعت کا کام آج سے تقریباً ڈیڑھ ہزار سال پہلے شروع ہوا تھا جو بفضلہ تعالےٰ آج بھی جاری ہے۔ اللہ تعالےٰ تاقیامِ قیامت اس کے افادات جاری وباقی رکھیں۔ آمین!

تیرھواں درس

۱۳؍ذی قعدہ | قول اللہ تعالیٰ عزّ وجلّ | درس قرآن مجید

آیات شریفہ: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَیَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِؕ وَ الَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍۙ۝ یَّوْمَ یُحْمٰى عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ۝ (التوبۃ ۳۴-۳۵)

ترجمۂ آیات: اے ایمان والو! اکثر احبار اور رُہبان (یہودی و نصرانی علماء) لوگوں کے مال ناجائز غیر مشروع طریقہ پر کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے باز رکھتے ہیں اور انتہائی حرص اور لالچ سے جو لوگ سونا اور چاندی (مال و دولت) جمع کر کے رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، سو آپ انھیں بڑے دردناک عذاب (سزا) کی خوشخبری سنادیجئے۔ جو اس روز واقع ہوگی کہ ان کو دوزخ کی آگ میں اول تپایا جائے گا پھر اس (سونے چاندی) سے انکی پیشانیوں، ان کی کروٹوں اور ان کی پشتوں کو داغ دیا جائے گا (اور کہا جائیگا) یہ ہے جو تم نے جمع کر کے رکھا۔ اس واسطے اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔

تشریح : آج کی زیر درس آیات میں اللہ تعالےٰ نے اپنے مومن بندوں کو ان کے ایمان کی نسبت سے مخاطب فرمایا ہے کیونکہ بدن انسانی میں روح وزندگی ایمان ہی کی وجہ سے آتی ہے۔ گویا جس شخص میں صفت ایمان موجود نہیں ہے وہ اپنے کفر کی وجہ سے بالکل بے جان اور مردہ ہے، لائق خطاب ہی نہیں ہے اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے اپنے مومن بندوں کو ایک ایسی حقیقت سے آگاہ وباخبر کیا ہے جو اہل ایمان سے مخفی تھی اور انھیں اس سے آگاہ کرنا نہایت درجہ ضروری تھا۔ وہ یہ کہ یہودی علماء (جنھیں احبار کہا جاتا ہے) اور نصرانی عابدین (جنھیں رُہبان کہا جاتا ہے۔ احبار اور رُہبان جمع کے صیغے ہیں۔ احبار کا واحد حبر اور رہبان کا واحد راہب ہے اور نصرانی عالم کو قِسّس کہتے ہیں، جس کی جمع قسّیسین آئی ہے۔ مجوس آتش پرست کے مذہبی سردار کو دستور کہتے ہیں) آیت میں اس حقیقت سے پردہ اٹھایا گیا ہے کہ یہ لوگ ناحق وناجائز طور پر لوگوں کا مال کھاتے ہیں اور عیاشی ومستی میں ٹھاٹھ سے رہتے ہیں۔ ان کی عیاشی ومستی کا سامان انھیں اپنے جاہل ومعتقد نچلے طبقہ کے عام لوگوں سے فراہم ہو جاتا ہے اور اس دنیاوی عیش پسندی کی وجہ سے انھیں اسلام اور اہل اسلام سے عداوت ودشمنی ہے۔ وہ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ اگر ان کا یہ غریب اور جاہل عوام کا طبقہ اسلام لے آئے گا تو ان کی یہ دنیا بھی برباد ہو جائے گی آخرت تو برباد ہونی ہی ہے، یہ چند روزہ دنیاوی عیش بھی ہاتھ سے جاتا رہے گا۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱ و ۲۔ حسب معمول عمل کرتے رہیں۔

۳۔ آیت زیر درس کی روشنی میں ان نصاریٰ و یہود کی اسلام دشمنی اور اہل اسلام سے عداوت کو سمجھنے اور سمجھانے کی ضرورت ہے کہ اس دشمنی کی بنیاد صرف یہی ہے کہ اسلام ان کی عیاشی کی راہ میں زبردست رکاوٹ ہے۔ اسلام کے ساتھ یہ عیاشی نہ چل سکے گی۔

۴۔ ہم سب کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ مقولہ ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ: انھوں نے فرمایا کہ جس مال کی زکوٰۃ دے دی گئی ہے وہ زر اندوزی کا مصداق نہیں ہے، نہ اس پر ذخیرہ اندوزی کی سزا ملے گی۔ خواہ وہ مال زمین کے تہ خانوں میں یا تجوریوں ہی میں چھپا کر رکھا گیا ہو۔ اور جو مال بالکل کھلا ہوا ہو مگر اس کی زکوٰۃ نہ دی گئی ہو وہ کنز اور زر اندوزی کا مصداق ہو گا۔

چودہواں درس

۱۴ ذی قعدہ | قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم | درس حدیث شریف

حدیث شریف: إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَفْرِضِ الزَّكٰوةَ إِلَّا لِيُطَيِّبَ بِهَا مَا بَقِيَ مِنْ أَمْوَالِكُمْ وَإِنَّمَا فَرَضَ الْمَوَارِيثَ مِنْ أَمْوَالِكُمْ تَبْقٰى بَعْدَكُمْ فَكَبَّرَ عُمَرُ ثُمَّ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أُخْبِرُكَ بِخَيْرِ مَا يَكْنِزُ الْمَرْءُ الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ الَّتِي إِذَا نَظَرَ إِلَيْهَا سَرَّتْهُ وَإِذَا أَمَرَهَا أَطَاعَتْهُ وَإِذَا غَابَ عَنْهَا حَفِظَتْهُ (رواه غير واحد وقال الحاكم صحيح على شرطهما اى البخاری ومسلم ولم يخرجاه)

ترجمہ حدیث: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو اسی لئے فرض کیا ہے تاکہ اس کے ذریعہ باقی بچے ہوئے مال کو پاک کردیں اور اللہ تعالیٰ نے تمہاری موت کے بعد جو مال و جائداد بچا ہے اس میں وراثت مقرر فرمادی ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "اللہ اکبر" کہا پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے فرمایا کہ کیا میں تم کو آدمی کے اکٹھا کی ہوئی چیزوں میں سے بہترین چیز کی نشاندہی نہ کردوں؟ وہ نیک عورت ہے کہ جب مرد اسکی طرف دیکھے تو وہ اسے خوش کردے اور جب اسے کسی کام کا حکم دے تو اسکی اطاعت کرے اور اسکی غیر موجودگی میں اس کے مال کی اور اپنی آبرو کی حفاظت کرے۔

تشریح: گزشتہ درس ۱۲ میں جس آیت کا درس دیا گیا ہے جب وہ آیت نازل ہوئی تو حضرات صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کو بہت خوف و خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں ہم لوگ بھی اس کا مصداق تو نہیں ہیں جو کبھی کبھی کچھ رقم بچا کر رکھ لیتے ہیں، تو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے زیر درس حدیث بیان فرما کر انھیں اطمینان دلا دیا کہ جس مال کی زکوٰۃ برابر ادا ہوتی رہے تو وہ بچا ہوا مال ذخیرہ اندوزی کا مصداق نہ ہوگا نہ اس پر کوئی سزا ہوگی۔ اس کی صورت واقعہ اس طرح بیان کی گئی ہے کہ جب پچھلی آیت نازل ہوئی، تو حضرات صحابہ کرام کو تنگی اور پریشانی محسوس ہوئی۔ تو حضرت عمر فاروق رضؓ نے فرمایا کہ میں اس کا حل معلوم کرتا ہوں، اور وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ کے اصحاب کو اس آیت کے مضمون سے تنگی اور گرانی ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ بھائی زکوٰۃ کی فرضیت ہی اس لئے ہوئی ہے کہ زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد بچا ہوا مال بالکل پاک صاف ہو جائے۔ لہذا بچے ہوئے مال کو ذخیرہ نہیں کہا جائے گا۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے "اللہ اکبر" کہہ کر تکبیر کہی اور دلی خوشی کا اظہار کیا۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی مرد مومن کے لئے بہترین دولت و نعمت اس کی پاکیزہ دیندار بیوی ہے جو شوہر کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کرے، اس کی فرماں برداری کرے، اس کے مال اور عزت و ناموس کی حفاظت کرے۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ اس حدیث کی روشنی میں فرضیتِ زکوٰۃ کی جو وجہ بتائی گئی ہے اسے ذہن نشین کرلیں کہ زکوٰۃ اسی لئے فرض کی گئی ہے کہ بچا ہوا مال پاک صاف ہو جائے۔

۴۔ اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مرد مومن کی بہترین دولت اور عمدہ ذخیرہ پاکباز دیندار عورت کو کہا ہے۔ اسے ذہن میں رکھنے کی ضرورت ہے۔ آجکل عام طور پر عورت و مرد کسی میں بھی اس کی دینداری و پاکیزگی نہیں دیکھی جاتی۔ اسی وجہ سے بہت سی شادیاں لڑائی جھگڑوں کی وجہ سے دونوں جگہ بدمزگی و بے لطفی کا سبب بن جاتی ہے۔

پندرھواں درس

۱۵ ذی قعدہ	قولُ اللہِ تعالیٰ عزّ وجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْۤ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْۤا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ○ (الانعام ۱۵۸)

ترجمہ آیت: یہ لوگ صرف اس بات کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا ان کے پاس آپ کا رب آئے، یا آپ کے رب کی کوئی بڑی نشانی آئے۔ جس روز آپ کے رب کی یہ بڑی نشانی آپہنچے گی اس روز کسی ایسے شخص کا ایمان اس کے کام نہ آئے گا جو پہلے سے ایمان نہیں رکھتا، یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیک عمل نہ کیا ہو۔ آپ فرما دیجئے کہ تم سب منتظر رہو، ہم (ایمان والے بھی) منتظر ہیں۔

تشریح: زیر درس آیت میں هَلْ يَنْظُرُوْنَ (کیا یہ منکرین قیامت اس انتظار میں ہیں کہ قیامت کی اطلاع و خبر دینے کو ان کے پاس فرشتے آئیں، یا اللہ تعالےٰ بذات خود آکر انھیں خبر دیں) فرما کر استفہام کیا گیا ہے۔ اسے استفہام انکاری کہا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ جن صورتوں کے منتظر ہیں یہ صورتیں تو ہونی نہیں ہیں۔ ہاں نشانیاں تو ضرور آئینگی

مگر یہ بھی سن لیں کہ ان نشانیوں کے آنے پر کسی کا ایمان قبول نہ ہوگا، صرف وہی ایمان معتبر ہوگا جو نشانیاں آنے سے پہلے لایا گیا ہو، اور اس ایمان کے بعد کوئی نیک عمل کر کے ایمان کو یقینی بھی بنا دیا گیا ہو۔ ایسی صورت میں یہ لوگ جن باتوں کے منتظر ہیں ان کا انتظار کرتے رہیں، ہم بھی دیکھ رہے ہیں کہ ان کا یہ بے عقلی کا انتظار کب ختم ہوتا ہے۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور سابق عمل کریں۔

۳۔ زیر درس حدیث میں یہ آگاہی موجود ہے کہ کافروں کو ایمان لانے میں اور گنہگاروں کو توبہ کرنے میں دیر نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ قیامت کی بڑی نشانیوں کے آجانے پر نہ ایمان قبول ہوگا نہ توبہ ہی قبول ہوگی سے

توبہ میں دیر مت کر، غفلت سے باز آجا
جب آگئی نشانی پھر کچھ نہ ہو سکے گا

۴۔ ہم سب کو یقینی طور پر یہ جان لینا چاہیئے کہ ابھی تو توبہ کرنے کے لئے، ایمان لانے کے لئے دروازہ کھلا ہوا ہے۔ قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے پہلی نشانی (سورج کا مغرب سے نکلنا ہے، اس) کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

۵۔ قیامت کی چھوٹی بڑی علامتیں حدیث شریف میں بہت تفصیل سے بیان ہوئی ہیں، جن میں سے بڑا حصہ حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ مترجم قرآن مجید نے قیامت نامہ (علامات قیامت) میں بیان کردیا ہے چھوٹی نشانیاں تو برابر سامنے آتی رہتی ہیں۔ بڑی نشانیاں باقی ہیں۔ جن میں سے پہلی نشانی یہ ہے کہ سورج مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع ہوگا۔ اس نشانی کے بعد نہ توبہ قبول ہوگی نہ ایمان مانا جائے گا اللہ تعالےٰ ہماری توبہ قبول فرمالیں اور ہمیں روز قیامت کی سختی اور اس کی باز پرس سے محفوظ رکھیں۔ جنت میں داخل فرمائیں اور دوزخ کی سزا سے بچالیں ۔

بے عمل ہوں مگر تجھے شافع عفو پروردگار کرتا ہوں

خدا تعالےٰ کے عفو و مغفرت کو شافع و سفارشی بنا کر گناہوں کی معافی کا خواستگار ہوں۔

عبدالقدوس رومی

۱۰ر شعبان ۱۴۲۵ھ

سولھواں درس

۱۶ ذی قعدہ	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم	درس حدیث شریف

حدیث شریف: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَرَوْا عَشَرَ اٰیَاتٍ طُلُوْعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، وَالدُّخَانَ، وَالدَّابَّةَ وَخُرُوْجَ یَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ وَخُرُوْجَ عِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ وَخُرُوْجَ الدَّجَّالِ وَثَلَاثَةَ خُسُوْفٍ. خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ وَخَسْفٌ بِجَزِیْرَةِ الْعَرَبِ وَنَارٌ تَخْرُجُ مِنْ قَعْرِ عَدْنٍ تَسُوْقُ اَوْ تَحْشُرُ النَّاسَ تَبِیْتُ مَعَهُمْ حَیْثُ بَاتُوْا وَتَقِیْلُ مَعَهُمْ حَیْثُ قَالُوْا (رواہ مسلم وغیرہ)

ترجمہ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دنیا کا خاتمہ اور قیام قیامت اس وقت تک نہ ہوگا جبتک تم سب قیامت کی دس بڑی نشانیاں نہ دیکھ لوگے۔ (وہ دس بڑی علامات قیامت یہ ہیں) (۱) مغرب کی طرف سے طلوع آفتاب (سورج پچھم کی طرف سے طلوع ہوگا۔) (۲) فضا پر دھواں چھا جائے گا (۳) خروج دابہ (جانور کا نکلنا، جو آدمیوں سے باتیں کرے گا) (۴) خروج یاجوج و ماجوج (۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول (۶) دجال کا خروج (۷) تین مقامات میں زمین دھنسائی جائے گی۔ ایک خسف یورپ میں ہوگا۔ دوسرا خسف (زمین کا دھنسنا) پچھم میں ہوگا۔ تیسرا خسف جزیرۂ عرب میں ہوگا

(۱۰) آگ کا خروج جو عدن کے گڑھے سے نکلے گی اور لوگوں کو ہانک کر ایک جگہ جمع کر دے گی۔ جہاں لوگ رات کو سوئیں گے وہیں آگ بھی رات گزارے گی اور جہاں دن میں قیلولہ کریں گے وہیں آگ بھی قیلولہ کرے گی۔

تشریح: حدیث شریف میں "لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ" فرمایا گیا ہے جس کا مطلب یہی ہے کہ اس دنیا کا خاتمہ اور اس عالم کا فنا اس وقت تک نہ ہوگا جب تک کہ قیامت کی یہ دس بڑی نشانیاں سب لوگ دیکھ نہ لیں گے۔ اس کے بعد عالم آخرت کی ابتدا ہو جائے گی۔

ان دس علامات میں دوسری علامت دھواں بتائی گئی ہے۔ حدیث شریف میں اس دھوئیں سے متعلق یہ بتایا گیا ہے کہ اس دھوئیں کا اثر اہل ایمان پر ایسا ہوگا جیسے انھیں زکام ہو گیا ہو۔ اور کافر کے کانوں کے سوراخ سے یہ دھواں اندر جا کر اس کی کھوپڑی کو بالکل بھون دے گا۔ اور حدیث شریف میں یہ تفصیل بھی وارد ہوئی ہے کہ تیسری نشانی (یعنی دابّہ) صفا پہاڑ کے گڑھے سے نکلے گا، اور لوگوں سے باتیں کرے گا۔ اور چوتھی علامت یاجوج ماجوج کا خروج ہے جن کا قصہ سورۂ کہف کے آخر میں مذکور ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ اور قرآن مجید میں بھی آپ کے نزول کو علامت قیامت بتایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا" (وہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام علم قیامت کا ذریعہ اور اس کی نشانی ہیں۔ تو اس میں ہرگز ہرگز شک نہ کریں)، قیامت کی دسویں علامت آگ ہے۔ جس کے متعلق یہ تفصیل حدیث میں (سورۂ زخرف میں بھی) آئی ہے کہ قیامت میں سب لوگ ارض فلسطین

میں جمع کئے جائیں گے۔ کیونکہ وہی سرزمین محشر ہے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستورِ عمل جاری رکھیں۔

۳۔ سامعین کو بتا دیجئے کہ اس روایت میں آیات سے مراد وہ نشانیاں ہیں جن سے قیامت کا قریب ہونا ظاہر ہو جائے گا۔

۴۔ احادیث کے الفاظ سے یہی بات ظاہر ہوتی ہے کہ مغرب سے طلوعِ شمس علاماتِ قیامت میں سب سے بڑی نشانی ہے (لیکن روح المعانی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مغرب کی جانب سے طلوعِ آفتاب نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوگا۔)

۵۔ اس موقع پر اپنے سامعین کو یہ بھی بتا دیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث حج کے موقع پر منیٰ میں اس وقت ارشاد فرمائی تھی جب حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم قیامت کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے کہ قیامت کب آئے گی؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب تک یہ دس نشانیاں پوری نہ ہوں گی قیامت اس سے پہلے نہ آئے گی۔ ان نشانیوں کے بعد ہی قیامت آئے گی۔

سترہواں درس

۱۷ ذی قعدہ	قولُ اللّٰہِ تعالیٰ عزّ وجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۬ؕ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِیْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا یُتْلٰى عَلَیْكُمْ غَیْرَ مُحِلِّی الصَّیْدِ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَحْكُمُ مَا یُرِیْدُ ۝ (المائدہ ۱)

ترجمہ آیت: اے ایمان والو! عقد وعہد کو پورا کیا کرو۔ حلال کئے گئے ہیں تمھارے لئے چوپائے جانور (بکری، بھیڑ، گائے، بھینس، ہرن، نیل گائے وغیرہ) ان جانوروں کو چھوڑ کر جو (اگلی آیت میں) تم پر تلاوت کئے جا رہے ہیں۔ لیکن حالت احرام میں شکار کو حلال نہ سمجھو۔ بیشک بات یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں اسی کا حکم دیتے ہیں۔

تشریح: زیر درس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اہل ایمان بندوں کو ان کے ایمان کے حوالہ سے مخاطب فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا ہے کہ اے ایمان والو! جو اللہ تعالیٰ کے معبود برحق اور حاکم مطلق ہونے پر اور اس کے آخری رسول سید الانبیاء والمرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رسول و پیغمبر ہونے پر ایمان رکھتے ہو۔ تمھیں چند ایسے احکام دیئے جا رہے ہیں جن کے ذریعہ تمھیں سعادت کاملہ اور نجات حاصل ہو سکے۔

وہ احکام یہ ہیں کہ تم اپنے عقود وعہود کا ایفا کیا کرو۔ جس سے جو

عہد و پیمان کرو اسے پورا بھی کرو۔ اور یہ عقود و عہود ایک دو نہیں ہیں بے شمار ہیں۔ ان میں سب سے اہم اور بڑا عہد تو وہ ہے جو تم نے خود اپنے پروردگار و معبود مالک و حاکم سے کر رکھا ہے۔ جس کا ذکر سورۂ مائدہ کی اس آیت میں کیا گیا ہے۔ "وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا" (ترجمہ: اور تم یاد کرو اللہ تعالیٰ کے انعام کو جو اس نے تم پر کیا ہے اور اپنے اس عہد و میثاق کو یاد کرو جو تم نے اس سے کر رکھا ہے (یاد کرو کہ) تم نے کہا تھا کہ ہم نے آپ کے ارشادات سن لئے اور ہم اس کی تعمیل کریں گے)۔

اس عقد خداوندی کے علاوہ اور بہت سے عقود و عہود ہیں۔ مثلاً بیع و شراء کا معاملہ ہے، اجارہ (اُجرت و کرایہ داری) کا معاملہ ہے۔ نکاح کا عقد اور دوسرے معاملات ہیں جو دو انسانوں کے درمیان ہوتے ہیں۔

تو جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی توحید و ربوبیت کا اور حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا اقرار کر لیا ہے تو اس کا یہ اقرار ہی عہد و میثاق ہے جسے پورا کرنا ضروری ہے۔ کسی صورت میں یہ عہد و میثاق توڑا نہیں جا سکتا، نہ اس کی خلاف ورزی کی جا سکتی ہے۔

ان تمام عقود و عہود کو پورا کرنے اور نباہنے کا انجام یہ ہوگا کہ وہ شخص سعادت و خوش نصیبی کا مستحق ہو کر کامیاب و فائز المرام ہو جائیگا۔

اس حکم کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو اپنے اس انعام کی خوشخبری دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے چوپائے جانور (اونٹ، گائے، بکری اور ان جیسے جانور ہرن، نیل گائے وغیرہ) تمہارے لئے حلال کر دیئے گئے ہیں۔ اس کے

بعدہ مندرجہ ذیل جانوروں اور چیزوں کو حلال ہونے سے مستثنیٰ کر دیا ہے کہ یہ چیزیں حرام ہیں:۔

(۱) مردار (۲) خون (۳) خنزیر کا گوشت (۴) غیر اللہ کیلئے نامزد کیا ہوا جانور، یا جو قبوں و مزارات پر ذبح کئے جائیں۔ ان چیزوں کے ذکر سے پہلے محرم شخص کیلئے ان حلال جانوروں کا شکار کرنا بھی مستثنیٰ کر کے غیر حلال ٹھہرا دیا گیا ہے (احرام خواہ حج کا ہو یا عمرہ کا ہو دونوں صورتوں میں شکار جائز نہیں ہے) آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حاکم مطلق ہونے کا بھی اعلان فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ حاکم مطلق ہے۔ وہ کسی رائے مشورہ کا پابند نہیں ہے جس معاملہ میں جو ارادہ کرتا ہے وہ حکم دیدیتا ہے جسے حلال کرنا چاہتا ہے حلال قرار دیدیتا ہے جسے حرام کرنا چاہتا ہے اسے حرام کر دیتا ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ اس کے حکم سے سرتابی کرے یا اس پر اعتراض کرے یا اور کوئی دوسرا مشورہ دے۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو واضح طور پر صاف صاف بتادیں کہ عقود و عہود جتنے بھی کئے جائیں ہر عہد کا ایفاء پورا کرنا واجب و ضروری ہے۔ خواہ وہ عہد مسلمان اور اسکے پروردگار کے مابین ہو یا کسی مسلمان اور اس کے دوسرے انسان بھائی کے درمیان ہو۔

۴۔ سورۂ مائدہ کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی جس نعمت کو یاد دلایا ہے، لوگوں کو آپ بھی یاد دلادیں اور متوجہ کردیں کہ لوگ اس کا شکر ادا کر کے اس نعمت کو مزید مستحکم اور دائمی کرلیں۔

۵۔ سامعین کو بتادیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو حرام کر دیا ہے (یعنی مردار، خون خنزیر کا گوشت اور غیر اللہ کیلئے نامزد کیا ہوا ذبیحہ) ان سب کا کھانا حرام ہے۔

۶۔ سامعین کو یہ بھی بتادیں کہ محرم (احرام والے) کیلئے شکار اس وقت ہی حرام ہے جبتک وہ اپنا احرام ختم کر کے حلال نہ ہو جائے۔

اٹھارہواں درس

۱۸ ذی قعدہ | قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم | درس حدیث شریف

حدیث شریف: فِی کِتَابِہٖ لِعَمْرِو بْنِ حَزْمٍ حِیْنَ بَعَثَہٗ اِلَی الْیَمَنِ یُفَقِّہُ اَھْلَھَا وَیُعَلِّمُھُمُ السُّنَّۃَ وَیَاْخُذُھُمْ صَدَقَاتِھِمْ (حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک حضرت عمرو بن حزمؓ کے نام نامۂ مبارک میں جس وقت انھیں یمن بھیجا تھا کہ وہاں کے لوگوں کو دینی احکام بتائیں، انھیں سنت کی تعلیم دیں، ان کے صدقات وصول کریں)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ ھٰذَا کِتَابٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ۔ عَھْدٌ مِّنْ مُّحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لِعَمْرِو بْنِ حَزْمٍ حِیْنَ بَعَثَہٗ اِلَی الْیَمَنِ اَمَرَہٗ بِتَقْوَی اللّٰہِ فِیْ اَمْرِہٖ کُلِّہٖ، فَاِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۝

ترجمۂ نامۂ مبارک: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ (حضرت سیدنا) محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے لکھا ہوا عہد نامہ ہے عمرو بن حزم کی طرف، جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں یمن کی طرف بھیجا تھا، جس میں آپ نے انھیں حکم فرمایا تھا کہ وہ ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کریں (کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمانا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معیت و نصرت انہی لوگوں کے ساتھ ہوتی ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور حسن عمل (احسان) سے آراستہ ہوتے ہیں)۔

(اسے ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے اور مفسر ابن جریر وابن کثیر نے اسکی تخریج کی ہے۔)

مُربّی کیلئے ہدایات

۱ و ۲۔ حسبِ دستور ترجمہ و تشریح سے سامعین کو باخبر کریں کہ انھیں حدیث شریف محفوظ بھی ہو جائے۔

۳۔ سامعین کو بتائیں کہ اس روایت سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ حاکم کو چاہئے کہ وہ قرب و جوار اور مضافات میں علماء دین کو بھیجا کرے کہ وہ عام مسلمانوں کو دین کی تعلیم دیں۔ تاکہ لوگوں کی اصلاح ہو۔

۴۔ سامعین کو یاد دلائیے اور نصیحت کیجئے کہ عہود کا ایفاء واجب ہے اسکی پابندی اور اہتمام کریں۔ عہد شکنی اور خلاف ورزی گناہ کبیرہ ہے۔

۵۔ لوگوں کو بتائیے کہ ہر اہم کام کی ابتداء تسمیہ (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) سے ہونی چاہیئے اس کا لکھنا مسنون ہے۔

۶۔ لوگوں کو نصیحت فرمائیں کہ ہر معاملہ میں تقویٰ اللہ کو ملحوظ رکھیں۔

۷۔ اہل تقویٰ کو اچھے انجام کی خوشخبری سنا کر خوش کیجئے کہ انھیں اللہ تعالیٰ کی معیت اور نصرت و مدد نصیب ہوگی۔

اُنیسواں درس

۱۹ر ذی قعدہ | قَوْلُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَزَّوَجَلَّ | درس قرآن مجید

آیت شریفہ: اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَی الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْہِ ۭ وَاِنَّ رَبَّكَ لَیَحْكُمُ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ (النحل ۱۲۴)

ترجمہ آیت: حقیقت یہی ہے کہ ہفتہ کی تعظیم (یعنی ہفتہ کے روز مچھلی کے شکار کرنے کی ممانعت) صرف انہی لوگوں پر لازم کی گئی تھی جنھوں نے اس معاملہ میں (عملاً) اختلاف کیا تھا کہ کسی نے اسے مانا تھا اور کسی نے نہیں مانا (اس پر عمل نہیں کیا)۔ آپ کا رب قیامت کے دن ان کے مابین (اس معاملہ کا) فیصلہ کردے گا جس میں یہ دنیا میں اختلاف کیا کرتے تھے۔

تشریح: اس آیت میں ہفتہ کے دن کی تعظیم (کہ اس دن مچھلی کا شکار نہ کیا جائے) کا معاملہ کوئی پرانا معاملہ نہیں تھا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نافرمانی وحکم عدولی کے طور پر ہفتہ کی تعظیم ان پر فرض کردی تھی، ورنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین وشریعت میں تعظیم ہفتہ نہیں تھی۔

اس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے کسی نبی کو جب بذریعہ وحی اپنا یہ حکم بھیجا کہ وہ یہود کو حکم دیں کہ روز جمعہ کی تعظیم کیا کریں، تو ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نہیں مانا اور جمعہ کے بجائے ہفتہ کی تعظیم کو ترجیح دی اور اس کی بنیاد اس بات پر رکھی کہ ہفتہ ہی کے روز اللہ تعالیٰ تخلیق ارض وسماء سے

فارغ ہوئے تھے (ان بے عقلوں نے اپنی عقل کے مطابق ہفتہ کے دن کو یوم العطلۃ (چھٹی کا دن) ٹھہرا کر (نعوذ باللہ منہ) خود کو اس کا بیٹا سمجھنے کی وجہ سے اسی دن کو اپنے لئے بھی چھٹی اور موج اڑانے کا دن قرار دے لیا۔ تو اللہ تعالےٰ نے اس نافرمانی کی سزا دیتے ہوئے انھیں تعظیم سبت (ہفتہ) کا حکم دیدیا، کہ ٹھیک ہے ہفتہ ہی کی تعظیم کرو، اس دن عبادات میں مشغول رہو، مچھلیوں کا شکار اور موج اڑانا بند رکھو۔ مگر وہ اپنے ہی پسندیدہ و منتخب دن کی تعظیم کے معاملہ میں بھی اصلی اور پکے یہودی نکلے اور ہفتہ کی تعظیم کا حق ادا نہ کر سکے جس کی صورت یہ ہوئی کہ اللہ تعالےٰ نے ان کے جذبۂ تعظیم سبت کی آزمائش اس طرح کی کہ مچھلیاں عین ہفتہ ہی کے دن پانی پہ اترا تی اور تیرتی پھرتیں اور یہود کے منہ میں پانی بھر بھر آتا۔ ہفتہ کے علاوہ بقیہ دنوں میں مچھلیاں غائب رہتیں۔ یہ صورت حال دیکھ کر ان حیلہ جو بدطینت یہود نے یہ حیلہ اختیار کیا کہ مچھلیوں کے شکار کے لئے دریا میں جال ہفتہ ہی کے دن ڈال دیتے اور اتوار کے روز جال نکال لیتے جو مچھلیوں سے بھرا ہوتا۔

آیت کے آخر میں اللہ تعالےٰ نے اعلان فرما دیا کہ اللہ تعالےٰ قیامت کے دن ان کے مابین اس سلسلہ میں جو بھی اختلافات دنیا میں تھے ان سب کا فیصلہ ان کے تمرد و سرکشی، نافرمانی و بیہودگی کے مطابق ہی فرمائیں گے۔

باقی وہ یہود جو حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی بعثت و نبوت تک زندہ رہے اور مسلمان ہوگئے تو وہ مستحق نجات ہوں گے۔ اور جو ایمان نہیں لائے تو وہ دوزخ میں جائیں گے۔

مُرَبّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور آیت کا ترجمہ و تشریح سامعین کو سنائیے اور سمجھائیے۔

۳۔ سامعین کو یوم جمعہ کی فضیلت سے آگاہ کیجئے اور بتائیے کہ اللہ تعالٰی نے اس دن کے ذریعہ مسلمانوں کا کس طرح اکرام کیا اور یہود و نصاریٰ کو محروم رکھا۔ مسلمانوں کا یہ اکرام ان کے ایمان کی وجہ سے کیا گیا۔ اور یہود و نصاریٰ کو ان کے کفر کی وجہ سے محروم رکھا گیا۔

۴۔ سامعین کو اختلاف کی حرمت و مذمت سے آگاہ کیجئے کہ اختلاف کا انجام برا ہوتا ہے۔

۵۔ لوگوں کو بتائیے کہ قیامت میں اللہ تعالٰی کا ہر فیصلہ عدل و انصاف پر مبنی ہوگا۔ کسی کے ساتھ زیادتی و ظلم اور ناانصافی ذرہ برابر بھی نہ ہوگی۔ تاکہ لوگ برائیوں سے بچیں اور نیکیوں میں دلچسپی لیں تاکہ دارین کی سعادت سے بہرہ ور ہوں۔

بیسواں درس

۲۰ ذی قعدہ | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: اَضَلَّ اللّٰہُ عَنِ الْجُمُعَۃِ مَنْ کَانَ قَبْلَنَا فَکَانَ لِلْیَھُوْدِ یَوْمُ السَّبْتِ وَکَانَ لِلنَّصَارٰی یَوْمُ الْاَحَدِ فَجَاءَ اللّٰہُ بِنَا فَھَدَانَا اللّٰہُ لِیَوْمِ الْجُمُعَۃِ فَجَعَلَ الْجُمُعَۃَ وَالسَّبْتَ وَالْاَحَدَ وَکَذٰلِکَ ھُمْ تَبَعٌ لَنَا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ مِنْ اَھْلِ الدُّنْیَا وَالْاَوَّلُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَالْمُقْضٰی بَیْنَھُمْ قَبْلَ الْخَلَائِقِ۔ (رواہ مسلم)

ترجمۂ حدیث: اللہ تعالےٰ نے ہم سے پہلی امت کے لوگوں کو جمعہ کی تعظیم کے معاملہ میں صحیح فیصلہ سے دور رکھا جس کی وجہ سے یہود نے ہفتہ کا دن پایا اور نصاریٰ نے اتوار کا دن پایا اور ہم اہل ایمان کو جمعہ کے دن کیلئے رہنمائی فرمائی تو یہ کل تین دن تین امتوں کے ہو گئے۔ جمعہ مسلمانوں کا رہا۔ ہفتہ کا دن یہود کا رہا اور اتوار نصاریٰ کا رہا۔ ان تین دنوں میں جمعہ پہلے آتا ہے۔ اس کے بعد ہی ہفتہ اور اتوار آتے ہیں۔ تو جس طرح یہود و نصاریٰ کے دن جمعہ کے پیچھے ہیں اسی طرح یہود و نصاریٰ بھی قیامت میں اہل ایمان کے پیچھے ہی رہیں گے ہم لوگ دنیا میں تو پیچھے اور بعد میں آئے ہیں اور قیامت میں سب سے اول رہیں گے اور حساب و کتاب اور فیصلہ بھی ہمارا سب سے پہلے ہوگا۔ (مسلم)

تشریح: اس حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پچھلی امتوں (یہود و نصاریٰ) کی یہ گمراہی بتائی ہے کہ جمعہ کی تعظیم کا حکم پہلے ان امتوں کو دیا گیا تھا مگر انھوں نے اللہ تعالیٰ کی یہ رہنمائی قبول نہیں کی اور یہود نے اپنی تعطیل و آرام کا دن ہفتہ مقرر کیا، نصاریٰ نے اپنے لئے اتوار کا دن اختیار کیا۔ آخر میں امت محمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا جس نے اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دن جمعہ کو اپنا معظم دن اور ہفتہ کی عید کا دن مقرر کر لیا تو جس طرح ہفتہ اور اتوار کے دن جمعہ کے بعد آتے ہیں اسی طرح انھیں پسند کرنے والے یہود و نصاریٰ بھی قیامت میں امت محمدیہ کے تابع اور ان کے پیچھے ہی رہیں گے۔ امت محمدیہ دنیا میں تو آخر میں آئی ہے مگر قیامت میں سب سے اول اور آگے رہے گی۔ اس کا فیصلہ بھی سبھوں سے پہلے کر دیا جائے گا (اور یہ سب سے پہلے ہی جنت میں داخلہ پا جائے گی۔)

مربی کیلئے ہدایات

۱ و ۲۔ حسب معمول درس کا ترجمہ و تشریح لوگوں کو سمجھا سمجھا کر سنائیے۔

۳۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ یہود و نصاریٰ کی یہ گمراہی قابل عبرت و نصیحت ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی رہنمائی قبول نہیں کی جس کی وجہ سے سعادتِ دارین سے محروم رہے۔

۴۔ امت محمدیہ کے شرف و سعادت سے لوگوں کو آگاہ کیجئے اور اس بات

کو ذہن نشین کرا دیجئے کہ یہ امت محمدیہ دنیاوی وجود میں تو سب سے آخری ہے لیکن قیامت میں اور نتیجہ سنائے جانے میں سب سے اول رہے گی۔

۵۔ امت محمدیہ کے اس شرف سے سامعین کو آگاہ کیجئے کہ امت محمدیہ کے اعمال کا فیصلہ قیامت میں سب سے پہلے کیا جائے گا۔

۶۔ سامعین کو اس خاص اور اہم نکتہ سے آگاہ کیجئے کہ یہود و نصاریٰ بذات خود اپنے گمراہ ہونے اور کافر ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ یہ اقراری مجرم ہیں۔ کسی یہودی سے آپ پوچھیں کہ تم کون ہو؟ تو وہ جواب دے گا کہ میں یہودی ہوں۔ عیسائی اور نصرانی سے پوچھیں کہ تم کون ہو؟ وہ جواب دیگا کہ میں نصرانی اور مسیحی ہوں اور یہی سوال آپ مسلمان سے کریں کہ تم کون ہو؟ تو وہ جواب دے گا کہ میں دین اسلام کا پیرو اور مسلمان ہوں۔

اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ یہود و نصاریٰ اپنے ہی اقرار و اعتراف سے اپنے خلاف شہادت دے کر اقراری مجرم ہیں یہودیت اور نصرانیت دونوں ہی دین اسلام کے مقابلہ میں بدعت سیئہ ہیں اور ان کے پیرو گمراہ اور گمراہی میں حیران و پریشان ہیں اور اسلام اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا دین ہے، ہدایت کی شاہراہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اولین و آخرین سب ہی کا دین مقرر کیا تھا لیکن آخری امت ہی نے اسے اپنایا۔ فللہ الحمد۔

اکیسواں درس

۲۱ر ذی قعدہ	قول اللہ تعالیٰ عزّوجلّ	درس قرآن مجید

آیات شریفہ: قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ○ (الزمر ۵۳-۵۴)

ترجمہ آیات: (اے ہمارے رسول اصلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) آپ میری یہ بات لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اے میرے ایسے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر (گناہوں کے ارتکاب سے) ظلم کرلیا ہے، تم اللہ تعالےٰ کی رحمت ومہربانی سے مایوس وناامید نہ ہو۔ یقینی طور پر وہ بہت مغفرت کرنے والا بہت مہربان ہے۔ اور (دل سے) اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اس کی فرمانبرداری قبول کرلو، اس وقت سے پہلے ہی کہ تم تک اس کا عذاب آجائے پھر تم مدد بھی نہ کئے جاسکو گے۔

تشریح: زیر درس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ یہ آیت کچھ ایسے مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنھوں نے شرک کے ساتھ ساتھ قتل وزنا جیسے بڑے بڑے گناہوں کا بھی بہت کثرت سے ارتکاب کیا تھا۔ یہ لوگ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ

ہمیں جس دین کی دعوت دیتے ہیں، ہم سمجھتے ہیں کہ وہ دین اچھا ہے ہم اسے قبول کر سکتے ہیں اگر آپ ہمیں ہمارے ان گناہوں کا کفارہ بھی بتا دیں جو قتل و زنا کی صورت میں ہم نے کئے ہیں، ان کا کفارہ کیا ہے؟ ان کے اس سوال کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ

(اس آیت میں اہل ایمان کی یہ پہچان بھی بتائی گئی ہے) کہ وہ اہل ایمان اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی دوسرے الٰہ کو مدد کے لئے نہیں پکارتے ہیں اور نہ کسی کی جان ناحق مارتے ہیں اور نہ وہ زناکاری کرتے ہیں۔ اور یہ زیر درس آیت نازل ہوئی کہ اے میرے ایسے بندو جنھوں نے گناہوں کا ارتکاب کر کے اپنی جانوں پر زیادتی کر ڈالی ہے تم لوگ اللہ تعالےٰ کی رحمت سے مایوس و نا امید نہ ہو۔ بیشک اللہ تعالےٰ تمام گناہ اکٹھے معاف کر دیتا ہے کیونکہ وہ بہت زیادہ مغفرت کرنے والا بہت رحم والا ہے۔ اور اپنے پروردگار کی طرف عجز و شرمندگی کے ساتھ دل سے متوجہ ہو جاؤ اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دو۔ اور اس رجوع و توبہ میں جلدی کرو۔ اس سے پہلے ہی توبہ کر لو کہ تم پر عذاب کا فیصلہ ہو جائے اور تم بے حامی و ناصر اور بے مددگار ہو جاؤ۔ رجوع و توبہ کی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ پر اور اسکی وحدانیت و توحید پر ایمان کو تازہ کرو اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کیلئے پوری طرح آمادہ و تیار ہو کر سر تسلیم خم کر دو۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱ و ۲۔ حسب دستور درس کا ترجمہ و تشریح لوگوں کو سنائیں اور سمجھائیں۔

۳۔ سامعین کو بتا دیجئے کہ سچے دل سے توبۃ النصوح اگر کر لی جائے تو یہ توبہ ہر گناہ کو مٹا دیتی ہے۔ ہاں صرف حقوق العباد سے متعلق جو گناہ ہیں وہ توبہ سے معاف نہیں ہوتے، اس کیلئے صاحب حق کا معاف کرنا ضروری ہے۔ صاحبِ حق سے معافی مانگنا چاہیئے۔

۴۔ لوگوں کو بتا دیجئے کہ دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور چہرہ بشرہ سے اطاعت و انقیاد ظاہر کرنا ذریعۂ نجات ہے۔ عذاب دوزخ سے محفوظ رہنے کا یہی طریقہ ہے۔

۵۔ سامعین کو آیت زیرِ درس کے شان نزول کی جو تفصیل مذکور ہوئی ہے اسے یاد دلا دیجئے کہ لوگ عبرت حاصل کر سکیں۔

۶۔ سامعین کو سمجھا دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے گناہوں کی مغفرت کا جو وعدہ فرمایا ہے یہ اسی صورت میں پورا ہوگا جب صدق دل سے توبہ نصوح کی گئی ہو۔ گناہوں پر ندامت و شرمندگی اور پچھتاوا بھی ہو اور آئندہ ترک کا پکا ارادہ و عزم بھی ہو۔

بائیسواں درس

۲۲ ذی قعدہ	قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	درس حدیث شریف

حدیث شریف: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ اَخْطَأْتُمْ حَتّٰی تَمْلَأَ خَطَایَاکُمْ مَابَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتُمُ اللّٰہَ لَغَفَرَ لَکُمْ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَوْلَمْ تُخْطِئُوْا لَجَاءَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ بِقَوْمٍ یُخْطِئُوْنَ ثُمَّ یَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰہَ فَیَغْفِرُ لَھُمْ۔ (رواہ احمد)

ترجمۂ حدیث: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر تم سب خطائیں کرو، یہاں تک کہ تمھاری خطائیں زمین وآسمان کے درمیانی حصہ کو بھر دیں اور اس کے بعد تم اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہو، تو اللہ تعالیٰ ضرور معاف فرمادے گا۔ اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں (حضرت) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی جان ہے، اگر تم سب کوئی خطا ہی نہ کرو تو اللہ تعالیٰ (اپنی بخشش کے مظاہرہ کے لئے) ایک ایسی قوم کو دنیا میں لائے گا جو خطائیں کریں اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت کے طالب ہوں، تو اللہ تعالیٰ ان سب کی مغفرت فرمادیں گے۔

تشریح: حدیث شریف میں قسم کے جو الفاظ نقل کئے گئے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر انہی الفاظ سے قسم کھایا کرتے تھے (کہ یہ قسم دو محبوبوں کی قسم پر مشتمل ہے۔ پہلا محبوب خود حق تعالیٰ ہے، دوسری

محبوب چیز جان ہے جو ہر ایک کو سب سے زیادہ محبوب ہوتی ہے) اس قسم کے جواب پر مشتمل پوری حدیث کا مضمون ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ کو گناہوں کی مغفرت کس قدر محبوب و پسندیدہ ہے کہ وہ محض مغفرت و بخشش ہی کے لئے ایک مخلوق کی پیدائش کرے گا۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱ و ۲۔ حسب دستور درس کا ترجمہ و تشریح سمجھا سمجھا کر لوگوں کو سنائیں۔

۳۔ لوگوں کو بتائیے کہ اللہ تعالےٰ کی رحمت اس کے غضب سے بڑھی ہوئی ہے (جیسا کہ حدیث قدسی میں بیان کیا گیا ہے) لوگوں کو یہ بھی بتا دیں کہ اللہ تعالےٰ کسی شخص کو بھی ناکام و نامراد نہیں کرتے جو اپنے گناہوں کی مغفرت کے لئے سچی توبہ کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کرے اور مغفرت طلب کرے

۴۔ سامعین کو توبہ و استغفار کی دعوت دیجئے کہ وہ اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کر کے گناہوں سے توبہ کریں اور مغفرت چاہیں کہ یہ توبہ بھی ہر شخص کے لئے ضروری ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ روزانہ سو مرتبہ توبہ و استغفار فرمایا کرتے تھے (حالانکہ آپ بے گناہ تھے) تو ہم سراپا گناہ لوگوں کو کتنی ضرورت ہے۔

تیئسواں درس

۲۳ ذی قعدہ	قَوۡلُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدۡرِہٖ ۖ وَالۡاَرۡضُ جَمِیۡعًا قَبۡضَتُہٗ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطۡوِیّٰتٌۢ بِیَمِیۡنِہٖ ؕ سُبۡحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ ۝ (الزمر ۶۷)

ترجمہ آیت: اور نہیں سمجھے وہ اللہ کو جتنا کچھ وہ ہے۔ اور ساری زمین اس کی ایک مٹھی ہے قیامت کے دن، اور جملہ آسمان لپٹے ہوئے ہیں اس کے داہنے ہاتھ میں، وہ پاک ہے اور اس سے بہت بلند و بالا ہے کہ اس کا شریک ٹھہرایا جائے۔

تشریح: آیت شریفہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ مشرکین اللہ تعالےٰ کی عظمت و قدرت سے ناواقف اور جاہل ہیں۔ اس وجہ سے یہ اس کی عظمت کے مطابق معاملہ نہیں کرتے اور دوسروں کو اس کا شریک ٹھہرا کر مبتلائے شرک ہوتے ہیں (اسکی عظمت و قدرت کا اندازہ کرنے کے لئے یہ بتایا جاتا ہے کہ) قیامت کے دن ساری زمین (اپنی لمبائی اور چوڑائی کے باوجود) اس کی ایک مٹھی ہے اور جملہ آسمان لپٹے ہوئے اس کے داہنے ہاتھ میں ہوں گے۔ وہ ان مشرکوں کے شرک سے بالکل پاک صاف، منزہ و بری اور بلند و برتر ہے۔ جس کی عظمت و قدرت اس درجہ کی ہو، وہ قیامت میں زمینوں آسمانوں کو ہاتھوں میں لئے ہوئے یوں اعلان کرے گا کہ بادشاہ تو میں ہوں، سب

بادشاہ کہاں ہیں (آکر میری بادشاہت دیکھ لیں) تو ایسی عظمت وقدرت والی ہستی کے ساتھ کسی دوسرے کو اس کا شریک اور ساجھے دار ٹھہرانا کہاں کی دانائی اور عقلمندی ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ اپنے ہاتھ سے گڑھے ہوئے پتھر کے بت اور مورتیاں خدائے قادر وعظیم کے ساتھ شریک کیسے ہو سکتے ہیں۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور درس کا ترجمہ وتشریح سامعین کو سمجھا کر سنائیے۔

۳۔ سامعین کو بتائیے کہ جس کسی نے اللہ تعالےٰ کا کوئی شریک اسکی مخلوق میں سے کسی کو بنایا یا اللہ تعالےٰ کیطرف عجز وقصور کی نسبت کی، یا مخلوق کیطرح اسے بیوی بچوں کا حاجتمند وضرورتمند ٹھہرایا، یا کسی کو اس کا وزیر ومشیر ٹھہرایا، تو اس نے اللہ تعالیٰ پر افترا اور بہتان لگایا۔ اور اللہ تعالےٰ کی قدر پہچانی ہی نہیں۔

۴۔ اپنے سامعین کو اللہ تعالےٰ کی عظمت قدرت اور قدر ومنزلت سے آگاہ کیجئے تاکہ وہ سب اللہ تعالےٰ کی کبریائی کے قائل ہوں اور صدق دل سے اسکی بندگی وتعظیم بجالائیں اور سعادتِ دارین حاصل کریں۔

۵۔ سامعین کو حدیث شریف میں آئے ہوئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے اس سوال اور حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے جواب سے باخبر کیجئے کہ حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا کہ قیامت میں جب اللہ تعالےٰ کی دونوں مٹھیوں میں زمین وآسمان ہوں گے تو سب لوگ کہاں ہوں گے؟ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت سب لوگ دوزخ پر بنے ہوئے پل (پلصراط) پر ہوں گے

چوبیسواں درس

۲۴؍ ذی قعدہ	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	درس حدیث شریف

حدیث شریف: مَا رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَمُسْلِمٌ وَغَیْرُھُمَا عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ جَاءَ حِبْرٌ مِّنْ اَحْبَارِ الْیَھُوْدِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) اِنَّا نَجِدُ اَنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یَجْعَلُ السَّمٰوٰتِ عَلٰی اِصْبَعٍ وَالْاَرَضِیْنَ عَلٰی اِصْبَعٍ وَالشَّجَرَ عَلٰی اِصْبَعٍ وَالْمَاءَ عَلٰی اِصْبَعٍ وَالثَّرٰی عَلٰی اِصْبَعٍ وَسَائِرَ الْخَلْقِ عَلٰی اِصْبَعٍ فَیَقُوْلُ اَنَا الْمَلِکُ، فَضَحِکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَصْدِیْقًا لِقَوْلِ الْحِبْرِ ثُمَّ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِہٖ" الآیۃ (بخاری، مسلم)

ترجمۂ حدیث: بخاری و مسلم اور ان کے علاوہ دوسری کتب حدیث کے مطابق، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک یہودی عالم آیا اور کہا کہ اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہم (اپنی کتابوں میں) پاتے ہیں کہ اللہ عزوجل ساتوں آسمانوں کو اپنی ایک انگلی پر رکھے گا اور ساتوں زمینوں کو ایک انگلی پر رکھے گا، اور درختوں کو ایک انگلی پر، اور سمندروں دریاؤں کو ایک انگلی پر، اور تحت الثریٰ کو ایک انگلی پر رکھے گا۔ اور تمام مخلوق کو ایک انگلی پر رکھے گا، اور فرمائے گا،

(دیکھو!) میں بادشاہ ہوں۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اس کی یہ بات سن کر اس طرح مسکرائے کہ آپ کے سامنے کے دندان مبارک کھل گئے آپ کا یہ تبسم ظاہر کر رہا تھا کہ آپ یہودی عالم کی تصدیق فرما رہے ہیں پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی یہی آیت تلاوت فرمائی جو گزشتہ درس میں بیان ہوئی (وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝)

تشریح: حبر کے معنی یہودی عالم۔ اور اس کے یہ کہنے کا مطلب کہ ہم ایسا مانتے ہیں، یہ ہے کہ ہماری مذہبی کتابوں میں ایسا لکھا ہے۔ اور حدیث شریف میں اس کی بات سن کر مسکرانا یقینی طور پر اس کی تصدیق ہی کے طور پر تھا۔

آیت قرآنی اور حدیث رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم میں جو بات کہی گئی ہے اس کی کیفیت نامعلوم ہے۔ لیکن ان پر ایمان رکھنا واجب و ضروری ہے کہ اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اس قسم کے جو بھی الفاظ ارشاد فرمائے ہیں وہ برحق ہیں۔ اور ہم ضعیف و ناتواں ہیں، اُسکی تاویل جاننا ہماری طاقت سے بالاتر ہے۔ متشابہ آیات و روایات کا یہی حکم ہے۔ جیسا کہ اسلاف سے ایسے موقع پر "وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمُرَادِهٖ بِذٰلِكَ" کہنا منقول ہے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

اور۲۔ حسبِ دستور درس کا ترجمہ و تشریح سامعین کو سمجھا سمجھا کر سنائیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو بہ تاکید نصیحت کر دیں کہ اس قسم کی متشابہ مضمون پر مشتمل آیات و احادیث پر اس کی تفصیل و کیفیت جانے بغیر ایمان لانا ضروری ہے۔

۴۔ زیرِ درس حدیث کے مضمون سے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ یہود علماء دل سے اچھی طرح جانتے تھے کہ دین حق اسلام ہی ہے لیکن اپنے دنیاوی فائدوں کی وجہ سے وہ قبول اسلام نہیں کرتے تھے۔

۵۔ سامعین کو بتا دیں کہ جس کسی نے بھی اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک ٹھہرایا تو اس نے حق تعالیٰ کی بڑی حق تلفی و ناقدری کی۔ اسی طرح جس نے اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کی کیفیت بیان کی اس نے بھی اللہ تعالیٰ کی قدر ناشناسی کا مظاہرہ کیا۔

پچیسواں درس

۲۵ ذی قعدہ | قول اللہ تعالیٰ عزوجل | درس قرآن مجید

آیات شریفہ: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ○ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ ۚ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ ○ (التوبہ ۱۱۳، ۱۱۴)

ترجمہ آیات: نبی کریم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور ایمان والوں کیلئے اس بات کی کوئی گنجائش اور حق نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے حق میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہیں، اگرچہ وہ مشرکین ان کے کیسے ہی قرابت دار و رشتہ دار کیوں نہ ہوں، جبکہ انھیں یہ بات معلوم ہو چکی ہو کہ یہ مشرکین دوزخ میں جانے والوں میں ہیں۔ اور حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کا اپنے والد کے لئے مغفرت طلب کرنا، تو صرف ایک وعدہ کے ایفاء میں تھا جو انھوں نے اپنے والد سے کرلیا تھا، پھر جب اُن پر یہ بات ظاہر ہوگئی کہ وہ خدا کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گئے۔ بیشک (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) بہت رحمدل اور برداشت کرنے والے تھے۔

تشریح: آیت شریفہ کا مطلب بالکل صاف ہے۔ اس آیت میں

اللہ تعالیٰ نے خود اپنے پیغمبر حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی اور ان کے ساتھ ساتھ جملہ اہل ایمان کو بھی اس بات سے روکا ہے کہ وہ مشرکوں کے شرک سے واقف و باخبر ہونے کے بعد کسی بھی مشرک و کافر کے لئے دعائے مغفرت کریں۔ خواہ وہ ان کے کیسے ہی قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہوں

اس آیت کا شان نزول خواجہ ابو طالب کا وہ واقعہ ہے جو اگلے درس حدیث میں بیان کیا جائے گا۔ جس میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب کے حق میں دعائے مغفرت کی قسم بھی کھالی ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کے لئے جو مغفرت طلب کی تھی اس کے لئے بتایا گیا ہے کہ وہ صرف اپنے وعدہ کا ایفاء تھا۔ ورنہ وہ بھی اپنے مشرک باپ سے بیزار ہی تھے۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب معمول آیات کا ترجمہ و تشریح سامعین کو سمجھا سمجھا کر سنائیے۔

۲۔ اپنے سامعین کو اچھی طرح بتا دیجئے کہ جس شخص کی موت کفر و شرک کی حالت میں ہوئی ہو، اس کے لئے استغفار (اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنا) بالکل جائز نہیں ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ آجکل

کی ممنوع و منحوس سیاست نے اس صریح ممانعت کو بالکل بھلا دیا ہے اب نہ صرف کفار و مشرکین بلکہ رئیس الکافرین والمشرکین اوران کے طواغیت کے لئے بے خوف آخرت فراموش علماء قرآن خوانیاں کرتے ہیں اور اخباروں میں اس کی تصویر شائع کرکے اپنی ڈھٹائی کا مظاہرہ بھی کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں صاف ممانعت ہے کہ یہ استغفار حالت کفر و شرک میں مرنے والے کسی بھی شخص کے لئے جائز نہیں ہے۔ خواہ وہ ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں۔

۴۔ سامعین کو بتا دیجئے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اپنے مہربان چچا کے لئے بھی استغفار کرنے سے روک دیا تھا۔ جس طرح اپنی والدہ کی مغفرت طلبی سے روک دیا تھا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ "میں نے اللہ تعالےٰ سے اس بات کی اجازت چاہی کہ ماں کی قبر دیکھوں، اس کی زیارت کرلوں، تو اس کی اجازت اللہ تعالےٰ نے دیدی۔ پھر میں نے ان کے حق میں استغفار کی اجازت چاہی تو اجازت نہیں دی۔

(مسلم شریف)

چھبیسواں درس

۲۶ ذی قعدہ | قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم | درس حدیث شریف

الفاظ روایت: لَمَّا حَضَرَتْ اَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ جَاءَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ عِنْدَهُ اَبَا جَهْلٍ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ اُمَيَّةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَمِّ، قُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ كَلِمَةً اُحَاجُّ لَكَ بِهَا فَقَالَ اَبُوْ جَهْلٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ اُمَيَّةَ يَا اَبَا طَالِبٍ اَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ۔ فَلَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْرِضُهَا عَلَيْهِ وَيُعِيْدَانِ لَهُ تِلْكَ الْمَقَالَةَ حَتّٰى قَالَ اَبُوْ طَالِبٍ اٰخِرَ مَا تَكَلَّمَ بِهٖ هُوَ عَلٰى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَاَبٰى اَنْ يَّقُوْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا وَاللّٰهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ اُنْهَ عَنْكَ۔ (البخاری و مسلم)

ترجمہ روایت: جب خواجہ ابو طالب کی وفات کا وقت آیا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں تشریف لائے تو دیکھا کہ ان کے پاس ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ موجود ہیں۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے میرے چچا! آپ صرف ایک کلمہ لا الٰہ الا اللہ کہہ دیں جسے حجت ودلیل کے طور پر میں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرسکوں۔ تو وہ دونوں بولے کہ ارے ابو طالب! کیا تم اپنے باپ عبدالمطلب کا دین چھوڑ دو گے؟

آخر دم تک حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم برابر یہی فرماتے رہے اور وہ دونوں اپنی وہی بات دہراتے رہے۔ یہاں تک کہ ابو طالب نے آخری بات جو کہی وہ یہی تھی کہ وہ اپنے باپ عبد المطلب کے دین پر ہیں۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے یہاں تک فرمادیا کہ بخدا میں آپ کے حق میں برابر استغفار کرتا رہوں گا، جبتک کہ مجھے اس بات سے روک نہ دیا جائے گا۔۱

تشریح: یہ بات معروف و مشہور ہے جو محتاج بیان نہیں کہ خواجہ ابو طالب حضرت عبد المطلب کے چھوٹے صاحبزادے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے والد بزرگوار ہیں، جو اپنی سرپرستی کے دور میں حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی برابر پشت پناہی کرتے اور کفار مکہ کی ایذا رسانیوں سے بچاتے رہتے تھے اس وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی دلی خواہش یہی تھی کہ یہ مسلمان ہوجائیں تو انھیں آخرت میں اپنی نصرت و حمایت کی بہترین جزا بھی مل جائے اور آپ نے عین مرض وفات میں عیادت کے وقت کھل کر انھیں قبول اسلام کی دعوت بھی دیدی۔ لیکن ان سرداران قریش کی موجودگی اور انکی دخل اندازی کی وجہ سے وہ مرعوب ہوگئے اور قبول اسلام سے صاف انکار کردیا اور ہجرت سے پہلے ہی ملت عبد المطلب پر انکی زندگی کا خاتمہ ہوگیا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی اسی دلی خواہش کی ناکامی پر یہ آیت نازل ہوئی "اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللہَ یَھْدِیْ

مَن يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ" (بیشک بات یہی ہے کہ آپ جسے چاہیں کہ اسے ہدایت کردیں یہ آپ کے اختیار میں نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ ہی جسے ہدایت کرنا چاہتے ہیں اسے صراط مستقیم کی ہدایت فرما دیتے ہیں۔)
(سورۂ قصص)

حضرت ابو طالب نے آپ کی دعوتِ اسلام قبول نہیں کی اور کفر و شرک کی حالت میں ان کا خاتمہ ہوگیا۔ تو آپ نے جذبۂ محبت و احسان مندی سے مجبور ہوکر یہ قسم کھائی کہ بخدا میں آپ کے لئے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا رہوں گا جب تک کہ مجھے اس سے روکا نہ جائے گا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی اور کفر و شرک پر مرنے والوں کے لئے استغفار (مغفرت طلب کرنے) سے روک دیا گیا، خواہ وہ کتنے ہی قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہوں۔

مربی کیلئے ہدایات

---

۱ اور ۲۔ حسب دستور و حسب معمول درس کا ترجمہ و تشریح ناظرین کو سمجھا سمجھا کر سنائیں۔

۳۔ سامعین کو بتادیں کہ جو شخص کلمہ طیبہ (لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ) کا غرغرۂ موت سے پہلے دلی یقین کے ساتھ اقرار کرلے گا تو عذاب دوزخ سے بچا لیا جائے گا۔

۴۔ لوگوں کو یہ بھی بتا دیں کہ جو شخص کفر و شرک کی حالت میں مر گیا ہو اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی (خاص کر مقتدیٰ افراد کو اس کی نماز نہ پڑھانی چاہیے۔)

۵۔ لوگوں کو استغفار کی فضیلت سے آگاہ کیجیے کہ اسی کے ذریعہ توبہ کا راستہ کھلتا ہے۔ کیونکہ استغفار کرنے کا مطلب یہی ہے کہ وہ شخص اپنے گناہوں کا اور اپنے قصوروار ہونے کا اقرار کر رہا ہے تو اب وہ توبہ بھی کرے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی ترتیب کی تعلیم دی ہے۔ فرمایا ہے: اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَیْہِ" (اپنے پروردگار سے مغفرت کی درخواست کرو۔ پھر توبہ کے ذریعہ اس کی طرف رجوع کرو۔) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی اسی طرح عمل فرماتے تھے۔ "اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ" کا ورد رکھتے تھے۔ تو جو شخص گناہ کا اقرار ہی نہ کرے گا وہ توبہ کیسے کرے گا۔

سینتالیسواں درس

۲۷ ذی قعدہ | قول اللہ تعالیٰ عزوجل | درس قرآن مجید

آیت شریفہ: یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِیْضِ ؕ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی الْمَحِیْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى یَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ ۝ (البقرۃ ۲۲۲)

ترجمہ آیت: لوگ آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ بتا دیں کہ وہ ایک طرح کی گندگی ہے (گندہ و ناپاک خون ہے) لہذا حیض کے زمانہ میں عورتوں سے دور رہا کرو (ان سے قربت و ہمبستری نہ کیا کرو) جبتک کہ وہ اس گندگی سے پاک نہ ہو جائیں۔ پھر جب وہ غسل کر کے اچھی طرح پاک صاف ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق ان کے پاس آسکتے ہو۔ بیشک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو اور پاک صاف رہنے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔

تشریح: اس آیت میں عورتوں کے ماہواری ایام سے متعلق جو ہدایات دی گئی ہیں، ان کا پس منظر اور شان نزول یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہجرت کر کے جب مدینہ گئے تو وہاں اہل کتاب یہود کا طبقہ پہلے سے موجود تھا جو اپنے آپ کو شریعت موسوی کا پابند کہتے تھے۔ وہ لوگ حیض والی عورتوں کو ایام حیض میں بالکل اچھوت بنا کر رکھتے تھے یہاں تک کہ ان کے ساتھ مل بیٹھ کر کھانے

پینے میں بھی علیٰحدگی رکھتے تھے۔ ان کا یہ طرزِ عمل دیکھ کر حضرات صحابہؓ کو صحیح شرعی حکم معلوم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی کہ اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ کا حکم کیا ہے تو قرآن مجید نے اس آیت میں بات صاف کر دی کہ یہ نجاست اور گندگی ہے اس میں عورت سے قربت و ہمبستری ممنوع ہے، اس سے پرہیز کیا جائے اور جب یہ صورت ختم ہو جائے اور عورت غسل کر کے پاک صاف ہو جائے تو یہ پابندی بھی ختم ہو جائے گی۔ اور اللہ تعالیٰ نے جس طرح قربت و ہمبستری جائز رکھی ہے اس طرح اب پھر جائز ہو جائے گی۔

آیت شریفہ میں آیا ہوا لفظ محیض تین معنوں میں استعمال ہوتا ہے، مقام حیض (رحم) زمانہ حیض اور وہ خون جو غیر حالت حمل میں عورت کے رحم سے نکلتا ہے۔

آیت زیر درس میں " اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ " فرما کر یہ اشارہ کر دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ظاہری نجاستوں سے پاک رہنے والے کو بھی پسند کرتے ہیں اور باطنی و معنوی نجاستوں سے بھی پاک رہنے والے کو پسند فرماتے ہیں۔ ظاہری نجاستوں سے پاکی تو وضو، غسل اور تیمم سے ہو جاتی ہے۔ لیکن گناہوں کی باطنی و معنوی نجاستوں سے پاکی حاصل کرنے کے لئے توبہ ہونی چاہیے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱ و ۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ سامعین کو حیض سے متعلق یہ آگاہی دیدیں کہ حیض رحم نسواں سے نکلنے والا بدبودار خون ہوتا ہے جو عام طور پر سرخ اور سیاہ رنگ کا ہوتا ہے اس کی کم سے کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن مانی گئی ہے۔

۴۔ حیض کے علاوہ کبھی بیماری کی وجہ سے استحاضہ کا خون بھی نکلتا ہے۔ عورتیں بہشتی زیور میں تفصیل دیکھ سکتی ہیں۔

۵۔ لوگوں کو بتا دیں کہ حیض والی عورت ایام حیض میں نہ روزے رکھے گی نہ نماز پڑھے گی۔ بعد میں روزے کی قضا رکھے گی۔ نماز کی قضا نہیں ہے۔

۶۔ حائضہ مسجد میں داخل نہ ہو گی، نہ قرآن پڑھے گی، نہ اسے ہاتھ میں لے سکے گی۔

۷۔ اگر کوئی شخص حیض کے زمانہ میں ہمبستری کرتا ہے تو اسے توبہ کرنا ضروری ہے توبہ سے پہلے استغفار بھی کرے اور کچھ صدقہ بھی ادا کرے۔

اٹھائیسواں درس

حدیث شریف: اِصْنَعُوا کُلَّ شَیْءٍ اِلَّا النِّکَاحَ۔
(رواہ احمد عن ثابت البنانی عن انس ومسلم)

ترجمۂ حدیث: (حالت حیض میں) ہمبستری کو چھوڑ کر اور باتیں کر سکتے ہو۔

تشریح: زیر درس حدیث کی شرح فرماتے ہوئے حضرت شیخ جزائری فرماتے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ حدیث بھی دیکھئے جس میں ان سے جب اس قسم کا سوال کیا گیا تو سنئے انھوں نے کیا جواب دیا تھا؟

ان سے دریافت کیا گیا تھا کہ حائضہ عورت کے ساتھ اس کا شوہر کیا کچھ کر سکتا ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ ہمبستری کو چھوڑ کر سب کچھ کر سکتا ہے۔ مزید فرمایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کو تہجد پڑھتے (ایک رات کو یہ نماز طویل ہو گئی اور مجھے نیند آ گئی۔ پھر آپ کو ٹھنڈ لگنے لگی تو آپ میرے پاس آئے اور فرمایا کہ اوڑھنے والی چادر بدن پر سے ہٹا دو۔ میں نے چادر ہٹا دی تو آپ نے اپنے رخسار اور سینہ میری ران پر رکھ دیا اور میں آپ پر جھک گئی یہاں تک کہ آپ کی ٹھنڈ جاتی رہی اور آپ سو گئے۔ مسند امام احمد کی مذکورہ روایت میں جو حضرت

ثابت البنانی سے منقول ہوئی ہے۔ اس سے کہیں زیادہ تفصیل ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی اس روایت سے سامنے آجاتی ہے

(ازمترجم: نئی تہذیب وتعلیم سے آراستہ مہذب لوگوں کو اگر اس تفصیل سے کچھ گرانی اور ناگواری ہو تو وہ اپنی ہی جماعت وحلقہ سے تعلق رکھنے والے مشہور دانشور عبدالماجد دریاآبادی کا یہ حاشیہ پڑھ کر اپنی گرانی وناگواری دور کرلیں۔

موصوف سورہ بقرہ کی آیت ۲۵ کے تفسیری حاشیہ ۸۵ میں لکھتے ہیں :۔

" اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ (پاک صاف ہر طرح اور ہر اعتبار سے جسم اور روح کی ہر ممکن گندگی اور آلودگی سے ستھری پاکیزہ۔۔۔

بعض روشن خیالوں کو پاکیزہ بیویوں کے نام سے خدا معلوم کیوں اتنی شرم آئی کہ انھوں نے اس معنی ہی سے انکار کردیا اور " ازواج مطہرۃ" کی تفسیر عجب طرح توڑ مروڑ کر کی ہے گویا بہشت میں رضائے الٰہی کے مقام میں ہر قسم کی انتہائی لذت، مسرت وراحت کے موقع پر بیویوں اور پھر پاکیزہ بیویوں کا ملنا کوئی بڑی ہی شرم وغیرت کی بات ہے۔ جنت کے نفس وجود ہی سے کسی کو انکار ہے جب تو خیر بات ہی اور ہے ایسے مخاطب کے سامنے پہلے جنت کا اثبات کیا جائیگا۔ لیکن اگر جنت کا اقرار ہے تو پھر وہاں کی کسی لذت کسی نعمت، کسی راحت سے انکار کے کوئی معنی نہ نقل کے لحاظ سے صحیح ہیں نہ عقل کے اعتبار سے۔ جنت کے تو معنی ہی یہ ہیں کہ وہ مادی اور روحانی ہر قسم کی لذتوں، مسرتوں اور راحتوں کا گھر ہوگا۔ یا پھر یہ کہ بیوی کی نعمت اور اعلیٰ نعمت ہونے ہی سے انکار ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس عقیدہ کا رشتہ اسلام سے کہیں زیادہ رہبانیت اور مسیح کی لائی ہوئی نہیں پولوس کی پھیلائی ہوئی مسیحیت سے وابستہ ہے

زوجیت جب دنیا میں اللہ تعالےٰ کا ایک اعلیٰ انعام ہے تو آخر جنت میں کس جرم سے اس سے محرومی ہو جائے گی؟ حقیقت یہ ہے کہ جسمانی، مادی، حسی خصوصاً ازدواجی نعمتوں کو حقیر سمجھنا یا اس سے شرمانا تمامتر جاہلی مذہبوں خصوصاً پولوسی مسیحیت سے دماغی مرعوبیت کا نتیجہ ہے۔ اسلام تو حسی اور معنوی، مادی اور روحانی، جسمانی اور عقلی ہر قسم کی نعمتوں کی قدر کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔

ایسی خشک لذت جس میں کوئی شائبہ نہ لامسہ کا ہو نہ باصرہ کا نہ ذائقہ کا نہ سامعہ کا اور صرف اسی پر تابع رہنا کمال نہیں نقص ہے، ہنر نہیں عیب ہے اور معلوم ہے کہ نقص وعیب جنت کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ (حاشیہ ختم)

(تفسیر ماجدی ص۱۳)

حیرت و تعجب کا پہلو یہ ہے کہ ایسے مضامین اس طبقہ کو گراں گزرتے ہیں جن کے معاشرے میں وہ لڑکے اور لڑکیاں مقبول و ہر دلعزیز ہیں جو اپنے کئی کئی فرینڈ (دوست) سے کھلم کھلا دوستی رکھیں اور فخر سے سر اونچا کر کے اعلان کریں کہ ہم ماڈرن ہیں۔

اُنتیسواں درس

۲۹ر ذی قعدہ	قولُ اللہِ تعالیٰ عزّ وجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۖ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ۗ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْــًٔـا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۗ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ۗ (البقرہ ۲۲۹)

ترجمہ آیت: جس طلاق کے بعد رجوع جائز ہو، اس کی تعداد دو ہی تک ہے اس کے بعد یا تو بیوی کو صحیح و مناسب طور پر رکھے یا اسے علیحدہ و آزاد کردے اور تمھارے لئے یہ بات حلال نہیں ہے کہ عورت کو مہر میں جو کچھ دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لے کر چھوڑ دو، مگر اس صورت میں کہ دونوں خوف کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حد پر قائم نہ رہ سکیں گے۔ اگر یہ خوف ہو کہ حدود اللہ پر قائم نہ رہ سکوگے تو ایسی صورت میں عورت اگر کچھ دے کر علیحدگی اختیار کرتی ہے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہے (عورت کا کچھ دینا بھی درست اور مرد کا لینا بھی درست ہے۔)

تشریح: آیت زیر درس میں اللہ تعالیٰ نے دور جاہلیت میں رائج طریقہ طلاق پر روک لگادی۔ جاہلیت میں شوہر عورت کو طلاق دیتا تھا اور جب عدت ختم ہونے لگتی تو رجوع کر لیتا کہ وہ عورت اسکے نکاح سے

نکلنے نہ پائے۔ اسی طرح برابر کرتا رہتا تھا، طلاق کی کوئی حد اور گنتی ہی نہ تھی
اللہ تعالےٰ نے اس آیت کے ذریعہ طلاق رجعی کو دو تک میں محدود کر دیا۔ دو کے
بعد یا تو قاعدہ سے رکھو یا شرافت کے ساتھ اسے آزاد کر دو۔ تیسری طلاق کے
بعد عورت مرد کیلئے بالکل حرام ہو جاتی ہے۔ اور جبتک کسی دوسرے سے
عقد کر کے اس کی مطلقہ نہ ہو یا اس کی وفات نہ ہو جائے یہ عورت پہلے شوہر
کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔

مربّی کیلئے ہدایات

او ۲۔ حسب دستور ترجمہ درس اور تشریح سامعین کو سمجھا سمجھا کر سنائیں۔

۳۔ سامعین کو اچھی طرح بتادیں کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو دو طلاقیں دیدی ہیں تو اب اسے صرف ایک طلاق ہی کی گنجائش ہے تیسری طلاق کے بعد وہ بالکل حرام ہو جائے گی۔

۴۔ سامعین کو بتادیں کہ شوہر کیلئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ بیوی کو ستا ستا کر اور ایذا پہنچا کر اسے خلع پر مجبور کرے۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو اسے عورت سے فدیہ لینا درست نہ ہوگا۔

۵۔ لوگوں کو یہ بھی بتادیں کہ اللہ تعالےٰ نے ضرر سے بچنے ہی کیلئے خلع حلال کیا ہے۔ لہذا ضرر پہنچا کر خلع کا فدیہ لینا درست نہیں ہے۔ اور جب خلع ہو سکتا ہو تو طلاق سے پرہیز ہونا چاہئے۔ ایک طلاق کے بعد عدت ختم ہونے پر علیحدگی اپنے آپ ہو جائے گی۔

تیسواں درس

۳۰ ذی قعدہ	قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	درس حدیث شریف

حدیث شریف: اَیُّمَا امْرَأَۃٍ سَاَلَتْ زَوْجَھَا الطَّلَاقَ فِیْ غَیْرِ مَا بَاْسٍ فَحَرَامٌ عَلَیْھَا رَائِحَۃُ الْجَنَّۃِ (صحیح ابن ماجہ)

ترجمۂ حدیث: جو عورت بغیر کسی ضرر و تکلیف کے شوہر سے طلاق مانگے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہو جائے گی۔

تشریح: زیر درس حدیث میں آیا ہوا لفظ "اَیُّمَا امْرَأَۃٍ" ایک عام لفظ ہے اس سے شوہر والی ہر عورت مراد لی جاسکتی ہے جو کسی ضرر و تکلیف کے بغیر یونہی طلاق مانگے۔ اگر اسے شوہر سے کچھ تکلیف پہنچتی ہو اور وہ اس پر صبر بھی نہ کر سکے تو اسے طلاق مانگنا جائز ہے۔ جنت کی خوشبو سے وہ محروم نہ ہو گی۔ ایسی صورت میں وہ اپنی علیٰحدگی کا فدیہ دے کر یعنی خلع کر کے علیٰحدہ ہو سکتی ہے جیسا کہ ثابت بن قیس بن شماس کی بیوی نے خلع کیا تھا۔ انھیں شوہر سے شکایت ہو گئی تھی۔ شوہر نے مہر میں ایک باغ دیا تھا۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان صاحبہ نے شوہر سے علیٰحدگی کی خواہش ظاہر کی، تو آپ نے فرمایا کہ تم ان کا باغ واپس کر دو۔ انھوں نے باغ واپس کر کے خلع کر لیا، اور علیٰحدہ ہو گئیں۔

اس بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے کہ خلع پر طلاق کا حکم ہو گا یا نہیں؟ جن کے نزدیک خلع طلاق کے حکم میں ہے ان کے نزدیک بیوی پر عدت طلاق

ہو گی اور جن کے نزدیک خلع طلاق نہیں ہے ان کے نزدیک عدت طلاق نہ ہو گی (احناف کے نزدیک خلع طلاق کے حکم میں ہے لہذا عدت طلاق واجب ہو گی۔) جو اسے طلاق نہیں مانتے وہ بھی اس کے لئے ایک حیض کی عدت تجویز کرتے ہیں۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱ و ۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ سامعین کو بتایئے کہ کسی معقول سبب کے بغیر بیوی کا شوہر سے طلاق چاہنا حرام ہے۔

۴۔ لوگوں کو یہ مسئلہ بتا دیں کہ خلع کرنے والے شوہر کے لئے یہ بات جائز تو ہے کہ اس نے عورت کے مہر وغیرہ میں جتنا خرچ کیا ہے اس سے زائد مقدار میں فدیہ لے کر خلع کرے۔ لیکن انسانیت و مروت اور شرافت سے بعید بات ہے اس لئے اس سے پرہیز بہتر ہے۔

پہلا درس

یکم ذی الحجہ	قَولُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَزَّوَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ ؕ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىۃِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰی بِعَھْدِہٖ مِنَ اللّٰہِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِہٖ ؕ وَذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ (التوبۃ ۱۱۱)

ترجمہ آیت: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس بات کے عوض خرید لئے ہیں کہ انھیں جنت دی جائے گی۔ وہ مسلمان اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں۔ اس پر سچا پکا وعدہ کیا گیا ہے توریت میں بھی، انجیل میں بھی اور قرآن میں بھی، اور یہ مسلّم ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر وعدہ کو پورا کرنے والا کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ تو اس بیع کو جس کا معاملہ تم نے اللہ تعالیٰ سے ٹھہرالیا ہے اسے اپنے حق میں خوشخبری اور مژدۂ کامیابی سمجھو۔ اور یہ تو بڑی کامیابی ہی ہے

تشریح: آج کے درس قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بیع وشراء (خرید و فروخت) کے ایک معاملہ کا ذکر فرمایا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے اہل ایمان عباد صالحین (نیک بندوں) کے درمیان طے پایا ہے۔ آیت کے مضمون کو سمجھنے کے لئے

ضروری ہے کہ آپ اس سے پہلے خرید و فروخت کے معاملات پر بھی غور کرلیں اور ایک نظر اس پر بھی ڈال لیں۔ خرید و فروخت کے معاملہ میں ایک فریق سوداگر و تاجر ہوتا ہے، دوسرا فریق خریدار اور گاہک ہوتا ہے۔ سوداگر و تاجر کے پاس وہ مال تجارت ہوتا ہے جسے وہ فروخت کر رہا ہے، خریدار گاہک کے پاس زر مبادلہ اور قیمت ہوتی ہے جسے دے کر وہ کوئی مال خریدتا ہے اب آیت کے مضمون پر غور کریں تو آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات خریدار کی حیثیت سے مذکور ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ کے عباد صالحین (نیک بندے) سوداگر اور بیچنے والے تاجر کے طور پر ہیں جنھوں نے اپنی جانیں، اپنے نفوس اور اپنے اموال سب کا سب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ فروخت کر دیا اور بیچ دیا ہے۔ اور اپنے نفوس و اموال تو ہاتھ کے ہاتھ اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں دیدیئے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی قیمت میں نقد روپیہ اور کیش دینے کے بجائے آخرت میں ایک آراستہ پیراستہ کوٹھی اور محل دینے کا وعدہ فرمالیا ہے، جس میں آپ کی حسب مرضی آپ کو شریک زندگی اور رفیقہ حیات بھی ملے گی۔ کام کاج کے لئے چھوٹے چھوٹے لڑکے نوکر چاکر کے طور پر ہر وقت موجود رہیں گے۔ اس محل اور کوٹھی میں راحت و آرام سے بھرپور زندگی گزارنے کے سارے لوازمات مہیا ہوں گے۔ آٹو میٹک طور پر خودکار گردش کرنے والی کرسیاں اور مسہریاں ہوں گی۔ آیت زیر درس میں اسی معاملۂ بیع و شراء (خرید و فروخت) کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ یہ معاملہ دستاویزی پہلو سے اتنا پکا اور سچا ہے کہ توریت و انجیل اور قرآن مجید میں

اس معاملہ کی رجسٹرڈ کاپی موجود ہے۔ اور پھر یہ حقیقت بھی ہر طرح مسلّم اور ناقابلِ انکار ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر وعدہ پورا کرنے والا اور کوئی ہو بھی نہیں سکتا ہے اس لئے تمام مسلمانوں کو اسے اپنے حق میں ایک عظیم خوشخبری اور دل کو خوش کرنے والا مژدہ سمجھ کر دل سے خوش ہونا چاہیئے اور واقعہ بھی یہی ہے کہ یہ تو بہت بڑی کامیابی ہے۔

اس تفصیل سے آگاہ ہو جانے کے بعد شاید اس بات کو بتانا غیر ضروری ہو کہ اب آپ نہ تو اپنی جان کے مالک رہ گئے ہیں نہ اپنے مال کے مالک رہ گئے ہیں یہ سب تو آپ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ فروخت کر چکے ہیں۔ اب آپ کی ایمانداری اور امانت داری اسی میں ہے کہ آپ کا مال بھی صرف اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہی صرف ہو، اور آپ اپنی زندگی کا ایک ایک منٹ ایک ایک سکنڈ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہی گزاریں۔ اور یہ بات اسی وقت آسان ہو سکتی ہے جب آپ کے دل میں جنت کی سچی طلب اور خواہش ہر وقت بیدار رہے۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور عمل کریں۔

۳۔ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اس زیر درس آیت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے مومن بندوں کے درمیان بیع و شرار (خرید و فروخت)

کا ذکر کیا گیا ہے، جس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ خرید و فروخت کا معاملہ شرعاً جائز ہے، اور صرف جائز ہی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ کو جائز قرار دے کر اپنے بندوں کے لئے بہت بڑی سہولت مہیا کر دی ہے۔ ورنہ کسی پسندیدہ چیز کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہی نہ ہوتا اور آدمی چوری ڈاکہ ہی کے ذریعہ کسی پسندیدہ چیز کو حاصل کر سکتا۔

۴ لوگوں کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی اور ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ خرید و فروخت کا یہ معاملہ ہر مسلمان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان پکے طور پر ہو چکا ہے۔ اس لئے اب ہر مسلمان کی پوری ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے جان و مال کو جب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بیچ چکا ہے، تو اب اسکی جان اور اس کا مال اللہ تعالیٰ کا ہو چکا ہے، اس کا نہیں رہ گیا ہے۔ وہ ان سب کی پوری طرح حفاظت کرے۔ اسے اب یہ حق بھی نہیں رہ گیا ہے کہ وہ اپنے جسم کے کسی عضو کو (دل اور گردہ اور آنکھ کو یونہی دان کرے یا اسے قیمت لے کر فروخت کرے۔ یا ان میں سے کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ناجائز صورت میں خرچ کرے۔)

اسی طرح یہ بھی سمجھ لیں کہ چونکہ ہماری جان بھی اب ہماری نہیں رہی ہے اللہ تعالیٰ کی ہو چکی ہے لہذا جس وقت خلیفۂ وقت جہاد کی دعوت دے تو ہمیں بے تأمل اس کی دعوت پر لبیک کہنا چاہیئے کہ جسکی جان ہے وہ مانگ رہا ہے، ہمیں دے دینا چاہیئے۔

دوسرا درس

۲ ذی الحجہ	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	درس حدیث شریف

احادیث شریفہ: (۱) اِنَّمَا الْبَیْعُ عَنْ تَرَاضٍ (ابن ماجہ)
(۲) وَقَوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلْبَیِّعَانِ بِالْخِیَارِ مَا لَمْ یَتَفَرَّقَا۔ (متفق علیہ)
(۳) وَقَوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا یَبِعْ حَاضِرٌ لِبَادٍ دَعُوا النَّاسَ یَرْزُقُ اللّٰہُ بَعْضَہُمْ مِنْ بَعْضٍ (متفق علیہ)

ترجمہ احادیث: (۱) بیع دونوں کی رضامندی سے ہوتی ہے۔
(۲) بائع و مشتری دونوں کو آخری فیصلہ کا اختیار اس وقت تک باقی رہتا ہے جبتک وہ دونوں مجلس معاملہ سے اٹھ کر علٰحدہ علٰحدہ نہ ہوجائیں۔
(۳) اور بستی کے باہر سے لانے والے کا غلہ وغیرہ مقامی تاجر لے کر رکھ لے بعد میں مہنگا بیچے یہ صورت بھی جائز نہیں ہے۔

تشریح: زیر درس حدیث میں بیع و شراء سے متعلق جو احکام بیان ہوئے ہیں یہ سب حضور اقدس رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی امت پر رحمت و شفقت کا نتیجہ ہیں۔ پہلی حدیث میں معاملۂ بیع کو طرفین کی رضامندی کے ساتھ مشروط کر دیا کہ اگر معاملہ میں رضامندی نہ ہو تو بیع درست نہ ہوگی۔
دوسری حدیث میں فرمادیا کہ جبتک دونوں مجلس معاملہ سے اُٹھ کر چلے نہ جائیں دونوں کو اختیار رہتا ہے کہ معاملہ کو قطعی شکل دیدیں یا ختم کردیں۔

کیونکہ کبھی کبھی جلد بازی و بے شعوری میں کئے ہوئے فیصلہ پر آدمی کو اپنی غلطی محسوس ہو جاتی ہے اور وہ فیصلہ بدلنا چاہتا ہے۔ اگر ایسی صورت میں اسے یہ سہولت نہ ملیگی تو وہ پریشانی و نقصان میں مبتلا ہو جائے گا۔

تیسری حدیث میں اس صورت کی ممانعت کی گئی ہے کہ منڈی میں قرب و جوار کے دیہات سے غلہ و سبزی والے غلہ و سبزی لاتے ہیں اور واپسی کی جلدی میں کبھی کبھی اپنا سامان سستا ہی فروخت کر دیتے ہیں۔ ایسے موقعوں پر بعض دوکاندار اس سے یہ کہہ کر اس کا سامان اپنے پاس رکھ لیتے ہیں کہ تم ہمارے پاس رکھ دو، جب بازار میں غلہ نہ رہے گا تو ہم زیادہ دام میں بیچ دیں گے۔ اسے "بیع حاضر لبادی" کہا جاتا ہے۔ یہ صورت بھی ناجائز و حرام ہے۔ کیونکہ اس صورت میں مخلوق خدا کو نقصان پہنچانے کا راستہ نکالا گیا ہے۔ اسی طرح یہ صورت بھی جائز نہیں ہے کہ آدمی کسی چیز کو خریدنا نہ چاہتا ہو مگر اس کی قیمت بڑھانے کے لئے کوئی دام لگا دے کہ اب اس دام سے زیادہ دام پر بک جائے گی۔ اسے "بیع نجش" کہتے ہیں جو ناجائز ہے۔

مربی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور سابق عمل کرتے رہیں۔

۳۔ لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ بیع کی جو صورتیں حرام کی گئی ہیں یہ سب نبی کریم رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے امت پر رحمت و شفقت

کی وجہ سے منع فرمایا ہے جنکی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

(الف) "بیع السلعۃ قبل القبض" یعنی خریدے ہوئے مال پر اپنا قبضہ حاصل کرنے سے پہلے ہی اسے دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دینا، بازاروں میں یہ صورت بہت رائج ہے کہ مال کی بلٹی مال چھڑانے اور قبضہ کرنے سے پہلے ہی بیچ دیتے ہیں۔ ہمارے فقہائے احناف نے اسے ناجائز بتایا ہے۔ اور وجہ یہ بتائی ہے کہ اس صورت میں اندیشہ ہے کہ وہ مال بے دیکھا ہونے کی وجہ سے صحیح نہ نکلے اور فریقین کے نزاع کا سبب بن جائے چنانچہ احقر نے دیکھا ہے کہ ایک دوکاندار نے کہیں سے منگائی ہوئی عرق گلاب کی بلٹی بیچ دی، اور خریدار نے بوتل لاکر دکھائی کہ بوتل میں سادہ پانی بھرا ہوا تھا۔ اس لئے شریعت نے بیع و شراء کی ایسی تمام صورتوں کو ناجائز قرار دیا ہے جس میں تنازع و نزاع کا اندیشہ ہو۔

اسی طرح پھل آنے سے پہلے پھلوں کی خرید و فروخت، تالاب کی مچھلیوں کی خرید و فروخت وغیرہ اسی بنیاد پر ناجائز ہے۔

(ب) "بیع نجش" جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے وہ بھی حرام ہے۔

۴۔ اسی طرح جو چیزیں حرام ہیں، اُن کی خرید و فروخت بھی حرام ہے جیسے شراب، مردار کی کھال، مجسمہ، تصویر، نشہ آور چیزیں وغیرہ۔

تینتیسواں درس

۳ ذی الحجہ | قولُ اللہِ تعالیٰ عزّوجلّ | درس قرآن مجید

آیت شریفہ : وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝ (البقرۃ ۲۸۳)

ترجمہ آیت : اور اگر تم کہیں سفر میں ہو اور وہاں کوئی کاتب نہ پاؤ تو (اس کا حل یہ ہے کہ) رہن رکھنے کی جو چیزیں ہیں ان پر قبضہ دے دیا جائے۔ اور اگر دونوں فریق ایک دوسرے پر اعتبار کر لیں (تو جس شخص کا اعتبار کیا گیا ہے یعنی قرض دار) تو اسے چاہیئے کہ دوسرے (یعنی قرض خواہ) کا پورا پورا حق ادا کرے اور اللہ تعالےٰ سے جو کہ اس کا پروردگار ہے ڈرتا رہے۔ اور تم لوگ شہادت وگواہی کو چھپاؤ نہیں۔ کیونکہ جو شخص حقیقت واقعہ کی گواہی چھپاتا ہے اس کا دل ہی گنہگار ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ تمھارے کئے ہوئے کو خوب جانتے ہیں۔

تشریح : آج کی زیر درس آیت شریفہ میں اللہ تعالےٰ نے تجارتی معاملات کو لکھنے سے متعلق ایک صورت یہ بتائی ہے کہ اگر تجارتی معاملہ کے وقت تم سفر میں ہو جہاں لکھنے والا کاتب موجود نہ ہو یا لکھنے کے لئے کاغذ وقلم نہ ہو تو ایک دوسرے کو مطمئن رکھنے کی یہ صورت بھی ہو سکتی ہے کہ خریدنے والا قیمت کی جگہ

اپنی کوئی چیز رہن (گروی) رکھ دے۔ اور اگر دونوں ایک دوسرے سے مطمئن ہوں تو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن پھر قرضدار مال کی ادائیگی میں اللہ تعالےٰ سے ڈرتا رہے اور بروقت مال ادا کر دے۔

اور ایسے مواقع میں شہادت (گواہی) کی بھی ضرورت پڑ جایا کرتی ہے تو شہادت سے متعلق بھی یہ ہدایت دے دی کہ جو شخص کسی واقعہ یا معاملہ کا شاہد ہو وہ شہادت کو چھپائے نہیں۔ کیونکہ جس طرح جھوٹی گواہی دینا بہت بڑا گناہ ہے اسی طرح شہادت کو چھپانا بھی بڑا گناہ ہے۔ اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ ایسے آدمی کا دل ہی برا ہوتا ہے جو اس سے یہ گناہ کراتا ہے اور یہ بات جان رکھو کہ اللہ تعالےٰ تمھارے کئے ہوئے کاموں کو خوب جانتے ہیں۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور سابق عمل جاری رکھیں۔

۳۔ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اس زیر درس آیت سے رہن (گروی) رکھنے کا جائز ہونا معلوم ہوا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اجازت دے دی ہے کہ اگر معاملۂ تجارت سے متعلق لکھا پڑھی نہ ہو سکے (خواہ کاتب نہ ملے یا کاغذ و قلم نہ ہو) تو کوئی چیز رہن رکھ کر بیچنے والے کو مطمئن کر دیا جائے اور پھر جب سودے کی قیمت ادا ہو جائے تو گروی سامان واپس لے لیا جائے۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے

بھی ایک یہودی سے غلہ قرض لیا تھا اور اپنی زرہ مبارک اس کے پاس رہن رکھ دی تھی۔ اسی دوران آپ کی وفات ہو گئی تھی اور آپ کی زرہ مبارک تیس صاع جَو کے عوض میں رہن رکھی ہوئی تھی

۴۔ لوگوں کو یہ بھی معلوم رہنا چاہیئے کہ اگرچہ اس آیت میں رہن کی اجازت سفر میں بتائی گئی ہے مگر سفر شرط نہیں ہے۔ جب بھی ایسی ضرورت ہو جائے رہن رکھ سکتے ہیں، خواہ سفر میں ہو یا حضر واقامت کی حالت ہو، دونوں صورتوں میں رہن جائز ہے۔

۵۔ لوگوں کو یہ بھی بتادیں کہ اگر کوئی بکری یا گائے رہن رکھی گئی ہے یا کوئی سواری کا جانور رہن رکھا گیا ہے تو جس کے قبضہ میں بکری یا گائے ہو یا سواری کا جانور ہو وہ اس کا دودھ دوہ سکتا ہے اور اس پر سواری کر سکتا ہے۔ مگر شرط یہ بھی ہے کہ اس کے چارہ وغیرہ میں جتنے پیسے خرچ کئے ہیں دودھ کی مقدار اسی قیمت کی حد تک ہو۔ اسی طرح سواری کا کرایہ بھی خرچ کی ہوئی رقم سے زیادہ نہ ہو۔

چوتھا درس

۴ ذی الحجہ | قولُ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم | درس حدیث شریف

حدیث شریف: اَلظَّهْرُ يُرْكَبُ إِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا وَلَبَنُ الدَّرِّ يُشْرَبُ إِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا وَعَلَى الَّذِيْ يَرْكَبُ وَيَشْرَبُ نَفَقَتُهٗ۔

(صحیح ابن ماجہ)

ترجمۂ حدیث: جو جانور رہن رکھا گیا ہو اس پر سواری کی جائے گی اور دودھ والا جانور ہو تو اس کا دودھ پیا جائے گا۔ اور سواری کرنے والے، دودھ پینے والے پر (جتنا نفع اٹھایا ہے) اس کی قیمت ادا کرنی ہوگی۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جو جانور (گھوڑا، خچر، گدھ وغیرہ) رہن رکھا گیا ہے اگر وہ سواری کے لائق ہے تو اس پر سواری کی جاسکتی ہے (اور اس کے عوض اس کو چارہ دینا ہوگا) اور اگر رہن رکھا ہوا جانور دودھ دینے والا ہے (جیسے بکری، گائے، اونٹنی وغیرہ) تو اس کا دودھ پیا جاسکتا ہے، اس کی قیمت کے عوض اسے چارہ کھلائے۔

مزنّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ لوگوں کو معلوم رہے کہ رہن رکھا ہوا جانور جس کے پاس ہو، اگر وہ اس کی کسی زیادتی کی وجہ سے ہلاک ہو جائے تو اس کے ذمہ اس کی قیمت کی ادائیگی ہوگی۔ اور اگر وہ جانور خود ہی اپنی موت مر گیا ہے تو اس کے ذمہ قیمت نہ ہوگی۔

۴۔ لوگوں کو یہ بات بھی معلوم رہے کہ مرہون جانور کا جو دودھ پیا جائے یا اگر اس پر سواری کی جائے تو دودھ کی قیمت اور سواری کا کرایہ اس سے زائد نہ ہونا چاہیئے جتنا اس نے اس کے چارہ وغیرہ پر خرچ کیا ہو۔ اور اگر کسی شخص نے اپنا مکان یا باغ رہن رکھا ہو تو مکان کا کرایہ اور باغ کی پیداوار (پھل وغیرہ) مکان اور باغ کے مالک (راہن) ہی کو ملیگا مرتہن (جس کے پاس رہن رکھا گیا ہے اس) کو کچھ نہ ملیگا۔ لیکن اگر مرتہن نے اس پر کچھ رقم لگائی ہے تو وہ اسی مقدار میں وصول کر سکتا ہے۔

۵۔ یہ مسئلہ بھی معلوم رہے کہ اگر راہن (رہن رکھنے والے) اور مرتہن (جس کے پاس رہن رکھا گیا ہے) میں کسی معاملہ پر اختلاف ہو جائے تو مدعی پر دعوی کا ثبوت ضروری ہے، منکر پر قسم آتی ہے۔ اسی اصول کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔

پانچواں ۵ درس

۵ ذی الحجہ	قول اللہ تعالیٰ عزوجل	درس قرآن مجید

آیت شریفہ : وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝ (النساء ۱۲۸)

ترجمہ آیت : اور اگر کوئی بی بی اپنے شوہر کی بدمزاجی یا بے پروائی کا زیادہ خطرہ محسوس کرے تو ان دونوں میں کوئی گناہ اور تنگی نہیں ہے کہ وہ باہم (کسی خاص صورت پر) صلح کرلیں۔ اور صلح کرلینا ہی بہتر ہے۔ حالانکہ صورتحال یہ ہے کہ انسانی طبیعتیں حرص کی زیادہ خوگر ہوتی ہیں۔ اور اگر تم اچھا برتاؤ کرتے رہو اور احتیاط کرتے رہو، اللہ سے ڈرتے رہو تو اللہ تعالیٰ تمھارے کاموں کی خبر تو رکھتے ہی ہیں۔

تشریح : آج کی زیر درس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کوئی عورت یہ خطرہ محسوس کرے کہ اس کا شوہر کچھ احساس برتری رکھتا ہے جس کی وجہ سے وہ اس کی طرف زیادہ التفات نہیں رکھتا، تو اس صورت میں وہ شوہر سے کچھ کم درجہ پر راضی ہوکر صلح کرسکتی ہے۔ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلا نکاح تو ام المومنین

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے کیا تھا جو تقریباً پچیس سال تک شریک حیات رہیں۔ ان کے انتقال کے بعد آپ نے دوسرا عقد ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے کیا۔ شادی کے وقت انکی عمر پچاس سال تھی۔ اسی سال آپ نے تیسرا عقد امُّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے کیا۔ حضرت سودہؓ سن رسیدہ تھیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ نوعمر اور کنواری تھیں، اسوجہ سے حضرت سودہ رضؓ کو یہ خطرہ ہوا کہ کہیں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم انھیں طلاق نہ دیدیں اور وہ صحبت نبوی چھوڑنا نہ چاہتی تھیں۔ تو انھوں نے اپنے آپ کو اس صورت کے لئے تیار کرلیا کہ آپ انھیں اپنے نکاح میں اور اپنے گھر ہی میں رکھیں، اس طور پر کہ ان کی باری کی شب آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے ساتھ رہیں آپ نے یہ صورت منظور فرمالی اور انھیں طلاق نہیں دی، اپنے گھر ہی میں رکھا۔

مُربّی کیلئے ہدایات

ا و ۲۔ حسب دستور سابق عمل جاری رکھیں۔

۳۔ زیر درس آیت شریفہ سے صلح جوئی اور صلح کوشی کا ثبوت فراہم ہوتا ہے خواہ یہ صلح زوجین ہی کے درمیان ہو رہی ہو۔

۴۔ یہ بات بھی ہمارے علم میں رہنی چاہیئے کہ نشوز (احساس برتری پر مبنی

بے التفاقی وبے پروائی) مرد وعورت (میاں بیوی) دونوں ہی میں ہوتا ہے۔ جیساکہ عورتوں سے متعلق آیا ہے۔ "وَاللّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا" (اور وہ عورتیں جن کی طرف سے تم کو نشوز وبے پروائی کا اندیشہ تو ہی ہو تو پہلے انھیں نصیحت کرو (سمجھاؤ بجھاؤ) اور پھر سونے کا بستر الگ کرلو (اس سے بھی کام نہ چلے تو) کچھ تھوڑی سی پٹائی بھی کرسکتے ہو۔ پھر اگر وہ فرماں بردار ہو جائیں تو اب ان کے خلاف کچھ بھی نہ کرو۔)

۵۔ یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لیں کہ مرد وعورت دونوں ہی پر ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک واجب ہے۔ دونوں ہی اللہ کے بندے اور بندی ہیں۔ کسی کے لئے بھی دوسرے کو ستانا اور تکلیف دینا جائز نہیں ہے، بلکہ حرام ہے اور اس سے پرہیز واجب ہے۔

چھٹا درس

۶ ذی الحجہ	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ	درس حدیث شریف

حدیث شریف: اَلصُّلْحُ بَیْنَ الْمُسْلِمِیْنَ جَائِزٌ اِلَّا صُلْحًا حَرَّمَ حَلَالًا اَوْ اَحَلَّ حَرَامًا۔ (رواہ الترمذی وصححہ)

ترجمۂ حدیث: مسلمانوں کے مابین ہر صلح جائز ہے۔ مگر ایسی کوئی صلح جائز نہیں جس کے ذریعہ کسی حلال چیز کو حرام کیا گیا ہو یا کسی حرام چیز کو حلال کیا گیا ہو۔

تشریح: صلح کی حقیقت یہ ہے کہ جس معاملہ میں فی الحال کوئی اختلاف و نزاع واقع ہو چکا ہو یا آئندہ اس کا سخت اندیشہ ہو تو اس فساد اور بگاڑ کی اصلاح کے لئے جو صورت اختیار کی جائے اسے صلح کہتے ہیں۔ یہ صلح عام طور پر تو جائز و مشروع ہی ہو گی، لیکن کبھی کبھی یہ اس سے بڑھ کر واجب و ضروری بھی ہو سکتی ہے اور کبھی کبھی اس کی ممانعت و حرمت بھی ہو جاتی ہے۔ زیر درس حدیث میں مختصر و اجمالی طور پر یہی بات بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت مصنف شیخ جزائری لکھتے ہیں کہ یہ صلح (بگاڑ کی اصلاح) کبھی تو صرف جائز ہی ہوتی ہے اور کبھی اس میں فضیلت و اجر کا پہلو بھی آجاتا ہے۔ جیسے میاں بیوی کے مابین نزاع و اختلاف ہو جائے یا دو آدمیوں میں نزاع ہو جائے، ایسے اختلافات دور کر کے ان میں صلح کرا دینا موجب اجر و ثواب بھی ہے۔ اور کبھی یہ صلح ضروری و واجب بھی ہو جاتی ہے۔ جیسے خلیفۂ وقت کے خلاف کوئی جماعت یا گروہ باغی ہو کر آمادۂ فساد ہو جائے تو اس اختلاف و نزاع کی اصلاح اور صلح کی کوشش واجب و ضروری ہے

کہ ناحق طور پر خون مسلم نہ بہنے پائے۔

شیخ جزائری نے جماعتِ مسلمین اور کافرین کے نزاعات ختم کر کے صلح کرانے کا بھی اس موقع پر ذکر کیا ہے۔ لیکن یہ کام صرف اہل علم واہل دین ہی کر سکتے ہیں۔ دین سے ناواقف اہل سیاست اور دانشوروں کو اس کے فیصلہ کا حق نہیں دیا جا سکتا کیونکہ حدیث زیر درس میں ایسی صلح کو حرام بھی بتایا گیا ہے جس کے ذریعہ کوئی جائز بات حرام کی جارہی ہو یا ناجائز بات کو جائز وحلال کیا جارہا ہو۔ اس کا لحاظ صرف اہل علم ودین ہی رکھ سکتے ہیں، انہی کو یہ حق دیا جائے گا۔

ایک مثال ملاحظہ ہو:

شہر آگرہ میں مدر ٹریسا کی طرف سے ایک اسپتال کی بنیاد رکھی جارہی تھی بنیاد کی تقریب میں شرکت کی دعوت دینے احقر کے پاس ایک سردار جی اور مجوسیوں کے مذہبی رہنما آئے۔ احقر نے محتاط طور پر شرکت کا وعدہ کر لیا اور کہہ دیا کہ مجھے کہیں اور بھی جانا ہے، پوری تقریب میں شرکت مشکل ہوگی صرف حاضری دیدوں گا ان لوگوں نے کہا کہ اپنے ساتھ قرآن مجید کا کوئی چھوٹے سائز کا ایک نسخہ بھی لیتے آئیے گا۔ میں نے پوچھا وہ کس لئے؟ کہنے لگے، ہم لوگوں نے قومی یک جہتی کے فروغ کے لئے یہ منصوبہ رکھا ہے کہ ایک کیپسول میں جملہ مذاہب کی مذہبی کتابیں رکھ کر بنیاد میں دفن کر دیں گے۔ میں نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا کہ آپ لوگ اپنی مذہبی کتابوں کو شوق سے دفن کر دیں۔ قرآن مجید عمل کیلئے دنیا میں آیا ہے، دفن کرنے کیلئے نہیں آیا ہے۔ یہ سن کر وہ بے چارے کچھ نہ کہہ سکے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ لوگوں کو یہ مسئلہ اچھی طرح ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ ایسی صلح جس کے پورا کرنے میں کسی امر حرام کو جائز ٹھہرانا پڑے یا کسی امر جائز و حلال کو ممنوع و حرام قرار دینا پڑے، اسے صلح اور اصلاح سمجھنا اور کہنا ہی غلط ہے۔ وہ باطل اور ناقابل عمل ہے۔

۴و۵۔ صلح کی یہ دو صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک صلح اقرار پر ہو جیسے کوئی شخص کسی دوسرے پر اپنے کسی قسم کے حق کا دعویٰ کرے اور مدعا علیہ اس کا اقرار بھی کرلے۔ اس کے بعد مدعی اسے کوئی چیز اس وجہ سے دیدے کہ اس نے اس کے حق کا اقرار کر کے معاملہ کو نزاعی نہیں بنایا۔

اور صلح کی ایک صورت انکاری ہوتی ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ زید نے بکر پر اپنے کسی حق کا دعوےٰ کیا۔ بکر نے خاموشی اختیار کرلی نہ اقرار کیا نہ انکار کیا، جس کی وجہ سے نزاع آگے بھی بڑھ سکتا ہے، تو زید نے بکر کو صلح کے لئے کوئی چیز دیدی کہ تمھارا بہت بہت شکریہ کہ تم نے میرے حق کا انکار تو نہیں کیا، جس کی وجہ سے مجھے امید ہوگئی ہے کہ فیصلہ میرے حق ہی میں ہو جائے گا۔

ساتواں درس

آیات شریفہ: (۱) یٰاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ ۝ (القصص ۲۶)

(۲) قولہ تعالیٰ: لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَیْهِ اَجْرًا ۝

(الکہف ۷۷)

ترجمہ آیات: (۱) اے میرے اباجان! اسے مزدوری پر رکھ لیں۔ کیونکہ ایسے مزدوروں میں بہت بہتر وہی ہوتا ہے جو قوی اور امین (امانت دار) ہو (اور یہ شخص انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوگا۔)

(۲) اگر آپ چاہتے تو (دیوار درست کرنے کی) اُجرت لے لیتے۔

تشریح: پہلی آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طویل قصہ کا وہ حصہ بیان کیا گیا ہے جب وہ فرعون کے خوف سے مصر چھوڑ کر مدین پہنچے تھے اور وہاں پر حضرت شعیب علیہ السلام کی دونوں صاحبزادیاں اپنی بکریوں کو کنویں پر پانی پلانے کیلئے بھیڑ کم ہونے کا انتظار کر رہی تھیں، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کی بکریوں کو پانی پلا دیا تھا اور وہ دونوں گھر چلی گئی تھیں اور گھر پہنچ کر اپنے والد بزرگوار حضرت شعیب علیہ السلام کو بتایا کہ ایک اجنبی مسافر نے ہماری بکریوں کو پانی پلا دیا اس لئے ہم لوگ جلدی گھر آگئے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان میں سے ایک لڑکی کو بھیجا کہ جا کر اس اجنبی مسافر کو بلا لاؤ کہ اسے کچھ اجرت وغیرہ دیدی جائے

وہ آئی اور والد کا یہ پیغام پہنچایا کہ آپ کو ہمارے ابا جان بلا رہے ہیں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے گھر پہنچے اور اپنے حالات حضرت شعیب علیہ السلام کو سنائے جسے وہ لڑکیاں بھی سن رہی تھیں تو اسی لڑکی نے جو آپ کو بلانے گئی تھی باپ کو مشورہ دیا کہ آپ انھیں اُجرت پر رکھ لیں، یہ قوی اور امین معلوم ہوتے ہیں۔ اور اُجرت پر رکھنے کے لئے ایسا ہی آدمی بہتر معلوم ہوتا ہے۔

اس موقع پر کسی کے دل میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ ان صاحبزادی کو ذرا دیر میں (جبکہ وہ انھیں گھر لا رہی تھیں) یہ کیسے اندازہ ہو گیا کہ یہ شخص امین بھی ہے۔ قوی ہونا تو پانی پلانے سے ظاہر ہو گیا تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ صاحبزادی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امانت داری کا اندازہ اسی راستہ ہی میں ہو گیا تھا کہ انھوں نے دیکھ لیا تھا کہ راستہ بھر حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحبزادی کی پرچھائیں ہی کو دیکھ کر چل رہے تھے کہ اجنبی لڑکی پر نظر نہ پڑ جائے۔ اسی بات کو صاحبزادی نے ان کی عفت و امانت کا نتیجہ سمجھ لیا تھا۔

دوسری آیت میں حضرت موسیٰ و حضرت خضر علیہما السلام کے قصہ کا بیان ہوا ہے، جب دونوں ایک بستی سے گزرے اور بستی والوں سے کھانے کی فرمائش کی، مگر انھوں نے کھانا نہیں کھلایا۔ اسی بستی میں ایک مکان کی دیوار گرنے کے قریب تھی جسے حضرت خضر علیہ السلام نے گرا کر دوبارہ بنا دیا تھا، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اگر آپ چاہتے تو اس محنت کی اُجرت لے لیتے، اس سے کھانا خرید لیا جاتا۔ (سورۂ کہف)

دونوں ہی آیتوں سے اجرت پر کام کرنے اور کام لینے کا جائز ہونا معلوم ہوتا ہے۔ ان دونوں آیتوں کو یہاں اس لئے ذکر کیا گیا ہے

کہ شریعت میں اُجرت و مزدوری پر کام لینا اور کام کرنا دونوں ہی جائز ہیں۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱ و ۲۔ حسب دستور عمل کریں۔

۳۔ قرآن مجید میں آئے ہوئے یہ پرانے اور اجنبی مقامات سے متعلق قصے اس بات کا ثبوت ہیں کہ قرآن مجید اللہ تعالٰی کا کلام ہے جس کے ذریعہ یہ واقعات آپ کے علم میں آئے اور آج تک کسی نے بھی انکار کی ہمت نہ کی۔

۴۔ دونوں آیتوں سے استیجار (اُجرت پر کام لینے اور کام کرنے) کا جواز ثابت ہوتا ہے کہ دونوں باتیں درست اور مشروع بھی ہیں اور پیغمبروں کے زیرِ عمل رہی ہیں۔ اسے ذلیل سمجھنا جھوٹی نمائشی عزت کا نتیجہ ہے۔ فَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ۔ (اللہ تعالٰی ہی کے لئے اصلی عزت ہے اور اس کے رسول کیلئے اور ایمان والوں کے لئے بھی عزت ہے۔)

آٹھواں درس

۸ ذی الحجہ | قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم | درس حدیث شریف

حدیث قدسی شریف: قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ ثَلٰثَۃٌ اَنَا خَصْمُھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ رَجُلٌ اُعْطِیَ بِیْ ثُمَّ غَدَرَ وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَاَکَلَ ثَمَنَہٗ وَرَجُلٌ اِسْتَاجَرَ اَجِیْرًا فَاسْتَوْفیٰ مِنْہُ وَلَمْ یُؤْفِہٖ اَجْرَہٗ۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حدیث قدسی کے طور پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نقل فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگوں کا فریق قیامت کے دن میں بنوں گا۔ ایک اس شخص کا جسے میری ہی وجہ سے دیا گیا پھر اس نے غداری کی اور میری نافرمانی کی۔ دوسرے وہ شخص جس نے کسی آزاد آدمی کو اپنا غلام بنا کر فروخت کر دیا اور اس کی قیمت جو حرام تھی خود ہی کھا گیا۔ تیسرے وہ شخص جس نے کسی مزدور کو مزدوری پر رکھا پھر اس سے پورا کام لیا، لیکن اسکی مزدوری پوری ادا نہیں کی۔

تشریح: یہ حدیث قدسی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ اس قسم کے تین آدمیوں کے خلاف اللہ تعالیٰ فریق بنیں گے۔ اب ذرا سوچئے کہ جس جس کے خلاف اللہ تعالیٰ بذات خود مدعی ہو جائیں گے تو وہ کیسے اس مقدمہ سے بری ہو سکے گا اور کیسے کوئی جوابدہی کر کے اللہ تعالیٰ کی گرفت سے چھٹکارا پا سکے گا۔

ایک تو وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کو اپنا معبود و حاکم ماننے کا عہد و پیمان

کیا اور اسی وجہ سے اللہ تعالےٰ کی مہربانیوں سے نوازا گیا، پھر اس نے سارے عہد وپیمان بھلا دیئے اور نافرمانیوں پر کمربستہ ہوگیا۔ (۲) وہ شخص جس نے فریب اور دھوکہ دہی کر کے کسی آزاد مسلمان کو اپنا غلام بنا کر فروخت کر دیا اور اس کے عوض جو قیمت ملی اسے کھا گیا حالانکہ وہ حرام کی کمائی تھی۔ (۳) تیسرے وہ شخص جس نے مزدور سے پورا کام لیا لیکن مزدوری پوری نہیں دی یا بالکل ہی نہیں دی۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ اس قسم کے تینوں ہی گروہ کے لوگوں کا گناہ کیسا بڑا گناہ ہے جس میں خود اللہ تعالیٰ ان کے خلاف فریق ہوں گے۔

۴۔ زیر درس حدیث میں اُعْطِیَ بِیْ (میری وجہ سے اسے مال و دولت دی گئی) کہا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ بہت سے اہل تجارت اللہ تعالےٰ کی جھوٹی قسمیں کھا کھا کر تجارت کرتے اور دولت حاصل کرتے ہیں اور پھر ان جھوٹی قسموں کی کوئی پرواہ نہیں کرتے اللہ تعالےٰ کی نافرمانیاں کرتے ہیں۔ اس طرح ایسے لوگوں کی جھوٹی قسموں کی مذمت بھی یہاں مقصود ہے۔ لوگوں کو جھوٹی قسموں کے گناہ سے بھی ڈرانے اور اس سے پرہیز کی تاکید کرنے کی ضرورت ہے۔

۵۔ لوگوں کو غدر (عہد شکنی) اور خیانت کے گناہ سے بھی آگاہ کیجئے۔

۶۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی یہ حدیث لوگوں کو بتائی جائے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ مزدور کی مزدوری پسینہ خشک ہونے سے پہلے ہی دے دیا کرو۔

نواں درس

۹ ذی الحجہ	قولُ اللّٰہِ تعالیٰ عزّوجلّ	درس قرآن مجید

آیات شریفہ: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَیْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِیْنَ الْوَصِیَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَیْرِكُمْ (المائدة ۱۰۶)

وقولہٗ تعالیٰ: مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُّوْصٰى بِهَاۤ اَوْ دَیْنٍ (النساء ۱۲)

ترجمہ آیات: (۱) اے ایمان والو! تمھارے آپس میں دو شخصوں کا وصی ہونا مناسب ہے جب تم میں سے کسی کو موت آنے لگے جب وصیت کا وقت ہو وہ دو شخص ایسے ہوں کہ دیندار ہوں تم میں سے یا غیر قوم کے (غیر مسلم) ہوں۔

(۲) (یہ تقسیم) وصیت نکالنے کے بعد ہوگی جس کی وصیت کر دی جائے یا قرض (ادا کرنے) کے بعد ہوگی۔

تشریح: یہ آیت سورہ مائدہ کی ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو حکم دے رہے ہیں کہ مرنے کے وقت جب عام طور پر وصیت کی جاتی ہے تو اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس وصیت پر دو دیندار مسلمانوں کی گواہی بھی کرالیں۔ اور اگر سفر وغیرہ کی صورت میں دیندار مسلمان گواہ میسر نہ ہوں تو غیر مسلم کی گواہی بھی لے سکتے ہیں۔ گواہی مستحب ہے اور وصیت ضروری ہے۔ اگر میت مقروض ہو تو ضروری ہے کہ میراث کی تقسیم سے پہلے اس کا قرض ادا کر دیا جائے

اس کے بعد وصیت کو نافذ کیا جائے۔ وصیت صرف تہائی یا اس سے کم میں نافذ ہوگی۔

مربی کیلئے ہدایات

۱ و ۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ جملہ اہل ایمان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ مرنے سے پہلے ہی وصیت لکھ دے کہ اس کے ذمہ دوسروں کے کیا مطالبات ہیں اور دوسروں کے ذمہ اس کے مطالبات کیا ہیں؟

۴۔ لوگوں کو یہ بھی معلوم رہے کہ وصیت نامہ پر دوسرے لوگوں کو گواہ بنا لینا مستحب ہے۔

۵۔ یہ بات بھی معلوم رہے کہ یہ گواہ دیندار معتبر مسلمان ہونے چاہئیں۔ لیکن اگر سفر میں ہو اور ایسے گواہ میسر نہ ہوں تو غیر عادل بلکہ غیر مسلم کو بھی گواہ بنایا جاسکتا ہے۔

۶۔ پڑھنے والوں اور سننے والوں کو اللہ تعالےٰ کی اس مہربانی و رحمت پر اس کا شکر ادا کرنا چاہیئے جس نے زندگی کے ہر موقع کے لئے ہدایات دیکر دین اسلام کو جامع ہدایات مذہب بنادیا۔

دسواں درس

۱۰ ذی الحجہ	قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	درس حدیث شریف

حدیث شریف: مَاحَقُّ امْرِءٍ مُسْلِمٍ لَهُ شَيْءٌ يُوصِي فِيهِ يَبِيتُ لَيْلَتَيْنِ إِلَّا وَوَصِيَّتُهُ مَكْتُوبَةٌ عِنْدَهُ (متفق علیہ)

ترجمہ حدیث: کسی مسلمان کے لئے یہ بات درست نہیں ہے کہ اس کی کوئی چیز (دوسرے کے پاس) ہو، یا دوسرے کا کوئی مطالبہ اس پر ہو، کہ وہ ایسی دو راتیں اس حال میں گزار دے کہ وہ وصیت اس کے پاس تحریری شکل میں موجود نہ ہو۔

تشریح: زیر درس حدیث میں جس وصیت کا موت سے پہلے لکھا جانا ضروری بتایا گیا ہے یہ دو طرح کی ہو سکتی ہے۔ ایک تو یہ کہ اس کے ذمہ دوسروں کے کچھ مطالبات کی ادائیگی باقی ہو، یا دوسروں سے اپنے مطالبات کی وصولی باقی ہو، ان دونوں صورتوں میں اس کی وصیت تحریر میں آجانی چاہئے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے کسی عزیز یا دوست یا مسجد و مدرسہ کیلئے وصیت کرنا چاہتا ہے تو اس قسم کی وصیت سے متعلق یہ دو مسئلے معلوم رہیں کہ جس وارث کو مرنے والے کی میراث میں سے حصہ ملتا ہو اس کے حق میں وصیت جائز ہی نہیں ہے، اس پر عمل نہ کیا جائے گا۔

دوسری بات یہ بھی معلوم رہے کہ کوئی بھی وصیت ترکہ کے تہائی سے زائد نہیں دی جائے گی۔ صرف تہائی ترکہ میں سے جتنی وصیت پوری ہو سکے گی

وہی پوری کی جائے گی۔ ہاں میت کے ذمہ جو قرض ہو وہ سب سے پہلے ہی ادا کیا جانا چاہیئے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور عمل کریں۔

۳و۴۔ اوپر لکھا جا چکا ہے کہ وصیت تہائی ترکے کے اندر ہی اندر پوری کی جائیگی اور یہ کہ وارث کے حق میں وصیت نہیں کی جا سکتی۔

۵۔ لوگوں کو حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا وہ ارشاد معلوم ہونا چاہیئے جو آپ نے اس سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ "کون سا صدقہ افضل ہے"؟ آپ نے فرمایا کہ صدقہ صحت و تندرستی کی حالت میں ہونا چاہیئے جب تم کو مال کی ضرورت پڑ سکتی ہو اور فقیری کا اندیشہ بھی رکھتے ہو۔ صحت و تندرستی کی حالت میں صدقہ کو ٹالو نہیں، کہ جب دم نکلنے لگے تو اعلان کرنے لگو کہ میرے مال میں سے اتنا فلاں کو دیا جائے، اتنا فلاں کو دیا جائے۔

۶۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا وہ ارشاد بھی لوگوں کو معلوم رہے جو آپ نے حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ سے سوال پر ان سے فرمایا تھا کہ تم اپنے ورثار کو مالدار چھوڑ کر مرو، یہ صورت اس صورت سے بہتر ہے کہ مال خیرات کر جاؤ اور ورثاء بعد میں لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔ تم اپنے بال بچوں پر جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو اللہ تعالےٰ کے یہاں اس پر بھی صدقہ کا ثواب ملے گا، یہاں تک کہ اپنی بیوی کو ایک لقمہ بھی کھلاؤ، تو وہ بھی صدقہ کا ثواب رکھتا ہے۔

گیارہواں درس

۱۱ ذی الحجہ	قولُ اللهِ تعالیٰ عزّوجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۚ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۖ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ ۚ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ؕ (النساء ۱۱)

ترجمہ آیت: اللہ تعالیٰ تم کو تمہاری اولاد (وغیرہ) کے بارے میں وصیت فرماتے ہیں کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں (کے حصہ) کے برابر ہے۔ اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں دو سے زیادہ، تو ان لڑکیوں کو ترکہ کا دو تہائی (دو) اور اگر ایک ہی لڑکی ہو (کوئی لڑکا ہو ہی نہیں) تو اسے میت (باپ) کے ترکہ کا آدھا حصہ دیا جائے۔ اور میت کے ماں باپ کے لئے (دونوں میں سے ہر ایک کیلئے) ترکہ کا چھٹا حصہ ⅙ دیا جائے۔ یہ حصہ اس صورت میں ہے کہ میت صاحب اولاد ہو۔ اور اگر میت کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کے والدین وارث ہو رہے ہوں تو اس صورت میں میت کی ماں کا حصہ ترکہ کا ⅓ (ایک تہائی) ہے۔ اور اگر میت کے کچھ بھائی موجود ہوں تو

ماں کو ترکہ کا ⅙ (چھٹا حصہ) دیا جائے (اور باقی یعنی ⅚) باپ کو دیا جائے۔ مگر یہ تقسیم میت کی وصیت پوری کرنے کے بعد (جو صرف ⅓ ترکہ ہی سے ہو سکتی ہے) اور اس کا قرض ادا کرنے کے بعد ہی کی جائیگی۔
(کوئی بات قابل تشریح نہیں ہے ترجمہ میں سب لکھ دیا گیا ہے)

مُربّی کیلئے ہدایات

۱ اور ۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ جناب مربی اور جملہ سامعین و ناظرین کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے مقرر کردہ میراث کی یہ تقسیم ہر طرح سے مکمل عدل و انصاف پر مبنی تقسیم ہے۔ اس میں کسی صورت میں بھی کسی وارث کی حق تلفی و زیادتی نہیں ہوئی ہے۔ اگر کسی کی عقل میں کہیں کوئی حق تلفی محسوس ہو تو وہ اس کی عقل کا فتور ہے جس کا علاج بھی صرف اللہ تعالےٰ ہی فرماسکتے ہیں (بریلی و آگرہ کے دماغی شفاخانوں میں اس کا علاج نہیں ہوسکتا) اس تقسیم کے بعض نکتے اگلے نمبر میں بتائے جارہے ہیں غور سے پڑھ لیں۔

۴۔ اس تقسیم میں لڑکے کو لڑکی کا دوہرا حصہ دیا گیا ہے۔ کیونکہ لڑکے کی شادی کے بعد اس کی بیوی بچوں کا خرچ بڑھ جائے گا، اور لڑکی کی شادی کے بعد شوہر کی کمائی کی وجہ سے اس کی ضرورتمند نہ رہے گی۔

۵۔ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ بیوی جب وفات پا جائے اور اسکی کوئی اولاد نہ ہو، تو اس کے شوہر کو ترکہ کا نصف دیا جائیگا۔ اور اگر بیوی کی اولاد ہو تو شوہر کا حصہ کم کرکے ¼ (چوتھائی) مقرر کر دیا گیا ہے۔

۶۔ یہ بات بھی معلوم رہے کہ اگر شوہر کی وفات ہو اور وہ لاولد رہا ہو تو اسکی بیوی کو ¼ دیا جائے گا۔ اور اگر اولاد موجود ہو تو اولاد کی وجہ سے بیوی کا حصہ کم کرکے ⅛ (آٹھواں حصہ) مقرر کیا گیا ہے۔

۷۔ یہ مسئلہ بھی بتا دیا جائے کہ اگر کوئی شخص وفات پا جائے اور ورثاء میں نہ تو اسکی اولاد ہو نہ اس کا باپ ہو، لیکن ماں شریک بھائی یا بہن موجود ہو تو ان میں سے ہر ایک کو (جو بھی موجود ہو) ترکہ کا ⅙ (چھٹا حصہ) ملے گا۔ اور اگر یہ بھائی بہن دو سے زیادہ ہوں تو ترکہ کے ⅓ (تہائی حصہ) میں سب کو شریک کیا جائے گا اور ایک تہائی ان میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

۸۔ یہ مسئلہ بھی بتا دیں کہ کوئی غیر مسلم مسلمان کا وارث نہیں ہوتا اور نہ کوئی مسلمان کسی غیر مسلم کا وارث ہوتا ہے۔ میراث میں دونوں کا مذہبی اتحاد ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح جو شخص اپنے مورث کو (جس کی میراث کا وہ وارث ہوتا) قتل کر دے تو وہ اسکی میراث سے محروم رہے گا۔

۹۔ افتاء کی خدمت کے دوران لوگوں کی یہ غلطی بھی سامنے آئی کہ تقسیم میراث کے وقت بعض آدمی لڑکیوں کو دیئے ہوئے زیورات وجہیز کو میراث مان کر میراث کا حصہ نہیں دیتے، جو بالکل غلط اور قابل ترک ہے۔ میراث کے احکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں انھیں ہمارے معاشرتی قاعدوں سے منسوخ نہیں کیا جا سکتا۔

بارہواں درس

۱۲ ذی الحجہ	قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	درس حدیث شریف

احادیث شریفہ: (۱) اَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِاَهْلِهَا فَمَا بَقِيَ فَلِاَوْلٰى رَجُلٍ ذَكَرٍ (متفق علیہ)

(۲) وَقَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَعْطٰى كُلَّ ذِيْ حَقٍّ حَقَّهٗ فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ (صحیح ابن ماجہ)

ترجمہ احادیث: بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایت میں ہے۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ میراث کے مقررہ حصے حقداروں تک سب سے پہلے پہنچاؤ (یعنی تقسیم میراث کے وقت پہلے ان لوگوں کی میراث نکالی جائے جن کے حصے گزشتہ درس ۱۱ میں بیان کئے گئے ہیں۔ (قرآن مجید میں جن وارثوں کے حصے مقرر و متعین کر دیئے گئے ہیں انھیں ذوی الفروض کہا جاتا ہے، اور جنھیں تقسیم کے بعد بچا ہوا ملتا ہے جس کی کوئی مقدار متعین نہیں ہے وہ عصبہ کہلاتے ہیں)

(۲) دوسری حدیث کا ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے میراث کے ہر مستحق کا حصہ بتا دیا ہے (اپنی طرف سے دیدیا ہے) لہٰذا اب کسی وارث کو میراث کے حصہ سے زیادہ دینے کیلئے وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔ اور ایسی وصیت پر عملدرامد نہ کیا جائے گا۔

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس حدیث میں تقسیم میراث کی ترتیب بتا رہے ہیں کہ پہلے ذوی الفروض کا حصہ نکال دیا جائے (مگر اس سے پہلے

میت کے ذمہ کا قرض اور اس کی وصیت ادا ہونی چاہیئے۔)

تقسیم میراث کی مثال:

زید کا انتقال ہو گیا جس نے اپنے پیچھے مندرجہ ذیل وارث چھوڑے

(۱) بیوی (۲) ماں (۳) باپ

تو پہلے بیوی کو چوتھائی ترکہ دیا جائے گا (کیونکہ اولاد نہ ہونے پر چوتھائی ملتا ہے) اس کے بعد ترکہ کا ثلث (تہائی) ماں کو دیا جائے گا اور مابقی باپ کو ملے گا۔ نقشہ اس طرح بنے گا:۔

مسئلہ ۴

زوجہ	ماں	باپ
۱	۱	۲

المیت زید

مربی کیلئے ہدایات

اور ۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ سب کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ دادا اور دادی (ہر دو کا مقررہ حصہ چھٹا حصہ ہے) اگر کوئی شخص مر جائے اور اپنے پیچھے اولاد بھی چھوڑے اور باپ دادا دونوں ہی موجود ہوں تو باپ کو چھٹواں حصہ ملیگا اور باقی اولاد میں تقسیم ہوگا۔ اور اگر باپ نہ ہو تو دادا کو چھٹواں حصہ ملیگا اور بقیہ اولاد میں تقسیم ہوگا۔

۴۔ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ میت کے قرض کی ادائیگی اور

ثلث مال کی وصیت پر عمل میراث کی تقسیم سے پہلے ہونی چاہئے۔ اسکے بعد میراث تقسیم کی جائے۔

۵۔ لوگوں کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ مرنے کے وقت ایک تہائی سے زیادہ مال کی وصیت جائز نہیں ہے۔ اسی طرح کسی وارث کیلئے بھی وصیت جائز نہیں ہے کہ ان دونوں ہی صورتوں میں دوسرے وارثوں کو نقصان پہنچے گا، جسکی ممانعت کی گئی ہے۔

اسی وجہ سے یہ بھی جائز نہیں بلکہ حرام ہے کہ مرتے وقت جھوٹ موٹ کسی کے قرض کا اقرار کرلے حالانکہ اس کا قرض نہ ہو اور مقصد صرف یہ ہو کہ اس جھوٹے اقرار کے ذریعہ وارثوں کو ان کے حصہ سے محروم کردے۔ یہ نقصان دہ اقدام ہے جو حرام ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے وصیت اور قرض کی ادائیگی کی بات کے ساتھ "غَیْرَ مُضَارٍّ" (بغیر کسی کو ضرر پہنچائے ہوئے) بھی فرمایا ہے۔

تیرھواں درس

۱۳ ذی الحجہ	قول اللہ تعالیٰ عزّ وجلّ	درس قرآن مجید

آیات شریفہ : وَهَلْ اَتَاكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ۝ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ۝ (ص ۲۱، ۲۲)

ترجمہ آیات : اور بھلا آپ کو ان مقدمہ والے فریقین کی خبر بھی پہنچی ہے جبکہ وہ لوگ داوُد (کے عبادت خانہ کی دیوار پھاند کر داوُد) کے پاس آگئے تھے۔ ان کے اس طرح آنے سے وہ (داوُد علیہ السلام) کچھ گھبرا سے گئے تھے، تو وہ بولے کہ آپ ڈریں نہیں، ہم دونوں فریق مقدمہ ہیں، ایک نے دوسرے پر کچھ زیادتی کی ہے، تو آپ ہمارے درمیان انصاف سے فیصلہ کر دیں، بے انصافی بالکل نہ کریں۔ اور ہمیں انصاف پر مبنی فیصلہ کی سیدھی راہ لگا دیجئے۔

تشریح : آیت میں دونوں مقدمہ والوں کا جو قصہ بیان کیا گیا ہے حضرت شیخ جزائری نے اس کی تفصیل اس طرح لکھی ہے کہ یہ دو بھائی تھے۔ ایک کے پاس ننانوے بھیڑیں تھیں اور دوسرے کے پاس صرف ایک بھیڑ تھی۔ ننانوے بھیڑ والے نے دوسرے بھائی کی ایک بھیڑ پر بھی اپنا دعویٰ کر دیا کہ یہ بھی میری ہے۔ لیکن قرآن مجید کے سیاق و سباق سے مقدمہ کی یہ نوعیت نہیں ظاہر ہوتی۔ قصہ کا سیاق بتاتا ہے کہ دوسرے بھائی نے اس ایک بھیڑ کا دعویٰ

نہیں کیا تھا، بلکہ اس سے سوال کیا تھا کہ تو اپنی بھیڑ مجھے دیدے دلو میری سو کی گنتی پوری ہو جائے گی، ننانوے کے پھیر سے نکل جاؤں گا) عام طور سے دوسرے مفسرین بھی یہی صورت بتاتے ہیں بلکہ شیخ جزائری نے بھی اپنی عربی تفسیر "ایسر التفاسیر" میں کچھ ایسا ہی مطلب لکھا ہے۔ شاید یہاں کچھ ذہول ہو گیا ہو۔ قرآن مجید میں بھی "دعویٰ" کا لفظ نہیں ہے "سوال" کا لفظ آیا ہے۔ فتامّل!

مربی کیلئے ہدایات

۱ اور ۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ فیصلہ سے متعلق ایک اصولی اور بنیادی بات یہ ہے کہ کسی نزاعی معاملہ کے فیصلہ سے پہلے فریقین کی پوری بات سن لینی چاہیئے، اس کے بعد ہی فیصلہ کرنا چاہیئے۔ صرف ایک فریق کا بیان سن کر فیصلہ کر دینے میں ناانصافی کا خطرہ رہتا ہے۔

۴۔ بتا دیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ سجدہ (جو سورہ صٓ میں آیا ہے، یہ سجدۂ توبہ و استغفار تھا۔ ہم لوگ اس موقع پر جو سجدہ کرتے ہیں، وہ سجدہ شکر ہے۔

۵۔ لوگوں کو تاکید کر دیجئے کہ ہر گناہ پر فوراً توبہ کر لینا ضروری ہے۔ جیسے کہ حضرت داؤدؑ نے انھیں جیسے ہی اپنی خطا کا احساس ہوا فوراً سجدہ میں گر گئے اور توبہ کر لی۔

۶۔ لوگوں کو منصب قضا کی اہمیت بتلائیں اور اسکی خطرناکی سے آگاہ کر دیں کہ جبتک اللہ تعالیٰ کی نصرت و حفاظت نہ ہو انسان فیصلہ کی غلطی میں مبتلا ہو سکتا ہے۔

چودہواں درس

۱۴ ذی الحجہ	قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	درس حدیث شریف

حدیث شریف: اَلْقُضَاةُ ثَلَاثَةٌ وَاحِدٌ فِي الْجَنَّةِ وَاثْنَانِ فِي النَّارِ فَأَمَّا الَّذِي فِي الْجَنَّةِ فَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ وَقَضٰى بِهٖ وَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ وَجَارَ فِي الْحُكْمِ فَهُوَ فِي النَّارِ وَرَجُلٌ قَضٰى لِلنَّاسِ عَلٰى جَهْلٍ فَهُوَ فِي النَّارِ۔

(رواہ ابوداؤد وابن ماجہ والترمذی والنسائی فی الکبریٰ)

ترجمۂ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قاضی تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک قاضی تو وہ شخص ہوتا ہے جو فیصلہ حق سے واقف ہوتا ہے اور اسی کے مطابق فیصلہ کرتا ہے۔ تو یہ تو وہ ہے جو جنت میں جائے گا اور ایک شخص وہ ہے جو حق سے واقف تو ہوتا ہے مگر فیصلہ میں ناانصافی کرجاتا ہے۔ تو یہ شخص دوزخ میں جائے گا۔ اور ایک شخص ایسا ہوتا ہے جو لوگوں کے معاملات میں فیصلے کرنے لگتا ہے مگر وہ نرا جاہل ہوتا ہے تو یہ شخص بھی دوزخ میں جائے گا۔

(غور کیجئے تو آپ خود ہی سمجھ لیں گے کہ مفتی و قاضی دونوں جڑواں بھائی جیسے ہیں۔ اس وجہ سے یہی حکم مفتی کے لئے بھی سمجھنا چاہیئے۔)

تشریح: حدیث شریف کا ترجمہ ہی کافی ہے۔ کسی مزید تشریح کی نہ گنجائش ہے نہ شیخ جزائری نے کوئی ضرورت سمجھی ہے۔ صرف اتنی بات لکھی ہے کہ اس حدیث کے پیش نظر یہ بات ضروری ہوجاتی ہے کہ جو شخص قاضی بننا چاہتا تو وہ پہلے اسکی

صلاحیت و اہلیت پیدا کرنے میں محنت کرکے اس کا اہل بن جائے۔ اس کیلئے اسے اللہ تعالےٰ سے دعا بھی کرنی ہوگی اور تقویٰ و پرہیزگاری بھی اختیار کرنا ہوگی۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ سب کو معلوم ہونا چاہیے کہ کسی صاحب علم مسلمان کیلئے منصب قضا طلب کرنا صحیح نہیں ہے حضرات فقہاء کرام نے ہدایت فرمائی ہے طَالِبُ الْوِلَایَةِ لَا یُوَلّٰی ولایت و حکومت کے طلبگار کو حاکم نہ بنایا جائے کیونکہ حدیث شریف میں بھی اسکی ممانعت آئی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص منصب قضا و حکومت کو طلب کرتا ہے تو وہ اسی منصب ہی کی نذر ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنی حفاظت میں رکھیں۔ آمین!

۴۔ لوگوں کو معلوم ہو کہ حدیث شریف میں اشارۃً یہ بات بھی کہدی گئی ہے کہ اسلام ہر ایک قدم پر فتنوں سے بچنے کی ہدایت کرتا ہے۔

۵۔ لوگوں کو اس بات کی طرف بھی متوجہ کیجئے کہ جہالت ہمیشہ ہی گمراہی اور فتنوں کا سبب بنتی ہے اور یہی گمراہیوں اور فتنوں کی جڑ ہے۔

۶۔ لوگوں کو متوجہ کر دیجئے کہ گمراہی کی بنیاد اتباع ہوی (خواہشات نفسانی کی پیروی) ہے۔ اس کو یاد رکھیں آجکل کچھ دلچسپ اور دلکش عنوانات سے اسی اتباع ہوی پر مبنی کام دین اسلام کی خدمت کے نام پر انجام دیئے جا رہے ہیں جنکی حوصلہ افزائی و تائید کیلئے حکومت کا ذریعۂ ابلاغ اور میڈیا ہر وقت مستعد و کمربستہ رہتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں ایسے فتنوں سے محفوظ اور دور رکھیں آمین یارب العالمین۔

پندرہواں درس

۱۵ ذی الحجہ	قولُ اللہِ تَعالیٰ عَزَّوَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاۗءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ۭ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَاۗءُ اِذَا مَا دُعُوْا ۭ (البقرۃ ۲۸۲)

ترجمہ آیت: اور دو شخصوں کو اپنے مردوں میں سے گواہ بھی کرلیا کرو۔ اور اگر دو مرد میسر نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں اپنی پسند کے لوگوں میں سے گواہ بنالی جائیں (عورتیں دو اس لئے رکھی گئی ہیں کہ) اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک عورت (اپنی خلقی کمزوری کی وجہ سے) کوئی بات بھول جائے تو دوسری عورت اسے یاد دلادے اور گواہوں کو شہادت (گواہی دینے) کیلئے جب بلایا جائے تو انھیں گواہی دینے سے انکار نہیں کرنا چاہیئے۔

تشریح: تجارت کے سلسلے میں یا ویسے بھی دست گرداں کے طور پر کبھی کسی مسلمان سے روپئے وغیرہ کا لین دین ہوتا ہے تو اس قسم کے معاملات کے لئے اللہ تعالےٰ نے زیر درس آیت میں یہ ہدایت فرمائی ہے کہ ایسے معاملات میں لکھا پڑھی بھی رہے اور اس تحریر پر دو مردوں کی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی بھی ہونی چاہیئے اور یہ گواہ ایسے ہوں جو اپنی دینداری و پرہیزگاری کی وجہ سے مسلمانوں میں پسند کئے جاتے ہوں۔

دوسری ہدایت گواہوں کے لئے ہے کہ ایسے موقعوں پر جب گواہی کی ضرورت پڑجائے تو وہ گواہ بننے سے انکار نہ کیا کریں اور جب بلایا جائے آجایا کریں۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱ و ۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ تجارت اور قرض میں لین دین کے موقع پر لکھی گئی تحریروں میں دوسرے گواہوں کی گواہی ثبت کرلنے اور اس کا حکم دینے پر غور کیا جائے تو شریعت اسلامیہ کی خوبی ظاہر ہو جاتی ہے کہ اس ہدایت کے ذریعہ لوگوں کے حقوق کی حفاظت کا کیسا عمدہ طریقہ رکھا گیا ہے۔ اسکی وجہ سے باہم رنجش و دشمنی پیدا ہونے کا دروازہ ہی بند کر دیا گیا ہے۔

۴۔ یہ بات بھی سمجھ لی جائے کہ عورت کی خلقی و پیدائشی کمزوری کیوجہ سے ایک عورت کی گواہی کافی نہیں سمجھی گئی ہے اور اسی وجہ سے اسکے ذمہ حکومت کا کام نہیں رکھا گیا کہ وہ کمزوری کی وجہ سے اس کا حق ادا نہ کرسکے گی اور معاشرہ میں بگاڑ پیدا ہوگا۔

۵۔ لوگوں کو علم ہونا چاہئے کہ وہ کون سے لوگ ہیں جن کو گواہی کے لئے پسند کیا گیا ہے؟ وہ دیندار، پرہیزگار لوگ ہونے چاہئیں جو گناہ کبیرہ کے مرتکب نہ ہوتے ہوں۔ کیونکہ جو شخص اپنے رب کی شریعت میں خیانت کرسکتا ہے وہ اس کی امانت میں بھی خیانت کرسکتا ہے، جھوٹی گواہی بھی دے سکتا ہے۔ یہ اس کے لئے زیادہ آسان ہوگا۔

سولھواں درس

۱۶ ذی الحجہ	قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	درس حدیث شریف

احادیث شریفہ: اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ الشُّهَدَاءِ الَّذِيْ يَأْتِيْ بِشَهَادَتِهٖ قَبْلَ اَنْ يُّسْئَلَهَا۔ (رواہ مسلم)

وَقَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهٗ اَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ قُلْنَا وَثَلَاثَةٌ قَالَ وَثَلَاثَةٌ قُلْنَا وَاثْنَانِ قَالَ وَاثْنَانِ ثُمَّ لَمْ نَسْئَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ احادیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تم کو یہ خبر نہ دوں کہ سب سے بہتر شہادت کیا ہے؟ پھر خود ہی جواب بھی دے دیا کہ وہ شہادت سب سے بہتر ہے جو پوچھی جانے سے پہلے ہی دیدی جائے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس مسلمان کے حق میں چار مسلمان اچھے ہونے کی گواہی دیدیں، اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کر دیگا تو ہم نے کہا کہ اگر تین آدمی گواہی دیدیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ تین آدمیوں کی گواہی سے بھی جنت مل جائے گی۔ تو ہم نے کہا کہ اگر دو ہی آدمی گواہی دیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ دو کی گواہی پر بھی۔ پھر ہم نے ایک شخص کی گواہی کے بارے میں آپ سے سوال نہیں کیا۔

تشریح: اس حدیث شریف میں ایک طرف تو مسلمانوں کو یہ خوشخبری دی گئی ہے کہ جس مسلمان کے حق میں چار یا تین یا دو مسلمان اس کے اچھے

ہونے کی گواہی دیدیں، اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرما دیں گے۔

اس حدیث سے ضمناً یہ بات بھی معلوم ہو جاتی ہے کہ مسلمان کی گواہی کیسی عظیم چیز ہے۔ لہذا مسلمانوں کو اس کی عظمت کے پیش نظر شہادت (گواہی) صرف یقینی بات کی ہی دینی چاہئے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱ اور ۲۔ حسب دستور سابق عمل جاری رکھیں۔

۳۔ لوگوں کو شہادت (گواہی) کی قدر و قیمت اور اس کی عظمت شان سے آگاہ کریں اور بتادیں کہ سچی گواہی سے ہی حقوق اور دعوے ثابت ہوتے ہیں۔ جھوٹی گواہی سے گواہ کو صرف گناہ حاصل ہوگا۔

۴۔ (لوگوں کو اس مسئلہ سے آگاہ فرمادیں کہ) عورت صرف مالی معاملات میں گواہ بن سکتی ہے۔ مقدمۂ قتل یا مقدمۂ حدود میں گواہ نہیں ہو سکتی۔

۵۔ لوگوں کو یہ مسئلہ بھی بتادیں کہ دو گواہوں کی ضرورت مقدمۂ مال اور مقدمۂ قتل میں ہے اور حد زنا اور حد قذف میں چار گواہوں کی ضرورت ہے۔

۶۔ لوگوں کو سچی گواہی دینے کی ترغیب دیں اور جھوٹی گواہی سے بچنے کی تعلیم دیں۔ جیسا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انی لا اشھد علی جور۔

۷۔ لوگوں کو یہ بھی بتادیں کہ صحتِ نکاح کیلئے دو گواہ کافی ہیں۔

سترہواں درس

۱۷ ذی الحجہ	قول اللہ تعالیٰ عزوجل	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا (النساء ۲۹)

ترجمہ آیت: اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طور پر نہ کھاؤ، لیکن یہ کہ کوئی تجارت باہمی رضامندی سے ہو تو کوئی مضائقہ نہیں اور تم ایک دوسرے کو قتل بھی نہ کیا کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر بڑے مہربان ہیں۔

تشریح: آیت زیر درس میں اللہ تعالےٰ نے اپنے ان بندوں کو خطاب فرمایا ہے جو اللہ تعالےٰ پر، اس کے رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر، اس کی کتابوں پر، اور قیامت میں اللہ تعالےٰ کے روبرو پیش ہونے پر ایمان و یقین رکھتے ہیں۔ کیونکہ ایسے ہی لوگوں سے یہ امید کی جاسکتی ہے کہ وہ اس کی فرمانبرداری کریں گے

اللہ تعالےٰ اس آیت میں اپنے بندوں کو اس بات سے منع فرمارہے ہیں کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طور پر نہ لیں نہ کھائیں اور ناحق طور پر لینے یا کھانے کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں: کہ چوری کرلے، یا یونہی غصب کرلے، چھین لے، اُچک لے۔ ان سب صورتوں سے دوسروں کا مال نہ لیا جائے، نہ کھایا جائے، لیکن جو مال باہمی رضامندی سے

تجارت کے طور پر حاصل کیا جائے وہ مال طیب اور حق طور پر حاصل ہوا ہے اس کی اجازت ہے وہ کھایا پیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کو اس بات سے بھی منع فرمایا ہے کہ وہ اپنے نفس کو یا کسی دوسرے کو قتل کریں۔ اور اس ممانعت کی وجہ یہ بتائی ہے کہ اللہ تعالےٰ تم پر بہت مہربان ہیں۔ اسی مہربانی کے تقاضے سے یہ بات ناپسند ہے کہ کسی بندۂ خدا کو قتل کیا جائے، اس کی جان نکالی جائے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱ و ۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جس طرح قتل مومن حرام ہے اسی طرح مومن کے مال اور اس کی آبرو کی حفاظت بھی ضروری ہے۔ نہ اس کا مال اڑایا جائے نہ عزت لی جائے۔

۴۔ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جائز و حلال مال کے ذریعہ جو تجارت کی جائے وہ از روئے شریعت جائز ہے اور اسی صورت میں اسے پسندیدہ کہا گیا ہے کہ مال بھی مباح و جائز ہو، سامانِ تجارت بھی مباح و جائز ہو، اور طرفین کی رضامندی بھی ہو۔

۵۔ یہ بات بھی معلوم رہے کہ خودکشی حرام ہے اور خودکشی کرنے والا دوزخ میں جائے گا۔ کیونکہ مارنا اللہ تعالےٰ کا کام ہے اسے اس نے انجام دے کر شرک کی صورت اختیار کرلی۔

اٹھارہواں درس

۱۸ ذی الحجہ	قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	درس حدیث شریف

احادیث شریفہ: (۱) مَنْ اَخَذَ اَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ اَدَائَهَا اَدّٰى اللّٰهُ عَنْهُ وَمَنْ اَخَذَهَا يُرِيْدُ اِتْلَافَهَا اَتْلَفَهُ اللّٰهُ (بخاری)

(۲) وَقَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ۔ (رواہ البخاری مسلم)

ترجمہ احادیث: جس شخص نے لوگوں کا مال اس نیت وارادہ سے لیا کہ وہ اسے ادا کر دے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے ادا کروا دیتے ہیں۔ اور جس شخص نے وہ مال ہلاک کرنے کی نیت سے لیا تو اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کر دیتے ہیں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرض کی ادائیگی میں مالدار آدمی کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ کسی سے کچھ قرض لینے والا جس نیت وارادہ سے قرض لیتا ہے قرض کی ادائیگی پر اس نیت کا اثر پڑتا ہے۔ اور یہ اثر دنیا میں بھی پڑتا ہے کہ اس قرض کے ذریعہ جو کام کیا جاتا ہے اس میں بھی نقصان ہوتا ہے اور اس کا وبال آخرت میں بھی دوزخ میں بھگتنا پڑ جائے گا۔

دوسری حدیث میں قرض کی ادائیگی میں ایسے شخص کی طرف سے ٹال مٹول کو ظلم کہا گیا ہے جو قرض ادا کرنے پر قادر ہو اور بے ضرورت و بے معذوری ٹال مٹول کرے۔

مربی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ قرض کا لین دین جائز ہے اور یہ بھی کہ جو شخص قرض دیتا ہے وہ مستحق اجر و ثواب بھی ہوتا ہے (بعض صورتوں میں قرض دینے کا ثواب صدقہ سے زیادہ ہوتا ہے)۔

۴۔ لوگوں کو بتادیجئے کہ جو شخص لوگوں سے مال قرض لیتا ہے اور ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے، تو اللہ تعالٰے اسے ادا کرا دیتے ہیں اور جو شخص ادائیگی کی نیت کے بغیر قرض لیتا ہے تو وہ مال ہلاک ہی ہو جاتا ہے۔

۵۔ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جس شخص نے کسی سے کچھ روپیہ قرض لیا، یا کوئی چیز عاریتاً لی ہے تو وہ روپیہ اور وہ چیز اس کے پاس امانت ہے، جس کے لئے اللہ تعالٰے نے حکم دیا ہے کہ "امانت کو ان کے مالکوں تک پہنچا دو" لہذا اسکی واپسی ضروری ہے۔

۶۔ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اگر کسی کے ذمہ کسی کا کچھ قرض ہو تو اگر از خود وہ اس سے اچھا یا اس سے زائد ادا کر دے تو یہ صورت جائز ہے۔ دونوں میں سے کسی کو گناہ نہ ہوگا۔

۷۔ یہ بھی بتادیں کہ اگر کسی کا کچھ قرض کسی کے ذمہ واجب ہو تو اگر وہ اس میں سے کچھ رقم خود ہی چھوڑ کر کچھ کم لے لے تو یہ صورت بھی جائز ہے۔

۸۔ یہ بھی بتادیں کہ اگر کسی کی کچھ رقم کسی کے ذمہ باقی ہو جس کی ادائیگی کی کوئی مدت بھی مقرر ہے تو ایسی صورت میں اس قرض خواہ کو یہ معاملہ طے کرنا جائز نہیں ہے کہ وہ قرض دار سے یہ کہے کہ میں اپنے قرض کی واپسی جلدی چاہتا ہوں، اس لئے تم مجھے صرف اتنی ہی رقم دیدو، بقیہ رقم سے میں دستبردار ہوا جاتا ہوں۔

۹۔ لوگوں کو یہ بھی معلوم رہے کہ جو شخص قرض لی ہوئی رقم آسانی سے واپس کرنے پر قدرت رکھتا ہو، اس کے لئے قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کا طریقہ اختیار کرنا ظلم ہے جو حرام ہے۔

انیسواں درس

درس قرآن مجید	قولُ اللہِ تعالیٰ عزّ وجلّ	۱۹ ذی الحجہ

آیت شریفہ : وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا ۝ (النساء ۵)

ترجمہ : اور تم کم عقلوں (کم سمجھ لوگوں) کو اپنا وہ مال نہ دو جسے اللہ تعالےٰ نے تمھارے لئے سرمایۂ زندگانی بنایا ہے، انھیں کھلاتے پلاتے رہو، کپڑے پہناتے رہو۔ اور (انھیں مال نہ دینے کی وجہ بتاتے ہیں) مناسب بات کہتے رہو۔

تشریح : آیت زیر درس میں اللہ تعالےٰ نے اپنے مومن بندوں کی خیر خواہی و رہنمائی کے لئے ایک نہایت ضروری واہم ہدایت فرمائی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کے تمام حالات اور ان کی جملہ ضروریات سے واقف ہیں انھیں اچھی طرح علم ہے کہ مال انسانی زندگی میں بہت ہی ضروری چیز ہے لہٰذا یہاں یہ ہدایت فرمادی کہ اگر تمھاری سرپرستی و کفالت میں کچھ ایسے بچے یا بڑے لوگ ہوں جو کم عقل ہوں، خرید و فروخت کی سمجھ نہ رکھتے ہوں تو ایسے لوگوں کو ان کے حصہ کا مال بھی بے سمجھے بوجھے نہ دے دیا کرو انھیں کھلاتے پلاتے، کپڑے پہناتے رہو۔ اور ان کے ہاتھ میں پیسے نہ دینے کے سلسلہ میں انھیں مناسب طور پر سمجھا دیا کرو کہ تمھارا مال حفاظت سے رکھا ہوا ہے

تم کو ہر ضرورت پر مل جایا کرے گا۔ تم پریشان نہ ہو۔

آیت زیرِ درس میں اللہ تعالٰی نے "وَارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا" (انھیں اس مال میں سے کھلاتے رہو۔) فرمایا ہے۔ اس سے یہ اشارہ ملتا ہے، کہ کم عقلوں کے مال کو تجارت وغیرہ میں لگا دیا جائے اور اس میں سے انکی ضروریات پوری کی جائیں۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱ اور ۲ حسبِ دستورِ عمل جاری رکھیں۔

۳۔ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرات فقہاء کرام نے ناسمجھ اور کم عقل لوگوں کو تصرفات سے روکنے کے جو احکام بتائے ہیں ان کی بنیاد یہی آیت ہے۔

۴۔ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ کم عقلوں کی کم عقلی میں یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے پیسے بیڑی سگریٹ اور پان وغیرہ میں اڑائیں یا ناجائز کیسٹ خریدیں یا بے ضرورت سیاحی اور سفر میں پیسے اڑائیں۔

۵۔ یہ بات بھی جاننا ضروری ہے کہ جس کے قبضہ میں کسی یتیم و کم عقل کے روپے امانت ہوں تو یہ صورت بہتر اور موجب ثواب ہے کہ وہ روپے کسی ذریعۂ معاش تجارت وغیرہ میں لگا دیا جائے۔ جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یتیموں کا مال تجارت میں لگا دو ایسا نہ ہو کہ ساری پونجی زکوٰۃ ہی میں ختم ہو جائے۔

بیسواں درس

۲۰ ذی الحجہ	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	درس حدیث شریف

حدیث شریف: اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَیْکُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّھَاتِ وَوَاْدَ الْبَنَاتِ وَمَنَعَ وَھَاتِ وَکَرِہَ لَکُمْ قِیْلَ وَقَالَ وَکَثْرَۃَ السُّؤَالِ وَاِضَاعَۃَ الْمَالِ (متفق علیہ)

ترجمہ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ماں کی نافرمانی حرام کی ہے اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا حرام کیا ہے اور دینے میں سست اور لینے میں چست ہونے کو حرام کیا ہے (کہ جب کوئی مانگے تو انکار کردو اور اس سے لینے کے لئے ہر وقت تیار رہو) اور یہ چیزیں مکروہ ٹھہرائی ہیں، قیل و قال (حجت) کرنا، زیادہ سوال کرنا اور مال کو ضائع کرنا۔

نوٹ: یہ حدیث ربیع الاول کے بارہویں درس میں (ص ۲۴۳) بھی گزر چکی ہے۔

تشریح: زیر درس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالےٰ کے حوالہ سے تین باتوں کا حرام ہونا اور تین چیزوں کا مکروہ ہونا بیان فرمایا ہے۔ تین حرام چیزیں یہ ہیں: (۱) ماں کی نافرمانی (باپ کی نافرمانی بھی حرام ہے۔ ماں کا ذکر خاص طور پر کیا گیا ہے کیونکہ ماں کے حقوق بھی زیادہ ہیں اور خلقی کمزوری کی وجہ سے اسے تکلیف بھی زیادہ ہوتی ہے۔ باپ تو بہت کچھ برداشت کرلیتا ہے۔ اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اولاد ماں سے شوخ اور نڈر ہوتی ہے۔ اس لئے شوخی میں بھی نافرمانی

کرجاتی ہے۔ اور ماں بھی ہنس کرٹال دیتی ہے)۔ (۲) دوسری حرام بات لڑکیوں کو زندہ دفن کردینا ہے۔ جیساکہ عرب میں رواج تھا یہی حکم آجکل کے ترقی پسند فیشن زدہ لوگوں میں رائج طریقہ اسقاط کا بھی ہے۔ جس کا ترقی پسند عنوان "فیملی پلاننگ" رکھ دیاگیا ہے۔ یعنی تخلیق تو خالق کو کرنی ہے، مگر اس کی پلاننگ یہ ترقی پسند لوگ کریں گے۔ عقل پر پتھر پڑنے کی مثال اس سے اچھی نہ ملیگی۔

(۳) تیسری حرام چیز یہ ہے کہ آدمی دوسروں کے حقوق کی ادائیگی تو نہ کرے مگر دوسروں سے اپنے حقوق کا مطالبہ کرے۔ اس کے علاوہ حدیث میں تین چیزیں مکروہ قرار دی گئی ہیں (۱) لوگوں سے بے ضرورت قیل وقال کرنا (۲) لوگوں سے بہت زیادہ سوال کرنا (۳) اپنے مال کو ضائع کرنا۔ ان سب سے بچنا ضروری ہے۔

مربی کیلئے ہدایات

۱ و ۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ تحریم کا لفظ حرام سے بنایا گیا ہے جس کا مطلب ہے حرام کردینا، ممنوع قرار دینا۔ زیر درس حدیث میں جن تین باتوں کی تحریم بتائی گئی ہے یہ ہر مسلمان کیلئے ممنوع اور حرام کردی گئی ہیں

۴۔ لوگوں کو معلوم رہے کہ جن باتوں کا دین میں حرام ہونا سب کو معلوم ہے، ان میں سے کسی حرام چیز کو حلال کردینا صریح بغاوت ونافرمانی ہے۔ بعض اوقات ایسا شخص کفر کا مرتکب قرار دے دیا جاتا ہے۔ جیساکہ ابھی پچھلے دنوں "وندے ماترم" کو پسند کرنے

والوں اور جائز کہنے والوں کے لئے ایک فتویٰ موضوع بحث بنا رہا تھا جو بالکل برحق تھا۔

۵۔ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ قرب قیامت میں ترقی پسند لوگوں نے اللہ تعالےٰ کے کار تخلیق میں اس کی طرف سے پلاننگ اور منصوبہ بندی کے ذریعہ اپنے آپ کو زبردستی شریک بنا کر جو کام کیا ہے یہ بھی شرک کی ایک صورت ہے۔ اور دور جاہلیت میں لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کا رواج تھا اسی کی مہذب یادگار ہے۔

باقی یہ صورت کہ عورت مریض ہو حمل کی تکلیف برداشت نہ کر سکتی ہو، دودھ نہ پلا سکتی ہو، تو بدرجہ مجبوری عزل کی صورت یا مانع حمل دوا کا استعمال کیا جا سکتا ہے۔ مگر یہ صورت بھی کراہت سے خالی نہیں ہے۔

۶۔ لوگوں کو معلوم ہو کہ بے ضرورت لوگوں سے روپئے پیسے کا سوال حرام ہے۔ بطور قرض لیا جا سکتا ہے، جسے وقت پر ادا کر دے۔

اکیسواں درس

۲۱ ذی الحجہ | قَولُ اللہِ تعالیٰ عزّوجلّ | درس قرآن مجید

آیات شریفہ: قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ۝ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۚ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝ (سبا ۲۲، ۲۳)

ترجمہ آیات: (اے ہمارے رسول! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ فرمادیجئے کہ جن معبودان باطلہ کو تم لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا خدائی میں (دخیل و شریک) گمان کر بیٹھے ہو، انھیں ذرا پکارو تو (دیکھو گے کہ) وہ ذرہ برابر اختیار نہیں رکھتے نہ آسمانوں میں نہ زمین میں۔ اور نہ ان دونوں کے پیدا کرنے میں ان کی کوئی شرکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کے کسی کام میں معین و مددگار ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی کی شفاعت و سفارش کام بھی نہیں آتی سوائے اس شخص کے جس کے حق میں وہ (اللہ تعالیٰ) شفاعت کرنے والے کو اجازت نہ دیدیں۔ یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو وہ سب ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ تمھارے رب نے کیا حکم فرمایا؟ وہ (جواب میں) کہتے ہیں کہ

فلاں حق بات کا حکم فرمایا ہے۔ اور وہ تو عالی مرتبہ اور سب سے بڑا ہے ہی۔

تشریح:۔ زیر درس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان معبودان باطلہ کی بے بسی اور بے اختیاری ظاہر کرنے کے لئے جنھیں مشرکین نے خدا تعالیٰ کی خدائی میں شریک اور اس کا مددگار سمجھ رکھا ہے، یہ حکم دے رہے ہیں کہ آپ ان سے یہ فرما دیں کہ تم لوگ جنھیں معبود بنائے ہوئے ہو یہ سب ذرہ برابر کسی چیز کے مالک نہیں ہیں نہ آسمانوں میں نہ زمین میں، اور نہ ان دونوں کے پیدا کرنے میں انکی کوئی شرکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی بھی اس کا معین و مددگار ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس طرح انھیں شرک کی اجازت دے رہے ہیں۔ یہ اجازت ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ ایک طرح کا چیلنج ہے کہ تمھارے من گھڑت معبودان باطلہ بالکل بے بس و بے اختیار ہیں، بالکل ہی نادار ہیں یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کی اجازت و مرضی کے بغیر کسی کی شفاعت و سفارش بھی نہیں کر سکتے۔

مُرَبّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ لوگوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کیلئے جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا، تو تمام فرشتوں نے سجدہ کیا لیکن شیطان نے سجدہ نہیں کیا، جس کی وجہ سے راندۂ درگاہ کر دیا گیا

تو اس نے اسی وقت اللہ تعالےٰ سے کہہ دیا تھا کہ میں قیامت تک اولاد آدم کو گمراہ کرتا رہوں گا، انھیں بہکاتا رہوں گا، گناہ کے کاموں کو انھیں اچھا بنا کر دکھلاؤں گا اور انھیں گناہوں میں مبتلا کروں گا۔ چنانچہ وہ برابر اپنا کام کر رہا ہے اور شرک و بدعات میں اچھائیاں دکھلا دکھلا کر لوگوں کو مبتلائے شرک و بدعات کر رہا ہے۔ شیخ سدو کے نام پر قربانی اور حضرت جعفر صادق علیہ الرحمۃ کے نام پر کونڈے اور اس کے لئے لکڑہارے کی داستان عجیب (جو ست نرائن کی کتھا کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہے) یہ سب لوگوں کو مبتلائے شرک کرنے کے ہتھکنڈے ہیں۔

۴۔ اللہ تعالےٰ کے سوا کسی غیر موجود غیر اللہ کو مدد کیلئے پکارنا، اس سے فریادرسی کرنا، اس کی نذر ماننا، اس کی قسم کھانا یہ سب شرک پر مبنی ہیں۔

۵۔ شفاعت کا قبول کرنا اللہ تعالےٰ کی مرضی پر موقوف ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر کوئی بھی شفاعت نہیں کرسکتا جیسا کہ آیۃ الکرسی میں فرمایا گیا ہے جو شخص کسی انسان سے شفاعت کی درخواست کرے گا وہ گنہگار بھی ہوگا اور مقصد سے محروم بھی ہوگا۔

بائیسواں درس

۲۲ ذی الحجہ	قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	درس حدیث شریف

حدیث شریف: اِذَا قَضَى اللّٰهُ الْاَمْرَ فِي السَّمَاءِ ضَرَبَتِ الْمَلٰئِكَةُ بِاَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِقَوْلِهِ، كَاَنَّهُ سِلْسِلَةٌ عَلٰى صَفْوَانٍ فَاِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا: مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوْا لِلَّذِيْ قَالَ الْحَقَّ: وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ، فَيَسْمَعُهَا مُسْتَرِقُ السَّمْعِ، وَمُسْتَرِقُ السَّمْعِ هٰكَذَا بَعْضُهٗ فَوْقَ بَعْضٍ۔ فَيَسْمَعُ الْكَلِمَةَ فَيُلْقِيْهَا اِلٰى مَنْ تَحْتَ، ثُمَّ يُلْقِيْهَا الْاٰخَرُ اِلٰى مَنْ تَحْتَهٗ حَتّٰى يُلْقِيَهَا عَلٰى لِسَانِ السَّاحِرِ اَوِ الْكَاهِنِ فَرُبَّمَا اَدْرَكَهُ الشِّهَابُ قَبْلَ اَنْ يُلْقِيَهَا، وَرُبَّمَا اَلْقَاهَا قَبْلَ اَنْ يُدْرِكَهٗ، فَيَكْذِبُ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ، فَيُقَالُ: اَلَيْسَ قَدْ قَالَ لَنَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا، فَيُصَدَّقُ بِتِلْكَ الْكَلِمَةِ الَّتِيْ سَمِعَتْ مِنَ السَّمَاءِ۔

(رواہ البخاری)

ترجمہ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی کام کا فیصلہ فرماتے ہیں تو فرشتے سر تسلیم خم کر کے اپنے پروں کو پھڑپھڑاتے ہیں (ان کی آواز ایسی ہوتی ہے جیسے چکنے پتھر پر کسی بڑی زنجیر کی آواز ہوتی ہے۔ (تمام فرشتے خوف زدہ اور دم بخود رہتے ہیں) جب انکی دہشت اور گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو وہ سب باہم ایکدوسرے سے

پوچھتے ہیں کہ تمہارے (اور ہمارے) رب نے کیا فیصلہ ارشاد فرمایا ہے؟ تو وہ سب اس پوچھنے والے کو جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ فلانی بات فرمائی ہے جو بالکل بجا و برحق ہے اور وہ تو بہت ہی عالی مرتبہ اور بڑی ذات ہے۔ پھر اُس بات کو چوری سے سُننے والا سُنتا ہے۔ اور چوری سے سُننے والے ایک کے اوپر ایک ہوتے ہیں۔ پھر اُس بات کو سُن کر اپنے نیچے والے تک پہنچاتا ہے، پھر وہ اپنے نیچے والوں تک پہنچاتا ہے۔ پھر وہ ساحر یا کاہن تک پہنچا دیتا ہے۔ تو کبھی شہاب ثاقب پہنچانے سے پہلے اُسے پالیتا ہے۔ اور کبھی وہ پہنچا لیتا ہے تب شہاب ثاقب اسے پاتا ہے۔ پھر ساحر اُس میں سو جھوٹ ملاتا ہے۔ تو کہا جاتا ہے کیا کل اُس نے فلاں بات نہیں کہی تھی۔ تو اسی آسمان سے سُنی ہوئی بات کی وجہ سے اُس کی تصدیق کی جاتی ہے۔ (بخاری شریف)

تشریح: گزشتہ درس میں بھی یہی مضمون بہت ہی معمولی فرق کے ساتھ آیت قرآنی میں فرمایا گیا تھا۔ اس درس حدیث میں اس کی کچھ مزید تشریح فرمادی گئی ہے۔

چنانچہ اس حدیث شریف میں "مسترق السمع" کا ایک لفظ آیا ہے۔ اس سے مراد وہ جن ہیں جو آسمانی فیصلوں کی سن گن لینے اور ان فیصلوں کی چوری کرنے کے لئے آسمانوں پر اپنے اپنے اڈوں پر بیٹھے رہتے ہیں۔ یہ سب ایک کے اوپر ایک کی سیڑھی بنائے رہتے ہیں۔ اوپر والا جن جو کچھ سنتا ہے وہ اپنے سے نیچے والے کو بتاتا ہے۔ اسی طرح زمین پر رہنے والے آخری جن تک وہ فیصلہ پہنچ جاتا ہے۔ یہ آخری جن کسی جادوگر یا نجومی کو بتادیتا ہے وہ اس میں سو باتیں اپنی طرف سے جھوٹی شامل کردیتا ہے۔ اور اس بنیاد پر جو ایک فی صد بات صحیح نکل جاتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ دیکھو فلاں شخص نے فلاں دن یہ بات بتائی تھی جو صحیح ہوگئی اس

کارروائی کے دوران فرشتے ان جنوں کو شہاب ثاقب کے ذریعہ بھگاتے رہتے ہیں۔ کبھی راز پہلے چوری ہو جاتا ہے تب شہاب ثاقب آتا ہے اور کبھی شہاب پہلے آجاتا ہے۔ خلائی سفر کرنے والی کلپنا شاید شہاب ہی کا نشانہ بنی تھی۔

مربی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور عمل کرتے رہیں۔

۳۔ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ فرشتے اللہ تعالےٰ کے مقرب ہونے کے باوجود اللہ تعالےٰ سے ہر دم خوفزدہ اور لرزتے کانپتے رہتے ہیں۔ لہٰذا ان کے متعلق یہ دعویٰ کرنا بالکل غلط اور بے بنیاد ہے کہ یہ فرشتے ان لوگوں کے حق میں شفاعت کریں گے جو اللہ تعالےٰ کو چھوڑ کر انھیں معبود بنا لیتے ہیں۔

۴۔ حدیث شریف سے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ نجومیوں اور کاہنوں کی باتیں صرف ایک فیصد ہی تک صحیح ہو سکتی ہیں۔

۵۔ قرآن و حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آسمانی فیصلوں کی سن گن لینے کے لئے جنوں کی مقررہ جگہیں ہیں جہاں وہ بیٹھتے ہیں۔ سورۂ جن میں بھی اس کا ذکر ہے۔ اور اس حدیث میں بھی بتایا گیا ہے۔

تیئیسواں ۲۳ درس

۲۳ر ذی الحجہ	قَولُ اللّٰہِ تَعالٰی عَزَّوَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیات شریفہ : اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوۡكِ الشَّمۡسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیۡلِ وَقُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ ؕ اِنَّ قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ کَانَ مَشۡهُوۡدًا ۝ وَمِنَ الَّیۡلِ فَتَهَجَّدۡ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ٭ۖ عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا ۝ (اسراء ۷۸، ۷۹)

ترجمہ آیات : آفتاب ڈھلنے کے بعد سے (ظہر وعصر) رات کے اندھیرے ہونے تک (مغرب وعشاء) آپ نمازیں ادا کیا کیجئے۔ اور صبح کی نماز (فجر) بھی، بیشک صبح کی نماز فرشتوں کی حاضری کا وقت ہے۔ اور کسی قدر رات کے حصہ (آخر رات) میں سو اس میں آپ تہجد پڑھا کیجئے جو آپ کیلئے فرض نمازوں کے علاوہ زائد نماز ہے۔ امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں جگہ دے گا۔

تشریح : آیت زیر درس میں پنج وقتہ نمازوں کے اوقات کا اجمالی طور پر بیان کیا گیا ہے۔ دلوک شمس سے مراد زوال شمس ہے۔ زوال شمس کے بعد غروب شمس سے پہلے پہلے دو نمازیں (ظہر وعصر) پڑھی جاتی ہیں وہ مراد لی گئی ہیں۔ اور غروب کے بعد اندھیرا ہونے تک دو نمازیں (مغرب وعشاء) پڑھی جاتی ہیں وہ مراد لی گئی ہیں۔ اور قرآن الفجر کے لفظ سے نماز فجر مراد لی گئی ہے۔ اس طرح اس آیت میں پنج وقتہ نمازوں کے اوقات بیان ہو گئے ہیں۔ اور فجر کے وقت کو

فرشتوں کی حاضری کا وقت فرمایا گیا ہے۔ یعنی اس وقت کاتبین کرام فرشتوں کی ڈیوٹی بدلتی ہے۔ رات کے فرشتے رخصت ہوتے ہیں اور دن کے فرشتے آتے ہیں اس لئے اسوقت دونوں ہی فرشتے موجود و حاضر ہوتے ہیں۔ اور "ومِنَ الَّیْلِ فَتَہَجَّدْ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ" کی آیت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو پنجگانہ فرائض کے علاوہ تہجد کا حکم دیا گیا ہے کہ رات کے آخری حصہ میں نیند سے اُٹھ کر تہجد کی نماز فرضوں کے علاوہ آپ پڑھا کریں۔ یہ نماز تہجد آپ کیلئے مقام محمود پر فائز ہونے کا وسیلہ بن سکتی ہے اور بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کو قیامت میں مقام محمود پر فائز فرما دیں۔ "مقام محمود" سے آپ کے شفاعت عظمیٰ کے مقام پر فائز ہونا مراد ہے جو آپ کو قیامت میں حاصل ہوگا۔ اور جس وقت کوئی بھی نبی و رسول شفاعتِ خلق کے لئے ہمت نہ کرسکے گا، اللہ تعالےٰ آپ کو شفاعت کی اجازت دیں گے اور آپ کی شفاعت قبول فرمائیں گے۔

مربی کیلئے ہدایات

ا و ۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے نماز پنجگانہ کے اوقات سے سب کو آگاہ کیا جائے۔

۴۔ لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ نماز فجر کو اس کے وقت میں جماعت کے ساتھ مسجد میں پڑھنا کیسی فضیلت رکھتا ہے کہ شب و روز کے تمام فرشتے اسوقت نمازیوں کے ہم مجلس ہوتے ہیں۔ اور یہی صورت نماز عصر کے وقت بھی ہوتی کہ دونوں وقتوں کے فرشتے اکٹھے ہوتے ہیں۔

۵۔ لوگوں کو نماز تہجد پڑھنے کی ترغیب دیجئے۔

چوبیسواں درس

درس حدیث شریف	قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم	۲۴ ذی الحجہ

حدیث شریف: مَنْ قَالَ حِیْنَ یَسْمَعُ النِّدَاءَ اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَ اِلْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ اِلَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ حَلَّتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (بخاری)

ترجمہ حدیث: اذان سن کر جو شخص یہ دعا پڑھے گا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس کے حق میں میری شفاعت قبول ہو جائیگی۔

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس حدیث میں ندا سننے کے بعد دعاء مذکور پڑھنے کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ تو ندا سے مراد مؤذن کی اذان ہے جو پنجوقتہ نماز کیلئے دی جاتی ہے۔ اور دعائے مذکور میں اسی کو "الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس دعوت (پکار) کو "تامہ" اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ یہ پکار اللہ تعالٰی کی وحدانیت کی پکار ہے۔ کیونکہ حقیقت بھی یہی ہے کہ کوئی بھی عبادت ہو اس کا اصل مستحق اللہ تعالٰی ہی ہے۔ اور دعا میں "الصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ" کے الفاظ لائے گئے ہیں اور نماز کو "قائمہ" کہا گیا ہے، جس سے مراد یہ ہے کہ یہ نماز ہمیشہ ہی قائم و دائم رہے گی غور کیا جائے تو اذان کی پکار کو "دعوت تامہ" اور نماز کو قائمہ کہنے کی پوری حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ اذان "اللہ تعالٰی کی وحدانیت و توحید کی

پکارہے جس میں توحید تام اور توحید کامل کا اعلان بار بار کیا گیا ہے۔ نماز کا قائم و دائم ہونا بھی بالکل ظاہر ہے کہ رات، دن کے چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں اور اس پورے وقت کا ایک ایک منٹ بلکہ ایک ایک سکنڈ نماز سے خالی نہیں گزرتا ہے۔ کوئی وقت بھی ایسا نہ ہوگا جس میں دنیا کے کسی نہ کسی خطے میں نماز ادا نہ کی جا رہی ہو۔ کہیں نہ کہیں یا تو نماز باجماعت ہوتی ہوگی یا اللہ تعالیٰ کے خاص بندے نوافل میں مشغول نظر آئیں گے۔ اس دعا میں اللہ تعالیٰ کے جس وعدہ کا حوالہ دیا گیا ہے وہ آیت یہی ہے: "عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا"۔ اور سورۂ والضحیٰ کی آیت "وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی" بھی مراد لی جا سکتی ہے، جس میں وعدہ فرمایا گیا ہے کہ عنقریب آپ کو آپ کا پروردگار اتنی رعایتیں دے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔

مربی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسبِ دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ لوگوں کو بتائیے کہ دعا بعد اذان سے پہلے اس کا بھی اہتمام کیا جائے کہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کے سوا بقیہ کلمات اذان مؤذن کے کہنے کے بعد سننے والے دہراتے رہیں اور حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کے جواب میں لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم پڑھ لیا کریں اور دعا سے پہلے درود ابراہیمی بھی پڑھ لیا کریں اس کے بعد اذان کی دعا مانگیں۔ اسی صورت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کا وعدہ پورا ہو سکیگا

درود ابراہیمی یہ ہے: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

پچیسواں درس

۲۵ ذی الحجہ	قولُ اللہِ تعالیٰ عزّوجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْٓ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○ (آل عمران ۳۶)

ترجمہ آیت: اور میں نے اس (بچی) کا نام مریم (اللہ تعالیٰ کی خادمہ جو اس کے گھر کی صفائی و حفاظت کرے) رکھا ہے۔ اور میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود (کے شرور) سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

تشریح: (وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ (اور میں نے اس کا نام مریم (اللہ تعالیٰ کی خادم) رکھا ہے۔ یہ کہنے والی حضرت حنّہ (حضرت عمران کی زوجہ محترمہ اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کی نانی تھیں)۔

تفصیل یہ ہے کہ انھوں نے اس بچی کی پیدائش سے پہلے یہ نذر مانی تھی کہ اے اللہ! اگر میرا کوئی لڑکا پیدا ہوگا تو میں اسے بیت المقدس کا خادم بنا دوں گی۔ مگر ان کے ہاں لڑکے کی جگہ لڑکی پیدا ہوئی۔ تو انھیں کچھ رنج و افسوس ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ نے انھیں تسلی دی کہ یہ حقیقت تو اللہ ہی کو معلوم ہے کہ یہ لڑکی کسی عام لڑکے سے کس درجہ بڑھی ہوئی ہے۔ شیخ جزائری نے مریم کے معنی بیت المقدس کی خادمہ لکھا ہے۔

بچی کی پیدائش پر ان کی والدہ نے اپنی بچی مریم اور انکی ذریت و اولاد کو شیطان سے محفوظ رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دے دیا تھا کہ

مربی کیلئے ہدایات

۱، ۲۔ حسب دستور عمل کرتے رہیں۔

۳۔ لوگوں کو معلوم ہو کہ حضرت حنہ (والدہ حضرت مریم علیہا السلام) نے اللہ تعالےٰ سے نذر مانی تھی کہ ان کی جو بھی اولاد ہوگی وہ اللہ تعالےٰ کی عبادت اور اس کے گھر کی حفاظت وصفائی کے لئے وقف رہیگی اور اللہ تعالےٰ کے گھر سے مراد مسجد اقصیٰ ہے۔

۴۔ لوگوں کو یہ بات بھی نظر میں رکھنی چاہیئے کہ انھوں نے اپنی نذر مقبول ہونے کے لئے اللہ تعالےٰ کے اسمائے صفاتیہ "سمیع وعلیم" ہی کو ذریعہ توسل بنایا تھا۔ کوئی اور توسل نہیں اختیار کیا تھا۔

۵۔ لوگ اس پر بھی غور کرلیں کہ حضرت حنہ نے اپنی بچی حضرت مریم اور ان کی اولاد کو شیطان سے حفاظت کے لئے اللہ تعالےٰ سے پناہ کی دعا مانگی تھی۔ بچی کے سرہانے کوئی چھری یا لوہا نہیں رکھا تھا، نہ ان کے گلے میں ہڈی لٹکائی تھی۔ حفاظت کا صحیح طریقہ یہی ہے۔

۶۔ لوگ یہ بات بھی یاد رکھیں کہ اللہ تعالےٰ نے شیطان سے پناہ

کی دعا جو حضرت حنہ نے کی تھی اللہ تعالےٰ نے اسے پوری طرح قبول فرمایا اور حضرت مریم کو اور انکی اولاد کو شیطان سے محفوظ رکھا۔

۷۔ لوگوں کو معلوم رہے کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کسی غوث وشہید یا بزرگ کی نذر شرک ہے۔

۸۔ لوگوں کو توجہ کرنا چاہیئے کہ پناہ صرف اللہ تعالےٰ کی حاصل ہوتی ہے۔ لوہے اور چھری کانٹے یا ہڈی سے نہیں حاصل ہوتی۔ جیسا کہ دین اسلام کی تعلیمات سے ناواقف لوگ کرتے ہیں۔

چھبیسواں درس

درس حدیث شریف	قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	۲۶ر ذی الحجہ

حدیث شریف: مَامِنْ بَنِیْ اٰدَمَ مَوْلُوْدٌ اِلَّا یَمَسُّهُ الشَّیْطٰنُ حِیْنَ یُوْلَدُ فَیَسْتَهِلُّ صَارِخًا غَیْرَ مَرْیَمَ وَابْنِهَا (رواہ البخاری)

ترجمہ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اولاد آدم میں کوئی بھی بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اسے دبوچتا اور کچوکے لگاتا ہے جس کی وجہ سے وہ چیخ مار کر روتا ہے۔ صرف حضرت مریم اور ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہما السلام اس شیطانی حرکت سے محفوظ رہے ہیں۔

تشریح: زیر درس حدیث میں اولاد آدم میں سے کوئی بچہ کا عنوان اختیار فرمایا گیا ہے۔ جس کے تحت لڑکا اور لڑکی دونوں ہی آجاتے ہیں۔ پیدائش کے وقت دونوں ہی کو شیطان دبوچتا اور چٹکی بکوٹے لیتا ہے بعض روایات میں یہ تعیین بھی وارد ہے کہ وہ بچہ کے پہلو اور کوکھ میں بکوٹے لیتا ہے جس کی تکلیف سے بچہ چیخ مار کر روتا ہے۔ مگر شیطان نے اپنی یہ حرکت حضرت مریم اور ان کے صاحبزادے حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے ساتھ نہیں کی تھی، وہ دونوں حضرت حنہ کی دعائے حفاظت کی وجہ سے محفوظ رہے تھے اور زندگی بھر کسی غلطی کے مرتکب نہیں ہوئے اسی وجہ سے میدان حشر میں جب دنیا کے لوگ باری باری ہر پیغمبر سے شفاعت کی درخواست کریں گے تو ہر پیغمبر اپنی کسی بھول چوک

اور غلطی کو یاد کرکے شفاعت کرنے سے انکار کر دے گا۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسوقت اپنی کسی غلطی کا ذکر نہ کریں گے اور دوسرے حضرات اپنی اپنی غلطیاں یاد کرکے معذرت کر دیں گے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جنت میں شجرہ ممنوعہ کا پھل کھا لیا تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کی ہدایت سے مایوس ہو کر یہ بددعا کر دی تھی کہ اے اللہ! روئے زمین پر کافروں میں سے کسی گھر والے کو باقی نہ رکھ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین موقعوں پر ایسی باتیں کہہ دی تھیں جو بظاہر خلاف لگتی تھیں (اگرچہ وہ حقیقت پر مبنی تھیں) اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں بے ارادہ ایک قبطی کا قتل ہو گیا تھا۔ وغیرہ

مربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ لوگوں کو اس درس حدیث سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حنہ کی دعا قبول فرمائی اور حضرت مریم اور انکے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو شیطان سے محفوظ رکھا (جو لوگ حضرت مریم کی عصمت و عفت کا انکار کرتے ہیں اور حضرت عیسیٰ کو یوسف نجار کا بیٹا کہتے ہیں وہ قرآن کے منکر اور کافر ہیں)۔

۴۔ لوگوں کو یہ مسئلہ بتا دیا جائے کہ پیدا ہونے والا بچہ اگر رونے چلانے کے بعد مر جائے تو اسے غسل و کفن بھی دیا جائے گا، نماز جنازہ بھی پڑھائی جائے گی اور اسے میراث کا حصہ بھی دیا جائیگا۔ اور اگر رویا نہیں اور مر گیا تو سمجھا جائیگا کہ وہ مردہ ہی پیدا ہوا تھا۔ تو اسے غسل و کفن بھی نہ دیا جائیگا، نماز بھی نہ پڑھائی جائیگی اور میراث میں حصہ دار بھی نہ ہوگا۔

ستائیسواں درس

۲۷ ذی الحجہ	قَوْلُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَزَّ وَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ○

(نساء ۱۵۹)

ترجمہ آیت: اور اہل کتاب میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ہے جو اپنے مرنے سے پہلے پہلے حضرت عیسٰی علیہ السلام پر ایمان نہ لے آئے۔ اور قیامت کے دن وہ (حضرت عیسٰی علیہ السلام) ان (اہل کتاب) کے خلاف (ان کے انکار کے) گواہ ہوں گے۔

تشریح: آیت زیر درس میں جو کچھ فرمایا گیا ہے اس کا خلاصہ وحاصل یہ ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام ابھی آسمان پر زندہ موجود ہیں انکی وفات نہیں ہوئی ہے۔ چنانچہ ایسا بھی ہونا ہے کہ اہل کتاب (توریت وانجیل کے ماننے والے) یہود ونصارٰی میں سے ایک شخص بھی ایسا باقی نہ رہے گا جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وفات سے پہلے پہلے ان پر ایمان نہ لے آئے۔ لیکن قیامت کے دن حضرت عیسٰی علیہ السلام ان کے خلاف گواہی بھی دیں گے کہ انھوں نے میری نبوت کا بھی انکار کیا تھا اور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی نبوت کا بھی انکار کیا تھا۔ یہ سب پکے کافر ہیں۔

آیت زیر درس کا ایک دوسرا مطلب یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ہر اہل کتاب

اپنے مرنے سے پہلے جب عالم برزخ سامنے دیکھ لیگا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنی موت سے پہلے ایمان لے آئے گا، مگر اس کا یہ ایمان قبول نہ ہوگا۔ کیونکہ موت کے وقت کا ایمان قبول نہیں ہوتا۔ اس آیت سے واضح طور پر یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ ابھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات نہیں ہوئی ہے، وہ زندہ آسمان پر موجود ہیں۔ قیامت کے قریب دوبارہ دنیا میں آئیں گے اور قیامت کے قریب وفات پائیں گے۔ انکی وفات سے پہلے پہلے جملہ اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے اگر اہل کتاب بحالت صحت و زندگی ایمان لائیں گے تو وہ ایمان معتبر ہوگا اور اگر مرتے وقت ایمان لائیں گے تو وہ معتبر نہ ہوگا۔

مربی کیلئے ہدایات

۱ و ۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ لوگوں کو یہ بات صاف صاف طور پر معلوم رہے کہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) خواہ آج کے اہل کتاب ہوں یا پہلے کے یہ سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ اور عبداللہ و کلمۃ اللہ نہیں مانتے۔ اس لئے یہ سب کافر ہیں۔ کیونکہ یہود تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نعوذ باللہ منہ جادوگر اور ناجائز اولاد بتاتے ہیں اور نصاریٰ نے انھیں اپنا خدا اور معبود بنالیا ہے۔ اس لئے دونوں ہی کافر ہیں۔

۴۔ لوگوں کو یہ حقیقت معلوم رہے کہ جو شخص دین اسلام کو اپنا دین اور حضرت محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اپنا رسول اور خاتم النبیین مانتا ہے اور دین اسلام میں بتلائے ہوئے طریقہ پر اللہ تعالےٰ کی عبادت کرتا ہے۔ وہ مومن و مسلم ہے چاہے عربی ہو یا غیر عربی ہو۔ اور وہ قیامت میں اللہ تعالےٰ کے عذاب سے نجات پائے گا۔

اٹھائیسواں درس

۲۸ ذی الحجہ	قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	درس حدیث شریف

حدیث شریف: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَیُوْشِکَنَّ اَنْ یَّنْزِلَ فِیْکُمُ ابْنُ مَرْیَمَ حَکَمًا عَدْلًا فَیَکْسِرُ الصَّلِیْبَ وَیَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ وَیَضَعُ الْحَرْبَ وَیُفِیْضُ الْمَالُ حَتّٰی لَا یَقْبَلَہٗ اَحَدٌ حَتّٰی تَکُوْنَ السَّجْدَۃُ الْوَاحِدَۃُ خَیْرًا مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْہَا (رواہ البخاری)

ترجمہ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، عنقریب حضرت عیسیٰ بن مریم تمہارے درمیان آسمان سے نازل ہوں گے جو انصاف کرنے والے حاکم ہوں گے، وہ صلیب کو (جس کی نصاریٰ پرستش کرتے ہیں) توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے۔ اور جنگ کو ختم کریں گے۔ اور مال کی کثرت ہوجائیگی، یہاں تک کہ اسے کوئی بھی قبول نہیں کرے گا۔ حتیٰ کہ ایک سجدہ دنیا و ما فیہا سے بہتر سمجھا جائے گا۔

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قسم کھا کر یہ بات ارشاد فرمائی کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ عنقریب تمہارے درمیان حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام (آسمان سے) اتریں گے اور مسلمانوں کی امامت وحکومت کریں گے اور بہت ہی انصاف پرور حاکم ہوں گے۔ پھر وہ صلیب کو (جسکی نصاریٰ پرستش کرتے ہیں) توڑ دیں گے۔ یعنی اسکی پرستش کو ختم کردیں گے

اور بنفس نفیس اہل کفر کے پسندیدہ و محبوب جانور خنزیر کو قتل کر کے عام اہل ایمان کیلئے قتل خنزیر کا راستہ کھول دیں گے کہ جس طرح معنوی و باطنی طور پر کفر و شرک میں نجاست و شناعت ہے اسی طرح ان کے پسندیدہ جانور خنزیر اور کتے بھی نجس قرار دیئے گئے ہیں۔ اسی زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ اہل کفر و شرک سے جہاد منسوخ ہو جائے گا کیونکہ سارے ہی لوگ مسلمان ہو جائیں گے اور مال کی اتنی کثرت ہو جائیگی کہ کوئی اسے قبول نہیں کرے گا یہ اس لئے بھی کہ لوگ دنیا سے مستغنی ہو جائیں گے اور علامات قیامت کو دیکھ کر لوگ دنیا سے اسقدر دور بھاگیں گے کہ ایک سجدہ کو دنیا و مافیہا سے بہتر سمجھیں گے۔

مربی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳-۴۔ اس حدیث کی روشنی میں یہ بات یاد رکھی جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جنت سے دنیا میں نزول فرمانا قیامت کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی ہے اور قرآن مجید میں یہ اعلان سورۂ انعام کی آیت ۱۵۸ میں ہو چکا ہے کہ یَوْمَ یَأْتِیْ بَعْضُ اٰیَاتِ رَبِّكَ الآیۃ (جس روز اللہ کی مقرر کی ہوئی بڑی علامتوں میں سے کوئی بھی علامت ظاہر ہو جائیگی تو کسی بھی ایسے شخص کا ایمان لانا اسکے حق میں مفید نہ ہو گا جو پہلے سے ایمان نہ لایا ہو علامات ظاہر ہونے کے بعد نہ توبہ قبول ہو گی، نہ ایمان معتبر ہوگا۔

۵۔ حدیث کے الفاظ سے یہ بات بھی سمجھی جاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ نزول قریب ہی آگیا ہے۔

اُنتیسواں درس

۲۹ر ذی الحجہ | قَولُ اللّٰہِ تَعالیٰ عَزَّوَجَلَّ | درس قرآن مجید

آیت شریفہ: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ (احزاب ۴۰)

ترجمہ آیت: (حضرت سیدنا) محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والے ہیں۔

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہؓ کو (جنھیں کسی شخص نے غلام بناکر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاتھ فروخت کردیا تھا، اور حضرت خدیجہؓ نے انھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کے لئے پیش کردیا تھا اور آپؐ نے انھیں) اپنا بیٹا بنالیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعہ بیٹا بنانے کی ممانعت فرمادی اور فرمادیا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم میں سے کسی بھی مرد کے باپ نہیں ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ نبوت ورسالت کا سلسلہ آپ کی ذات پر ختم کردیا گیا ہے۔ آپ کی اولاد نرینہ تو بچپن ہی میں فوت ہوچکی تھی، اس لئے حقیقی طور پر تو آپ کسی مرد کے باپ ہو ہی نہیں سکتے۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱ و ۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ دین اسلام میں کسی دوسرے کی اولاد کو اپنا بیٹا بیٹی بنانا جائز نہیں ہے۔ یہ آیت حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیٹا بنالیا تھا اور وہ بہت دنوں تک زید بن محمد کہے جاتے رہے۔ اس آیت کے بعد انھیں زید بن حارثہ ہی کہا گیا ہے۔

۴۔ لوگوں کو مسئلہ ختم نبوت اچھی طرح ذہن نشین کرادیں قادیانیوں کے کافر اور مرتد لوگ مختلف طریقوں سے لوگوں کو گمراہ کرکے قادیانی بناتے ہیں حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر نبوت ورسالت کا سلسلہ قیامت تک کیلئے ختم ہوگیا ہے۔ آپ کے بعد کوئی نیا نبی تولد نہ ہوگا صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب دوبارہ نازل ہوں گے مگر وہ بھی آپ کے امتی بن کر رہیں گے، نبی کی حیثیت سے نہ رہیں گے۔ اب رسول و نبی کوئی نہ آئیگا ظلی و بروزی وغیرہ کی باتیں عیاری و مکاری پر مبنی ہیں ورنہ حدیث شریف میں تو صاف لفظوں میں مسلمان بادشاہ کو ظلّ اللہ کہا گیا ہے۔ تو پھر نعوذ باللہ تعالیٰ بادشاہ کو بھی ظلی خدا کہنا ان کے نزدیک درست ہوگا۔ جس کے نتیجہ میں ظلی خدا ایک دو تین تک محلے دو نہ رہیں گے
اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔

اب اگر کوئی مدعیٔ نبوت بنتا ہے تو وہ جھوٹا ہے، کافر و مرتد ہے اس سے توبہ کرائی جائے۔ توبہ نہ کرے تو کافر و مرتد ہونے کی وجہ سے اسے قتل کردیا جائے گا۔

تیسواں درس

۳۰؍ ذی الحجہ	قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	درس حدیث شریف

حدیث شریف: اِنَّ مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْاَنْبِیَاءِ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی بَیْتًا فَاَحْسَنَہٗ وَاَجْمَلَہٗ اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَۃٍ مِنْ زَاوِیَۃٍ فَجَعَلَ النَّاسُ یَطُوْفُوْنَ بِہٖ وَیَعْجَبُوْنَ لَہٗ وَیَقُوْلُوْنَ ھَلَّا وُضِعَتْ ھٰذِہِ اللَّبِنَۃُ، قَالَ فَاَنَا اللَّبِنَۃُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری اور دوسرے نبیوں کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص ایک مکان بنائے جو بہت خوبصورت اور بہت عمدہ ہو مگر اس کے ایک گوشہ میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دے، پھر لوگ آتے ہیں اور اس کا طواف کرتے ہیں اور اس کی خوبصورتی پر تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آخر اس اینٹ کی جگہ کیوں چھوڑ دی گئی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں وہی (آخری) اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (مسئلہ ختم نبوت کو) ایک مثال کے ذریعہ سمجھایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ دوسرے انبیاء سابقین کی اور میری مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک مکان بنایا جو ہر طرح بہت حسین وجمیل اور خوبصورت بنایا تھا لیکن اس کے ایک گوشہ میں ایک اینٹ نہیں لگائی تھی، خالی جگہ چھوڑ دی گئی تھی اور دیکھنے والے آتے ہیں، مکان کا چکر لگا کر دیکھتے ہیں، اس کی خوبصورتی دیکھ کر حیرت

وتعجب کا اظہار کرتے ہیں اور پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ ارے یہ جگہ خالی کیوں چھوڑ دی گئی یہاں بھی اینٹ لگائی گئی ہوتی (تو یہ کمی نہ رہتی) اس مثال کے بعد آپ نے فرمایا کہ اس مکان (قصر نبوت) کی وہ اینٹ میں ہی ہوں۔ (یہ فرما کر حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے گویا اس اینٹ سے جھوٹے قادیانی نبی کا سر ہی توڑ دیا ہے۔ لیکن اسے اللہ تعالےٰ نے عقل ہی نہیں دی تھی کہ یہ حقیقت سمجھتا۔ اس کا سر پھوٹ چکا ہے سر سے خون بہہ رہا ہے مگر وہ ڈھٹائی اور بے حیائی کے ساتھ یہی راگ الاپے جا رہا ہے، کہ "محمدی بیگم کا شوہر مر جائے گا اور وہ دوسرے کی جورو میرے نکاح میں آئے گی"۔ مگر سچا ہوتا تو پیش گوئی بھی سچ ہوتی۔ جھوٹا تو جھوٹی ہی پیشگوئی کر سکتا ہے۔

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم

مربّی کیلئے ہدایات

۱ و ۲۔ حسب دستور عمل جاری رکھیں۔

۳۔ اس حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مثال کے ذریعہ "مسئلۂ ختم نبوت" کو سمجھایا ہے۔ قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے بہت سی باتیں مثالوں کے ذریعہ سمجھائی ہیں۔ اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ بات کو سمجھانے کیلئے مثالوں کا بیان کرنا جائز بھی ہے اور مفید بھی۔

۴۔ لوگوں کو اس عقیدہ پر ایمان رکھنا ضروری کہ حضرت سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔ آپ کی ذات قصر نبوت کی آخری اینٹ جیسی ہے

۵ رسالت کو شرف ہے ذات اقدس کے تعلق سے نبوت ناز کرتی ہے کہ ختم المرسلیں تم ہو

۵،۶۔ لوگوں کو معلوم رہے کہ جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے اور جملہ رُسل علیہم السلام کی تعداد تین سو چودہ ہے۔ ۳۱۴

۷۔ لوگوں کو معلوم رہے کہ ان تین سو چودہ رسولوں میں سے پچیس رسولوں کا ذکر ان کے ناموں کے ساتھ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ سورۂ انعام کی آیت "وتلک حجتنا" میں اٹھارہ رسولوں کے نام آئے ہیں اور بقیہ سات رسولوں کے نام قرآن مجید کی مختلف آیات میں آئے ہیں۔ وہ سات نام یہ ہیں: حضرت آدم، ابراہیم ہود، صالح، شعیب، ذوالکفل، حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

علیہم السلام والتسلیم۔

خاتمہ کتاب "المسجد وبیت المسلم"

الشیخ ابوبکر جابر الجزائری حفظہ اللہ

بترجمہ مترجم کتاب عبدالقدوس رومی

الحمدللہ کہ "کتاب المسجد وبیت المسلم" کی تکمیل مسجد نبوی کے مقام فضیلت روضۃ من ریاض الجنۃ (علی اصاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ) میں بتاریخ ۱۹ رجادی الاخری ۱۴۱۲ھ بوقت صبح بروز ہفتہ (سنیچر) ہوئی۔ جہاں یہ سطور لکھی جارہی ہیں اور دعا کی درخواست کی جارہی ہے۔ ہر قاری کتاب سے اور ہر اس شخص سے جس کو اس کتاب سے کچھ بھی فائدہ پہنچا ہو، کہ وہ مؤلف کتاب کے حق میں مغفرت ورضوان کی دعا فرماکر حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تعمیل فرمائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "جو شخص تمھارے ساتھ کوئی بھلائی کرے تو اسے اس کا بدلہ دے دیا کرو۔ اور اگر بدلہ نہ دے سکو تو اس کے حق میں دعاء خیر ہی کردیا کرو۔ (یہ بھی بدلہ ہی ہے۔)

ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے "مَنْ قَالَ جَزَاكَ اللهُ فَقَدْ بَالَغَ فِي الثَّنَاءِ" (جس نے شکریہ میں جزاک اللہ کہہ کر دعا دی تو اس نے شکریہ کی انتہا کردی، کہ بدلہ کی ادائیگی خود نہ کرکے بدلہ خدا تعالےٰ کے ذمہ کردیا۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ کا دیا ہوا بدلہ اسی کی شان کے مطابق ہوگا ؂

"دعا" کو بھی اہل کرم کم نہ سمجھیں
بہت کچھ دیا جس نے دل سے دعا دی